تعريفها - عقائدها

تأليف
الأستاذ أبي أسامة
سيد طالب الرحمن

دار الكتاب والسنة

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
۱	سبب تالیف	۷	۱۹	تالاب میں دونوں ننگے	۳۶
۲	اصلی چہرہ	۹	۲۰	غائب رہنا	۳۸
۳	جہاز کو کمر پر اٹھا کر پار لگانا	۱۰	۲۱	مُردے کا مٹھائیاں بانٹنا	۳۸
۴	مشرکین مکہ سے سبقت	۱۲	۲۲	مُردے کا ملاقات کے لئے آنا	۴۱
۵	منہ زور گھوڑے کو غائب کرنا	۱۸	۲۳	مُردوں کا انتقام	۴۲
۶	مشکل کشائی کا ایک اور انداز	۱۸	۲۴	مُردے کی عنایت	۴۳
۷	غوث الاعظم کون؟	۱۹	۲۵	قبروں سے فیض	۴۵
۸	اولیاء---ستون	۲۰	۲۶	برزخ میں جھانکنا	۴۶
۹	غرقابی سے بچاؤ	۲۰	۲۷	مُردوں کا نہ مرنا	۴۷
۱۰	بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانا	۲۳	۲۸	قبر سے شفاء	۴۷
۱۱	محمود الحسن اور شیطان کا مقابلہ	۲۴	۲۹	قبروں سے مشکل کشائی	۴۹
۱۲	عقیدے کی خرابی	۲۶	۳۰	مُردے کی گفتگو	۵۰
۱۳	مردے کا میدان مناظرہ میں	۲۸	۳۱	عقیدہ مشکل کشا	۵۱
۱۴	آجانا		۳۲	دیوار یا شیشہ	۶۳
۱۵	بہروپیوں کا اصل روپ	۳۰	۳۳	نور کا تار	۶۴
۱۶	ایک ہی صف میں کھڑے ہو	۳۱	۳۴	علم غیب	۶۵
۱۷	گئے محمود و ایاز		۳۵	اصل عقیدہ	۶۷
۱۸	مُردے کا فیصلہ	۳۴	۳۶	چاند رات	۷۰

نمبر	عنوان	صفحہ
۳۷	چاند پر کنٹرول	۷۱
۳۸	بلاء کا علم	۷۲
۳۹	علمِ غیب	۷۳
۴۰	دنیا پر نظر	۷۵
۴۱	جنت کا حدود اربعہ	۷۵
۴۲	غیب ہی غیب	۷۶
۴۳	غیبی علم	۷۷
۴۴	ہاتھوں میں ہاتھ	۸۰
۴۵	زندگی کا طریقہ	۸۱
۴۶	الہام یا علم غیب	۸۱
۴۷	مولود کی تصویر	۸۲
۴۸	مرنے کا علم	۸۵
۴۹	موت وحیات پر قبضہ	۸۶
۵۰	موت کا علم	۸۸
۵۱	قبر والے کو مرنے کا علم	۸۹
۵۲	دھوکہ	۹۰
۵۳	نقاب اتارنا	۹۱
۵۴	وسوسوں کے چور	۹۲
۵۵	دل کا حال معلوم کرنا	۹۳
۵۶	دلوں کا رابطہ	۹۸
۵۷	دل پر قبضہ	۹۹
۵۸	غیب کا پردہ چاک	۱۰۰
۵۹	گونگوں کی زبان	۱۰۱
۶۰	فلم بینی	۱۰۲
۶۱	جنتی دوزخی کی پہچان	۱۰۳
۶۲	اصلی چہرہ	۱۰۴
۶۳	علم غیب کا کمال	۱۰۵
۶۴	جوتوں کی پہچان	۱۰۹
۶۵	معدہ عالم الغیب	۱۱۰
۶۶	بارش کا علم	۱۱۳
۶۷	بارش پر کنٹرول	۱۱۵
۶۸	عذاب قبر	۱۱۶
۶۹	پہلے کڑوا پھر میٹھا	۱۱۷
۷۰	دل لگی باز	۱۱۸
۷۱	ادب کا طریقہ	۱۲۰
۷۲	دیواریں غائب	۱۲۱
۷۳	ننگا مُردہ	۱۲۲
۷۴	مُردے کا مدفن	۱۲۳
۷۵	روحوں سے ملاقات	۱۲۴
۷۶	شفاء امام کے ہاں	۱۲۵
۷۷	حسین احمد ثانی	۱۲۷
۷۸	شفایابی پر قبضہ	۱۲۹

نمبر	عنوان	صفحہ
۷۹	عجیب تصرف	۱۳۱
۸۰	عجیب آپریشن	۱۳۳
۸۱	رہبانیت	۱۳۶
۸۲	درندے کے مزے	۱۳۸
۸۳	قتل بنی آدم	۱۳۸
۸۴	ایک اور قتل	۱۴۱
۸۵	قتل ہی قتل	۱۴۲
۸۶	تعویذ کشتہ حیات	۱۴۳
۸۷	وجہ وفات	۱۴۴
۸۸	عقیدے کی بنیاد	۱۴۶
۸۹	صاحب پرواز	۱۴۷
۹۰	مکے و مدینے کا چکر	۱۴۸
۹۱	اصلی چہرہ	۱۵۰
۹۲	پردہ اٹھتا ہے	۱۵۱
۹۳	رہائی قیدی کی	۱۵۲
۹۴	تعویذ کی برکت	۱۵۳
۹۵	خدائی کارندے	۱۵۴
۹۶	شکل بدلنا	۱۵۶
۹۷	پکڑ دھکڑ	۱۵۸
۹۸	توفیق پیر	۱۶۰
۹۹	تصور شیخ	۱۶۰
۱۰۰	روشنی اندھیرا	۱۶۱
۱۰۱	ہلنے سے زلزلہ	۱۶۲
۱۰۲	بادلوں کی چھتری	۱۶۳
۱۰۳	تقدیر کے کمالات	۱۶۴
۱۰۴	علم چھیننا اور دنیا	۱۶۵
۱۰۵	رلانا --- ہنسانا	۱۷۰
۱۰۶	نا بینے کا دعویٰ	۱۷۱
۱۰۷	نئے نبی کی اتباع	۱۷۳
۱۰۸	توہین نبی	۱۷۵
۱۰۹	پُراسرار دنیا	۱۷۵
۱۱۰	دیدار الٰہی	۱۷۷
۱۱۱	نئے کلیم اللہ	۱۷۹
۱۱۲	رب کا پیار	۱۸۰
۱۱۳	قیامت قائم	۱۸۱
۱۱۴	نئی معراج	۱۸۲
۱۱۵	عرش کے نیچے	۱۸۳
۱۱۶	اشرف علی رسول اللہ	۱۸۴
۱۱۷	نبی سے مقابلہ	۱۸۵
۱۱۸	معجزات میں نقل	۱۸۷
۱۱۹	روحوں سے ملاقاتیں	۱۸۹
۱۲۰	نبیؐ اور خلفاء کا تشریف لانا	۱۹۰

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۲۱	نبیؐ سے امداد اللہ کی بیعت	۱۹۳
۱۲۲	وفات کے بعد زیارت نبیؐ	۱۹۳
۱۲۳	نبیؐ اشرف علی کے ہم شکل	۱۹۵
۱۲۴	وحدت الوجود اور دیوبندی	۱۹۵
۱۲۵	حلوا اور غلیظ کھانا	۲۰۴
۱۲۶	تحریفِ قرآن	۲۰۵
۱۲۷	رگ رگ میں خدا	۲۰۷
۱۲۸	کتا --- صاحبِ کمال	۲۰۸
۱۲۹	انسان خود خدا	۲۰۹
۱۳۰	پیر، خدا اور رسول	۲۰۹
۱۳۱	خدا بیج اور مخلوق درخت	۲۱۳
۱۳۲	عبادت ساقط	۲۱۶
۱۳۳	تحریفِ قرآن	۲۱۷
۱۳۴	اولیاء میں صفات الٰہی	۲۱۸
۱۳۵	قُم باذنی	۲۱۹
۱۳۶	علماء دیوبند کا عقیدہ	۲۲۰
۱۳۷	ابنِ عربی اور وحدت الوجود	۲۲۳
۱۳۸	مولانا زکریا اور وحدت الوجود	۲۲۶
۱۳۹	شاہ عبدالقادر اور وحدت الوجود	۲۲۹
۱۴۰	تبلیغی جماعت اور وحدت الوجود	۲۳۰
۱۴۱	اللہ پر زنا کی تہمت	۲۳۱

☆☆☆☆☆

سببِ تالیف

دیوبندی حضرات کے بارے میں عام اہلحدیث اور اکثر علماء کا بھی یہ نظریہ ہے کہ یہ لوگ موحد ہیں۔ جیسا کہ حکیم محمود صاحب دیوبندیوں کے خلاف ''علمائے دیوبند کا ماضی تاریخ کے آئینے میں'' نامی کتاب لکھتے ہوئے وہ اپنا اور دیوبندیوں کا ناطہ ان الفاظ میں جوڑتے ہیں۔

''آج ہم اور دیوبندی ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ اور الحمدللہ عقائد میں بھی کوئی ایسا بعد نہیں رہا بلکہ ہمارا اور اس مسلک کا مستقبل بھی دونوں کے اتحاد پر موقوف ہے۔''

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اہلِ توحید کے ناطے سے ایک تعلق موجود ہے اور اختلاف کے باوجود وہ باقی ہے اور رہے گا اور یہی دُکھ کی بات ہے۔''

حکیم صاحب کا یہ معذرت خواہانہ رویہ شاید مصلحانہ ہو ورنہ دیوبندیوں کے بارے میں عام اہلحدیثوں کا نظریہ ان کے عقائد سے ناواقفی کی وجہ سے ہے۔ اسی لئے یہ ان سے رشتہ ناطہ کرنے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔

حتیٰ کہ باہمی اختلاف کو فروعی اختلاف گردانتے ہیں لیکن بریلویوں سے رشتہ نہ کرنے یا ان کے پیچھے نمازیں ادا نہ کرنے کی وجہ شرک بتلاتے ہیں۔ اس کتاب کے لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اہلحدیث حضرات کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس وجہ سے تم بریلویوں سے نفرت کرتے ہو وہی وجہ دیوبندیوں میں بدرجہ اُتم موجود ہے۔

ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھنا عقل مندی نہیں لہٰذا دیوبندیوں کے دعوؤں اور تقریروں سے دھوکہ کھا کر ان کو موحد شمار کرنا بے عقلی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کا مقصد دیوبندیوں کے اصلی چہرے کو بے نقاب کرنا ہے۔ شاید کچھ سادہ اور ناسمجھ لوگ اس

کتاب کی اشاعت کو اہلحدیث اور دیو بندی حضرات کے درمیان اختلاف کا بیج بونا گردانیں ان حضرات سے ادبًا عرض ہے کہ اگر آپ کی محبت ونفرت کے پیمانے اللہ کے لئے ہیں، یعنی " الحب في الله و البغض في الله" تو پھر یا تو بریلوی اور شیعہ حضرات کے لئے بھی دل کے دریچوں کو واکر دیں اور اگر ایسا ممکن نہیں تو انصاف کے تقاضوں کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان افراد سے بھی برأت کا اظہار کریں جو رَبّ کی توحید کوشرک کی ناپاکی سے پلید کرنے کی مذموم کوششوں میں ملوث ہیں لیکن کھل کر سامنے نہیں آتے۔ اسی طرح اس کتاب کی تصنیف کا دوسرا مقصد بھولے بھالے دیوبندی عوام کوخبردار کرنا ہے کہ دیوبندی علماء کی چکنی چپڑی باتوں اورتوحید کے بلند بانگ دعوؤں سے مرعوب ہوکر ان کی اتباع کر کے کہیں اپنی آخرت برباد نہ کرلینا۔ اگر آپ اس کتاب کوتعصب وحسد کی نظر کی بجائے اصلاح کی نظر سے پڑھیں اور جانچیں گےتو آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ بریلی کی طرح دیوبند کی طرف پیش قدمی بھی رَبّ کےقرب کی بجائے رب سے دوری کا سبب بن رہی ہے' ان راستوں پرشرک وکفر کی گھاٹیاں ہیں جس میں گر کر انسان ایسے عمیق اندھیروں میں گم ہوجاتا ہے کہ ہدایت کی روشنی کا حصول ناممکن نہیں تو کم ازکم بے حد مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔شرک کے ان تاریک راستوں پر چلنے کی بجائے کتاب وسُنّت کے روشن راستوں کو اختیار کریں۔ اور اپنے علماء کے شرکیہ عقائد سے برأت کا اظہار کریں اور اپنے عقیدوں کو کتاب وسُنّت کی روشنی میں سنواریں نجات کا دارومدار توحید سے وابستگی اورشرک سے علیحدگی پر ہے۔ ہماری ان معروضات کوٹھنڈے دل سے پڑھیں۔ اورآخرت کی فکرکریں۔ اللہ ہمیں ہدایت دے اور اپنی توحیدکو ہمارے دلوں میں راسخ کردے۔تاکہ ہم جہنم کی دھکتی ہوئی آگ سے بچ سکیں۔ آمین

پروفیسر سید طالب الرحمٰن

اصلی چہرہ

آج کل عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بُری طرح سمائی ہے کہ دیوبندی علماء توحید کے علمبردار ہیں لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ شرک کی جتنی قسمیں بریلویوں میں پائی جاتی ہیں جن پر دیوبندی علماء بڑے برستے اور گرجتے ہیں اس سے زیادہ خود دیوبندی مسلک میں ملتی ہیں۔ عقیدہ وحدۃ الوجود پر یقین رکھ کر یہ اسی صف میں کھڑے ہیں جس میں عزیرؑ کو اللہ کا حصہ بنانے والوں اور عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنانے والوں کو آپ کھڑا پاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی صفات میں اوروں کو شریک کرنے میں یہ لوگ بریلویوں سے دو قدم آگے نظر آتے ہیں۔ آپ ان کے حالات جاننے کے لئے ان کے اپنے حنفی مذہب کے ایک بریلوی مولوی ''علامہ ارشد القادری،، کا تبصرہ ہی کافی پائیں گے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''لوگوں کو دیوبندی علماء کی پُرزور تقاریر (جو اللہ کے علاوہ غیب' قدرت و تصرف کے رد میں ہوتی ہیں) اس خوش عقیدگی میں مبتلا کر دیں گی کہ یہ لوگ توحید کے سچے علمبردار اور کفر وشرک کے خلاف تیغِ بے نیام ہیں۔

لیکن آہ میں کن لفظوں میں اس سربستہ راز کو بے نقاب کروں کہ اس خاموش سطح کے نیچے ایک خوفناک طوفان چھپا ہوا ہے۔ تصویر کے اس رُخ کی دل کشی اسی وقت تک باقی ہے جب تک کہ دوسرا رُخ نگاہوں سے اوجھل ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ پردہ اٹھ جانے کے بعد توحید پرستی کی ساری گرمجوشیوں کا ایک آن میں بھرم کھل جائے گا۔ دیوبندی جماعت دراصل مذہبی تاریخ کا سب سے بڑا اور عجیب طلسم فریب ہے ان کی حرکت رہگذر کے ان ٹھگوں سے کچھ مختلف نہیں جو آنکھوں میں

دھول جھونک کر مسافروں کو لوٹ لیا کرتے ہیں۔

ورنہ اگر خالص توحید کا جذبہ اس کے پس منظر میں کارفرما ہوتا تو شرک کے سوال پر اپنے اور بیگانے کے درمیان قطعاً کوئی تفریق روا نہ رکھی جاتی۔اسی لئے دیوبندی حضرات کی خودفریبیوں کا جادوتوڑنے کیلئے میرے ذہن میں زیرِنظر کتاب کی ترتیب کا خیال پیدا ہوا کہ اصحاب عقل و دانش واضح طور پر محسوس کرلیں کہ جولوگ دوسروں پر شرک کا الزام عائد کرتے ہیں اپنے نامۂ اعمال کے آئینہ میں وہ خود کتنے بڑے مشرک ہیں اور جب میں نے ان اوراق کو پلٹ دیا اورلوگوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو توحید کی ساری گرماگرمی یک دم سرد پڑ جائے گی۔" (خلاصہ از زلزلہ)

یہ ہے وہ کلام جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جس طرح بریلوی شرک کی پلیدی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔دیوبندی بھی اسی پلیدی میں لت پت ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہ مانتے نہیں یعنی ایک چور دوسرا چتر والی بات ہے۔

آیئے اب آپ کو ہم اس وادی کی سیر کراتے ہیں جس میں دیوبندی حضرات کے اپنے کفر کے خاردار اشجار اُگے ہوئے ہیں اور وہ اسے دنیا کی نگاہوں سے اوجھل رکھنے کی ناکام سعی کرتے ہیں۔

اشرف علی تھانوی دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب کے بارے میں خدائی تصرف کا ایک واقعہ جو خدائی صفات کے اظہار سے بھرا پڑا ہے' بیان فرماتے ہیں:۔

جہاز کو کمر پر اٹھا کر پار لگانا

"مولانا اشرف علی تھانوی مولوی نظام الدین صاحب کرانوی سے وہ مولوی

عبد اللہ ہراقی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نہایت معتبر شخص ولائتی بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک دوست جو بقیۃ السلف حجۃ الخلف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے' حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر کارساز مطلق ہے اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ قصہ پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر تو دباؤ نہایت درد کرتی ہے خادم نے کمر دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اُتر گئی ہے۔ پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے کمر کیوں کر چھلی فرمایا کچھ نہیں ۔ پھر پوچھا' آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا' حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے ۔فرمایا ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا اس میں تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا اس کی گریہ زاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کو اٹھایا۔ جب آگے چلا اور بندگانِ خدا کو نجات ملی اسی سے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔ (کراماتِ امدادیہ ص ۳۶)

بالکل اسی قسم کا ایک اور واقعہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی زبانی سنیے۔

یہ حافظ عبد القادر صاحب تھانوی وہ مولانا شیخ محمد صاحب قدس سرہ سے

روایت کرتے ہیں کہ ہم جہاز میں سوار ہو کر حج کو چلے۔ جہاز ہمارا گردشِ طوفان میں آ گیا اور چار پانچ روز تک گردش میں رہا۔ محافظانِ جہاز نے بہت تدبیریں کیں' کوئی کارگر نہ ہوئی۔ آخر کار جہاز ڈوبنے لگا۔ ناخدا نے پکار کر کہا کہ لوگ اب اللہ سے دعا مانگیں۔ یہ دعا کا وقت ہے۔ میں اس وقت مراقب ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک حالت طاری ہوئی اور معلوم ہوا کہ اس جہاز کے ایک گوشے کو حافظ محمد ضامن صاحب اور دوسرے کو حاجی صاحب اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے اوپر اٹھائے ہوئے ہیں اور اٹھا کر پانی کے اوپر سیدھا کر دیا اور جہاز بخوبی چلنے لگا۔ تمام لوگ بہت خوش تھے اور جہاز کی سلامتی کا چرچا ہوا۔ میں نے وہ وقت' دن اور تاریخ اور مہینہ کتاب پر لکھ دیا اور بعد حج وزیارت اور طے منازلِ سفر کے تھانہ میں آ کر اس لکھے ہوئے کو دیکھا اور دریافت کیا۔ اس وقت ایک طالب علم قدرت علی ساکن اینڈری ملک پنجاب مرید و خادم حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے بیان کیا کہ بے شک فلاں وقت میں حاضر تھا۔ حاجی صاحب حجرے سے باہر تشریف لائے اور اپنی لنگی بھیگی ہوئی مجھ کو دی اور فرمایا اس کو کنویں کے پانی سے دھو کر صاف کر لو۔ اس لنگی کو جب سونگھا اس میں دریا شور کی بو اور چکنا پن معلوم ہوا۔ اس کے بعد حضرت حافظ صاحب حجرے سے برآمد ہوئے اور اپنی لنگی دی۔ اس میں اثر دریا کا معلوم ہوتا تھا۔ (کرامات امدادیہ ص ۱۴)

مشرکین مکہ سے سبقت لے جانا

اس ایک من گھڑت قصے میں حاجی امداد اللہ صاحب کو حاجت روا مشکل کشا' عالم الغیب اور حاضر ناظر ثابت کیا گیا ہے اور مرید صاحب گمراہی میں مشرکین مکہ

سے بھی سبقت لے گئے اس لئے کہ جب مشرکین مکہ کسی کشتی میں سوار ہوتے اور طوفان آنے کی وجہ سے :

ظَنُّوْا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝ (یونس:۲۲)

انہیں یقین ہو جاتا کہ وہ گھیر لئے گئے ہیں۔ اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کو ہی پکارتے۔

لیکن یہاں مرید صاحب کا عقیدہ دیکھئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مرنے کے سوا چارہ نہیں' اس مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا۔

"مشرکین اللہ کو پکاریں اور یہ مرید صاحب پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کریں اور عرض کریں۔ یہ عجیب تقسیم ہے۔ اسی لئے عکرمہؓ بن ابی جہل کا بیٹا مسلمان ہوا کہ اے مشرکین مکہ طوفان آنے پر تم صرف اللہ کو پکارتے ہو اور اپنے بنائے ہوئے معبود بھول جاتے ہو۔ اگر اللہ نے مجھے نجات دی تو میں خشکی پر بھی اللہ ہی کو پکاروں گا۔ زمین پر قدم رکھتے ہی اللہ کی توحید کا اعلان کر دیا جیسا کہ قرآن بھی مشرکین مکہ کی عادت کا تذکرہ کرتا ہے۔

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ (العنکبوت: ۶۵)

جب وہ کشتی میں سوار ہوتے تو اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔ جب اللہ انہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو ناگاہ وہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

اور مرید صاحب گمراہی اور ضلالت میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ جب کشتی طوفان میں گھر جاتی ہے اور موت سامنے ہوتی ہے تو اللہ کو بھول کر غیر اللہ سے عرض کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ شاید اس لئے کہ تھانوی صاحب کے بقول ہر قریہ میں ایک قطب ہوتا ہے اور ایک غوث ہوتا ہے بعض نے کہا قطب الاقطاب کو ہی غوث کہتے ہیں۔ (تعلیم الدین ص ۱۲۰)

مرید پھر غوث جو فریاد سن رہا ہوتا ہے اسے نہ پکارتے تو کسے پکارے۔ ایک جگہ اللہ مشرکین مکہ سے یہ سوال کرتا ہے۔

﴿قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجٰنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ☆ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ﴾ (الانعام: ۶۳-۶۴)

اے نبی ان سے پوچھئے کہ تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے اور تم اسی اللہ کو گڑگڑا کر اور آہستہ پکارتے ہو کہ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکرگزار بندے بن جائیں گے۔ اے نبی کہہ دیجئے اللہ ہی تمہیں اس مصیبت اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے پھر ناگاہ تم شرک کرنے لگ جاتے ہو۔

اللہ کا تو یہ دعویٰ ہے کہ اللہ نجات دیتا ہے اور مرید کا یہ عقیدہ کہ اے پیر اس سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ مشرکین مکہ کی تو یہ عادت ہے کہ وہ اللہ کو پکارتے ہیں اور مرید پیر صاحب کو ----- فرق ملاحظہ فرمائیں۔

ایک جگہ اللہ نے مشرکین سے یوں فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّآ إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الإِنسَٰنُ كَفُورًا﴾ (بنی اسرائیل : ٦٧)

اور جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہیں بھول جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم پھر جاتے ہو اور انسان ناشکرا ہے۔

مشرکین کو تو سمندر میں غیر اللہ بھول جاتے ہیں صرف اللہ ہی یاد رہتا ہے اور دیوبندی مرید کو سمندر میں غیر اللہ کی یاد ستاتی ہے اور وہ غیر اللہ کو پکارنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ عجیب تقسیم ہے۔ مشرکین کے بارے میں اللہ فرماتا ہے۔

﴿وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (لقمان: ٣٢)

اور جب انہیں سائبان کی طرح موج ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں۔

ایک جگہ اللہ کافروں سے یہ سوال کرتا ہے اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے۔

﴿أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ٥ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ﴾ (الانعام: ٤٠)

کیا اس وقت بھی غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو (نہیں) بلکہ تم خاص اللہ کو ہی پکارتے ہو۔

اور تمہاری یہ حالت ہو جاتی ہے۔

﴿وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ﴾ (الانعام : ٤١)

اور جن کو تم نے اللہ کا شریک بنایا تھا اس کو بھول جاتے ہو۔

لیکن یہاں تو مرید صاحب کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو

مشکل کشا حاجت روا مان کر عذاب وطوفان میں بھی غیر اللہ سے یہ عرض کی جاتی ہے" کہ اس وقت سے زیادہ اور کونسا وقت امداد کا ہوگا۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ﴾ (النمل:٦٢)

آیا کون ہے جو مصیبت زدہ کی پکار کو سنتا ہے جس وقت وہ اسے پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے۔

پھر خود ہی جواب دیتا ہے۔

﴿أَءِلَـٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ (النمل٦٢)

(کیا اب بھی یہی کہو گے کہ) اللہ کے علاوہ کوئی اور الہ ہے تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔

اب مرید صاحب جن کو پکار رہے ہیں۔ کیا ان میں مصیبت دور کرنے کی طاقت ہے حالانکہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾ (الاسراء:٥٦)

وہ تو اتنا اختیار بھی نہیں رکھتے کہ تم سے مصیبت کو ہٹا دیں یا پھیر دیں۔

لیکن ذرا پیر صاحب کی جسارت ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں" ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا۔ اس میں ایک تمہارا دینی سلسلے کا بھائی تھا۔ اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔" اس لئے انڈیا سے چلے سمندر میں اکیلے یا حافظ ضامن کے ساتھ مل کر جہاز کو اٹھا کر سیدھا کر دیا۔ اگر اتنا بھاری جہاز اٹھا کر سیدھا کرنا اتنا ہی آسان تھا تو جہاز کے مسافر ہی اسے کاندھا دے کر ڈوبنے سے بچا لیتے۔

اسی طرح حاجی صاحب کو عالم الغیب ثابت کیا گیا ہے کہ اتنی دور سے گریہ

وزاری سُن لی۔

اسی طرح حاجی صاحب کو ہر جگہ حاضر ناظر بنا دیا گیا کہ بغیر کسی ذریعے کے بیچ سمندر کے پہنچ کر واپس تھانہ بھون تشریف لے آتے ہیں جب کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی جیسا کہ ایک خادم کہتا ہے'' آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فاصلے اور ذرائع ان کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔''

جہاز کو ڈوبنے سے بچانے والے واقعہ پر ایک بریلوی عالم کا بھی تبصرہ سنتے جایئے جنہیں یہ مشرک کے نام سے پکارتے ہیں۔

''قبیلے کے شیخ کی غیبی قوت' ادراک اور خدائی اختیار کا یہ حال کہ ہزاروں میل کی مسافت سے دل کی زبان کا خاموش استغاثہ سُن لیا اور سن ہی نہیں لیا بلکہ فوراً ہی یہ بھی معلوم کر لیا کہ سمندر کی نا پیدا کنار وسعتوں میں حادثہ کہاں پیش آیا ہے اور پھر مدد کرنے کیلئے وہاں پہنچے اور طوفان سے جہاز کو نکال لائے۔ یہاں مانگنا بھی ہوا اور پکارنا بھی شرک در شرک کے جمع ہو جانے کے باوجود توحید پر ان حضرات کی اجارہ داری ختم نہیں ہوئی ۔یا تو شرک کا مفہوم بدل دیجئے یا اپنی راہ کو، دورنگی جائز نہیں ۔دو طرح کی شریعتیں چلانا کیا عقلمندی ہے، ایک عقیدہ جو پہلی شریعت میں کفر شرک اور ناممکن اور دوسری شریعت میں اسلام ایمان اور امر واقعہ بن جائے۔ (خلاصہ از زلزلہ)

ہم تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں **تلک اذاً قِسْمَةٌ ضِیْزٰی**

کہیں تو سمندر کے بیچوں بیچ ڈوبتے جہاز کو بچاتے ہیں اور مرید ''ان'' سے فریاد کرتے ہیں اور یہاں خشکی میں بھی اللہ کی بجائے پیر و مرشد کا خیال آتا ہے اور پیر و مرشد کا خیال آتے ہی پیر صاحب پلک جھپکنے میں مشکل کشائی کر کے غائب ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ کا انداز ہے " **و ما امرنآ الا واحدة کلمح بالبصر**''

منہ زور گھوڑے کو غائب کرنا

بالی زندی مولوی بازار کے ایک صاحب آزادی سے قبل ڈھاکہ سے شیلانگ بذریعہ موٹر جا رہے تھے۔ صوبہ آسام کا اکثر حصہ پہاڑی ہے۔ اس میں موٹر یا بس چلنے کا جو راستہ ہے وہ بہت تنگ ہے۔ فقط ایک گاڑی جا سکتی ہے دو کی گنجائش نہیں۔ یہ صاحب حضرت کے مرید تھے۔ جب نصف راستہ طے ہو گیا تو دیکھا سامنے سے ایک گھوڑا بڑے زوروں سے آ رہا ہے۔ اس شخص اور دیگر تمام حضرات کو خطرہ پیدا ہوا کہ اب کیا ہو گیا' موٹر روک لی۔ لیکن اس کے باوجود بھی بڑی تشویش تھی کیونکہ گھوڑا بلا سوار بڑی تیزی سے دوڑا آ رہا تھا۔ روای کا کہنا ہے کہ اس شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر پیر و مرشد ہوتے دعا کرتے۔ ابھی اتنا سوچا ہی تھا کہ حضرت شیخ گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہیں غائب ہو گئے۔ (انفاس قدسیہ ۱۸۶)

سینکڑوں میل کی دوری سے دل میں آنے والی سوچ کو سُنا ہی نہیں بلکہ معلوم کر کے کہ مرید کو کسی جگہ پر ضرورت پیر ہے وہاں پلک جھپکنے میں پہنچ کر منہ زور گھوڑے کی لگام پکڑ غائب ہو جانا کہ کہیں مرید کو حادثہ پیش نہ آ جائے مشکل کشائی نہیں تو اس کو کیا نام دو گے؟ (تبصرہ از ارشد القادری مصنف ''زلزلہ'')

لگے ہاتھوں اس سے بھی عجیب وغریب واقعہ سن لیجئے اورعقیدہ توحید کا خون ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔

مشکل کشائی کا ایک اور انداز

پچھلے دونوں واقعات میں مشکل کشا بنفس نفیس تشریف لے جا کر جہاز کو پانی

کی گہرائیوں میں ڈوبنے سے بچاتے رہے۔ یہاں حاجی امداد اللہ صاحب کے عقیدہ حاجت روائی کا ایک نیا انداز ملاحظہ فرمائیے۔ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ
''ایک دن حضرت غوث الاعظم سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ نظرِ بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے۔ آپ نے ہمت وتوجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچا لیا۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۴۳)

دیکھا آپ نے کیا انداز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

﴿وَإِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾ (البقرہ: ۱۱۷)

جب ہم کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے کہتے ہیں ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔

اور یہاں بھی پیر صاحب نہ کہیں آئے نہ گئے۔ نہ جہاز کو سہارا دیا نہ زور لگایا صرف ''نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں'' پر عمل کیا اور کُن والی صفت کا اظہار کیا۔ اس بات سے قطع نظر حاجی امداد اللہ صاحب پیرانِ پیر عبد القادر جیلانی کو غوث الاعظم یعنی (سب سے بڑا فریاد رس، مددگار) کہہ کہ تذکرہ کرتے ہیں اور شرک کی اسی بیماری میں اشرف علی تھانوی بھی حاجی صاحب کے شریک ہیں۔ ایک واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

غوث الاعظم کون؟

''اور مجھ کو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خوشی یاد آ گئی'' (ارواح ثلاثہ ص ۱۳۳)

اس بات کا فیصلہ آپ خود کیجئے کہ غوث الاعظم اللہ ہے یا بندہ۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْئَرُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا

فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ﴾ (النحل: ۵۳-۵۴)

پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو تم اس کے آگے فریاد کرتے ہو تو جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگ جاتا ہے۔

اللہ کے سوا مددگار اور فریاد سننے والا کوئی نہیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾ (النمل: ۶۲)

کون ہے جو بے چین کی پکار کو سنے جب کہ وہ اسے پکارے اور اس سے تکلیف دور کرے۔

دیوبندی حضرات کے ہاں یہ لوگ مشکل کشا ہیں کیونکہ یہ اولیاء اللہ ہیں اور اولیاء اللہ کے بارے میں دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

اولیاء ۔ستون

''اولیاء اللہ عالم کے دعالم ہیں یعنی ستون۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۵۵)

جیسے چھت کو ستون کا سہارا دے کر گرنے سے بچا لیتے ہیں اسی طرح اولیاء اللہ دنیا کو سہارا دے کر تباہ و برباد ہونے سے بچاتے ہیں۔ اسی لئے تو انہیں غوث الاعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔

غرقابی سے بچاؤ

''مولوی محمد بسیہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک صاحب تھانہ بھون کے رہنے والے

دہلی میں کسی مجذوب کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوئے تو اس نے کہا کہ تھانہ بھون ابھی تک غرق نہیں ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت میں تو دعا کے واسطے حاضر ہوا ہوں اور آپ بد دعا فرما رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تھانہ بھون اب تک ضرور غرق ہو جاتا مگر وہاں دو شخص ہیں ایک مردہ ایک زندہ۔ ایک تو شاہ ولایت صاحب وہاں لیٹے ہوئے ہیں (ان بزرگ کا مزار تھانہ بھون میں ہے) اور ایک مولانا اشرف علی صاحب ان دونوں کی برکت سے تھما ہوا ہے ورنہ ضرور غرق ہو جاتا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۴۱۳)

دیوبندیوں کے نزدیک شہر مردے کے مزار اور زندہ کے گھر کی وجہ سے غرق نہیں ہوتا ورنہ ضرور غرق ہو جاتا اور اللہ کے نزدیک شہروں کی سلامتی کس چیز پر مبنی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ﴾ (فاطر: ۴۱)

بے شک اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور اگر اپنی جگہ چھوڑ دیں اللہ کے علاوہ کوئی ان کو تھامنے والا ہے۔

اللہ کے تھامنے سے شہر بچے ہوئے ہیں ورنہ کوئی ان کو بچانے والا نہیں ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک شہر اس لئے غرق نہیں ہوتا کہ وہاں ایک مردہ کا مزار ہے اور ایک زندہ شخص ''اشرف علی تھانوی'' کا ڈیرہ ہے ورنہ ضرور غرق ہو جاتا اور اللہ کے ہاں کسی شہر کو غرق ہونے سے نہ مردہ بچا سکتا ہے نہ زندہ۔ (ہاں اللہ کے رسول ؐ کی ذات مستثنیٰ ہے) جب کہ ان میں یہ خرابی آ جائے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى اِلاَّ وَ اَهْلُهَا ظَالِمُوْن ﴾ (القصص:۵۹)

ترجمہ: ہم کسی بستی کو تباہ و برباد نہیں کرتے مگر جب اس کے رہنے والے ظالم ہو جاتے ہیں۔

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴾ (ھود:۱۱۷)

ترجمہ: تیرا رب کسی بستی کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا (اس حال میں) کہ اس کے باسی اصلاح کرنے والے ہوں۔

اب تھانہ بھون میں اگر ظالم تھے تو اللہ اس کو تباہ کر دیتا کیونکہ وہ "**ولا یخاف عقبٰھا**" اس کے انجام سے ڈرتا نہیں نہ اسے مردہ ڈرائے اور نہ زندہ اور اگر اس بستی کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہیں تو اللہ اسے تباہ نہیں کرنے والا۔ یہ مردہ زندہ کا کیا چکر؟ صرف یہی ہے کہ لوگ اللہ کے علاوہ ان کو بھی مشکل کشا' دنیا کو سہارا دینے والا اور تباہی اور بربادی سے بچانے والا تسلیم کریں اور پھر ان کو ہی پکاریں کیونکہ وہ ان کو راستوں کے اندھیروں سے بچانے والے وہی شیطان سے نجات دلانے والے وہی مشکل وقت میں آنے والے جیسا کہ آگے آنے والے واقعات سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے۔قرآن کی اس آیت۔

﴿ أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِى ظُلُمَٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ﴾ (النمل:۶۳)

کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے۔

کے خلاف عقیدہ حضرات بریلوی تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضرؑ بھولے بھٹکے مسافروں کو جنگلوں اور دریاؤں میں راہ دکھلاتے ہیں دیوبندی ان کی اس بات کو تو شرکیہ سمجھتے ہیں لیکن اپنے مولوی صاحب کی اس قسم کی بات اسلام و ایمان کا درجہ

رکھتی ہے۔ درسِ حیات کے مصنف اپنے استاد اور اپنی جماعت کے مخدوم بزرگ کا تصرّف کبریائی والا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

بھولے بھٹکوں کو راہ لگانا

''کہ ایک پنڈت مرشدِ کامل کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ اچانک کسی مجذوب عورت سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے گڑھول کا پتہ دیا کہ وہاں تیرے درد کا درماں ہے۔ پنڈت کے سفر کا حال مصنف درسِ حیات کی زبانی سنیئے۔

دوپہر کا وقت تھا اور گرمی کا زمانہ جو گیارہ سٹیشن سے پیدل گڑھول جا رہے تھے۔ گرمی کے دونوں میں دوپہر کے وقت لوگ عموماً گھروں کے اندر پناہ لئے ہوتے ہیں باہر راستے میں چلتے ہوئے لوگ نہیں ملتے۔ یہ کئی جگہ راستہ بھولے اور ہر جگہ ایک ہی صورت کے ایک ہی شخص نے ظاہر ہو کر راستہ بتلادیا۔ جب گڑھول پہنچے حضرت کے جمالِ جہاں آرا پر نگاہ پڑی تو دیکھا کہ یہ تو وہی ہیں۔ بے اختیار عرض کیا بادشاہ میرے حال پر رحم کیجئے اور مجھ کو رستہ بتلایئے۔ حضرت نے پوچھا کیا بات ہے کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا گڑھول آتے ہوئے جہاں کہیں رستہ بھولا تو بادشاہ آپ نے ظاہر ہو کر راستہ بتلایا۔ اب آپ پوچھتے ہیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ آپ کو سب معلوم ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ (درسِ حیات ص ۳۰۰)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے حضرت کو غیب دان مان لیا ہے ورنہ انہیں کیسے علم ہوا کہ ایک جوگی میری خانقاہ کا راستہ بھول گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے پنڈت کی ایک ایک حرکت دیکھ رہے ہیں یا پنڈت کے ساتھ ہیں کہ جہاں رستے کی مشکل پڑی فوراً کشائی کر دی ورنہ وہ کونسی

براق کی طرح تیز رفتار سواری تھی کہ چشم زدن میں مسافر کے پاس بھی اور اپنے دربار میں بھی اور پھر جب پنڈت نے سابقہ تجربات کی بنا پر یہ دعویٰ کیا کہ آپ کو سب کچھ معلوم ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔حضرت جی نے رسماً بھی یہ نہیں کہا کہ اسلام میں کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ یہ خدا کا خاصہ ہے اور ہم بریلویوں کو اسی لئے تو مشرک کہتے ہیں کہ انہوں نے غیر اللہ کے حق میں اس قسم کا عقیدہ تسلیم کیا ہوا ہے۔

لیجئے عقیدۂ توحید سے متصادم اور شرک سے لبریز ایک اور واقعہ سنئے جس میں ایک شخص روحانی تصرف سے شاگرد کی مدد فرما کر شیطان کو مار بھگاتے ہیں۔

محمود الحسن اور شیطان کا مقابلہ

حیات شیخ الہند کے مصنف لکھتے ہیں'' ۱۳۳۲ء کے آخیر میں دیوبند میں شدید طاعون ہوا۔ چند طلباء بھی مبتلا ہوئے ایک فارغ التحصیل طالب علم محمد صالح جو صبح شام میں سندِ فراغت لے کر وطن رخصت ہونے والے تھے۔ اس مرض میں مبتلا ہوئے اور حالت آخری ہوگئی۔ وفات سے کسی قدر پہلے انہوں نے ایسی گفتگو شروع کی کہ گویا شیطان سے مناظرہ کر رہے ہیں۔ اس کے دلائل کو توڑتے اور اپنے استدلال پیش کرتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے مناظرے میں شیطان کو بخوبی شکست دے دی۔ پھر کہنے لگے افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے یہ کہتے کہتے دفعتہً بول اٹھے کہ واہ واہ سبحان اللہ۔ دیکھو میرے استاد حضرت مولانا محمود الحسن صاحب تشریف لائے۔ دیکھو وہ شیطان بھاگا۔ ارے خبیث کہاں جاتا ہے۔ایک ساعت کے بعد طالب علم کا انتقال ہوگیا۔

حضرت مولانا اس واقعے کے وقت وہاں موجود نہ تھے مگر روحانی تصرف سے امداد فرمائی۔ (حیات شیخ الہند ص ۱۹۷)

کہا جاسکتا تھا کہ جان کنی کے موقع پر منہ سے عجیب وغریب باتیں نکلتی ہیں کیونکہ مرنے والا پورے ہوش وحواس میں نہیں ہوتا لیکن راوی کے اس فقرے نے ''کہ حضرت مولانا اس واقعے کے وقت وہاں موجود نہ تھے مگر روحانی تصرف سے امداد فرمائی۔'' واقعے کو درست تسلیم کر کے غیب سے روحانی مدد کے ذریعے مشکل کشائی کے عقیدے پر مہر ثبت کر دی اور یہ نہ سوچا کہ ہم مخالفین کے اس اعتراض کو کیسے رفع کریں گے کہ محمود الحسن صاحب کو اس بات کا علم کیسے ہوگیا کہ ایک طالب علم جان کنی کے موقع پر شیطان سے مناظرہ کر رہا ہے اور مشکل میں ہے اور پھر وہ چشم زدن میں شیطان کو مار بھگانے کے لئے طالب علم کے سرہانے کیسے پہنچ گئے انہوں نے تصرف کی کون سی طاقت کا استعمال کیا اور اس مخلوق کو کیسے دیکھ لیا جب کہ وہاں موجود افراد اس کو دیکھنے سے قاصر تھے۔ ان باتوں کا کوئی جواب ہے؟ ورنہ بقول بریلویوں کے اپنے مولوی میں اتنے اختیارات ماننے کے باوجود نہ تو عقیدہ توحید مجروح ہوا اور نہ کتاب وسنت سے کوئی تصادم لازم آیا اور اگر یہی عقیدہ ہم کسی نبی کے بارے میں رکھیں تو یہ دیوبند کے نام نہاد موحدین ہماری جان و ایمان کے درپے ہو جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا واقعہ کی تشریح میں ذرا اشرف علی تھانوی صاحب کا بیان پڑھیں۔

''کوئی روح اپنا بدن حالتِ حیات میں چھوڑ کر دوسرے مردے کے بدن میں چلی جائے تو یہ بات ریاضت سے حاصل ہوسکتی ہے۔'' (تعلیم الدین ص ۱۱۸)

مشکل کشائی کے اس قسم کے واقعات نے مریدین کا عقیدہ اتنا پختہ کر دیا ہے

کہ اس بات کے باوجود کہ پیر انکاری ہے کہ میں نے فلاں موقع پر تمہاری مدد نہیں کی۔ میری شکل میں اللہ نے کسی کو امداد کے لئے بھیج دیا ہوگا لیکن مرید اسے انکساری یا جھوٹ پر محمول کرتے رہے۔

لیجئے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے مرید کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

عقیدے کی خرابی

مصنف اشرف السوانح لکھتے ہیں کہ "عرصہ دراز ہوا ایک صاحب نے خود احقر سے یہیں خانقاہ میں بایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں تو حضرت والا یہاں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں۔ کیونکہ میں ایک بار خود حضرت والا کو باوجود کہ تھانہ بھون میں ہونے کے' علی گڑھ میں دیکھ چکا ہوں جب کہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی ہوئی تھی۔ میں بھی اس نمائش میں اپنی دکان لے گیا تھا۔

جس روز آگ لگنے والی تھی اس روز خلاف معمول عصر ہی کے وقت سے میرے قلب کے اندر ایک وحشت سی پیدا ہونے لگی تھی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے اصل بکری کا وقت وہی تھا۔ لیکن میں نے اپنی دوکان کا سارا ساز و سامان قبل از وقت ہی سمیٹ کر بکسوں میں بھرنا شروع کر دیا۔ جب بعد مغرب آگ لگنے کا شور و غل ہوا تو چونکہ میں اکیلا ہی تھا اور بکس بھی بھاری تھے۔ اس لئے میں سخت پریشان ہوا کہ یا اللہ دکان سے باہر کیونکر لے جاؤں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعتہً حضرت والا نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا کہ جلدی سے اٹھاؤ۔ چنانچہ اس طرف سے تو انہوں نے بکس کو اٹھایا اور

دوسری طرف سے میں نے اٹھایا۔ اسی طرح تھوڑی دیر میں ایک ایک کر کے سارے بکس باہر رکھوا دیئے۔ اس آگ سے اور دوکانداروں کا تو بہت نقصان ہوا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ میرا سارا سامان بچ گیا۔ اس واقعہ کو سُن کر احقر نے اس سے پوچھا کہ آپ نے حضرت والا سے یہ نہ دریافت کیا کہ آپ یہاں کہاں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اجی پوچھنے پُچھنے کا اس وقت ہوش ہی کہاں تھا میں تو اپنی پریشانی میں مبتلا تھا۔ (اشرف السوانح ۳/۷۱)

مرید صاحب نے یہ بات نہ سوچی کہ آج تک تو ہم بریلویوں کے سینے پر مونگ دلتے رہے اور انہیں طعنے دیتے رہے کہ نبی کا وجود ایک ہے اور بیک وقت کئی محفل میلاد منعقد کرنے پر کس طرح آپؐ ہر جگہ پہنچ سکتے ہیں اور آج اپنے حضرت کے بارے میں یہ بات منہ سے نکل رہی ہے کہ ''گو دیکھنے میں تو حضرت والا یہاں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں۔'' جب ہی تو بریلوی مولوی ارشد القادری صاحب یہ کہتے ہیں ایک ہی بات رسول کونین ﷺ کے حق میں تو کفر ہے شرک ہے ناممکن ہے لیکن اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں اسلام ہے ایمان ہے اور امر واقعہ ہے۔'' یہ کیسی منافقت ہے؟

اور پھر مرید صاحب کے ذہن سے یہ بات بھی نکل گئی کہ نظروں سے اوجھل کسی واقعہ کو بغیر سبب کے معلوم کر لینا بلکہ قبل از وقت معلوم کر لینا ہی غیبی قوت ہے جو غیر اللہ میں تسلیم کر لینا شرک ہے اور اس واقعہ میں پیر تھانہ بھون میں ہے اور علی گڑھ میں ہونے والے حادثہ کو قبل از وقت معلوم کر لیتا ہے۔ کیا یہی توحید ہے اور پھر بجلی کے کوندے کی طرح وہاں پہنچ کر مصیبت زدہ مرید کی مدد کرنا کیا غیر اللہ کے اختیار میں ماننا ہی ان کے ہاں اسلام و ایمان کی شرط ہے۔

یہ تو آپ نے زندہ لوگوں کی حاجت براری ملاحظہ فرمائی۔ ذرا مردوں کی مشکل

کشائی کا انداز بھی دیکھتے چلئے:۔

مردے کا میدانِ مناظرہ میں آ جانا

سوانح قاسمی کے مصنف ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ

'' ایک بریلوی عالم اور ایک دیوبندی طالبعلم کا مناظرہ طے ہوا۔ دیوبندی طالب علم نے مناظرے کا وعدہ ڈرتے ڈرتے کرلیا۔ تاریخ وحمل و مقام سب کا مسئلہ طے ہوگیا۔ واعظ مولانا صاحب ''بڑا زبردست عمامہ طویلہ وعریضہ سر پر لپیٹے ہوئے کتابوں کے پشتارے کے ساتھ مجلس میں اپنے حواریوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے۔ ادھر یہ غریب دیوبندی امام مخنی وضعیف مسکین شکل' مسکین آواز' خوفزدہ لرزاں وترساں بھی اللہ اللہ کرتے ہوئے سامنے آیا۔ سننے کی بات یہی ہے جو اس دیوبندی امام نے مشاہدہ کے بعد بیان کی۔ کہتے تھے کہ مولانا واعظ صاحب کے سامنے میں بھی بیٹھ گیا۔ ابھی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ اچانک اپنے بازو میں مجھے محسوس ہوا کہ ایک شخص اور جسے میں نہیں پہچانتا تھا وہ بھی آکر بیٹھ گیا ہے اور مجھ سے وہ اجنبی اچانک نمودار ہونے والی شخصیت کہتی ہے' گفتگو شروع کرو اور ہرگز نہ ڈرو۔ دل میں غیر معمولی قوت اس سے پیدا ہوئی اس کے بعد کیا ہوا دیوبندی امام صاحب کا بیان سنیئے۔

کہ میری زبان سے کچھ فقرے نکل رہے تھے اور اس طور پر نکل رہے تھے کہ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہوں جس کا جواب مولانا واعظ صاحب نے ابتداء میں تو دیا لیکن سوال و جواب کا سلسلہ ابھی دراز بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک دفعہ مولانا واعظ صاحب کو دیکھتا ہوں کہ اٹھ کھڑے ہوئے میرے قدموں پر سر ڈالے ہوئے رو

رہے ہیں۔ پگڑی بکھری ہوئی ہے اور کہتے جاتے ہیں میں نہیں جانتا تھا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں للہ مجھے معاف کیجئے آپ جو کچھ فرما رہے ہیں یہی صحیح اور درست ہے۔ میں ہی غلطی پر تھا۔ یہ منظر ہی ایسا تھا کہ مجمع دم بخود تھا کیا سوچ کر آیا تھا اور کیا دیکھ رہا تھا۔ دیوبندی امام نے کہا اچانک نمودار ہونے والی شخصیت میری نظر سے اس کے بعد اوجھل ہوگئی اور کچھ نہیں معلوم کہ کون تھے اور قصہ کیا تھا۔ قصہ تو ختم ہو گیا۔ قصبہ کے مسلمان جو پہلے ہی سے دیوبندی امام صاحب کے معتقد تھے ان کے عقید تمندوں میں اس واقعہ نے چار چاند لگا دیئے اور پہلے سے بھی زیادہ راحت و آرام میں دیوبندی امام صاحب کے اضافہ ہوگیا۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں میں نے ان مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ اچانک نمودار ہوکر غائب ہو جانے والی شخصیت کا حلیہ کیا تھا۔ حلیہ جو بیان کیا فرماتے تھے کہ سنتا جاتا تھا اور حضرت الاستاد کا ایک ایک خال وخد نظر کے سامنے آتا چلا جا رہا تھا۔

جب وہ بیان ختم کر چکے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو حضرت الاستاد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو تمہاری امداد کیلئے حق تعالی کی طرف سے ظاہر ہوئے۔ (سوانح قاسمی جلد ۱ص ۳۳۱)

قارئین! ذرا غور فرمائیے اس ایک ہی واقعہ میں شرکیہ عقائد کے انبار لگا دیئے ہیں۔

۱- زند تو زندہ رہ گئے اس مردہ کے بارے میں جس کو مرے مدت ہوگئی اور جسے منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیا گیا اور جس کے بارے میں قرآن کا یہ فیصلہ ہوگیا۔

﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (النحل: ۲۱)

یہ مردہ ہیں زندہ نہیں اور ان کو تو اپنے اٹھائے جانے کا بھی علم نہیں۔

اسکے بارے میں اس عقیدے کا برملا اقرار کرلیا گیا کہ اس نے عالم برزخ میں اپنی غیبی قوت سے یہ معلوم کرلیا۔ ایک غریب علم سے کورا' دیوبندی' خوفزدہ امام' منحنی وضعیف' مسکین شکل' مسکین آواز' لرزاں وترساں' میدانِ مناظرہ میں بے دست و پا ہے چل کر اسے حوصلہ دینا چاہیے تا کہ اسکے دل میں غیر معمولی قوت پیدا ہو۔ یہ کس شریعت کا مسئلہ ہے کہ ایک مردہ اپنے جسم ظاہری کے ساتھ اپنی قبر سے نکل کر جہاں دل چاہے جاسکتا ہے اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (الزمر: ۴۲)

اللہ مرنے والے اور جس پر ابھی موت نہیں آئی بلکہ حالت نیند میں ہے کی روحوں کو قبض کرلیتا ہے۔ پس جس پر موت آگئی اس کی روح کو ایک مقررہ مدت (قیامت) تک کے لئے روک لیتا ہے اور دوسرے کی روح کو واپس بھیج دیتا ہے۔

بہروپیوں کا اصل رُوپ

ذرا علماء دیوبند کا روح کے لوٹنے اور تصرف کرنے کے بارے میں نظریہ سن لیں فرماتے ہیں مؤمن کی روح خاص کر اولیائے حق اور صلحائے امت کی روحیں جسم سے جدائی کے بعد اس عالِم مادی میں تصرف کی قدرت رکھتی ہیں اوران ارواح کا تصرف قانون کے مطابق ہوتا ہے۔

(اہل اللہ کی عظمت علمائے دیوبند کی نظر میں از اخلاق حسین قاسمی صدر جمعیت علماء صوبہ دہلی)

اسی طرح فتاوٰی امدادیہ میں ہے۔

استمد اد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثابت ہے۔ (۱۰۴/۴)

روح کا اس جسم میں اس طرح لوٹنا کہ انسان قبر پھاڑ کر باہر نکل کر آجائے اور پھر زندوں کی مشکل کشائی کر کے واپس قبر میں داخل ہو کر خود ہی قبر درست کر لینا کہاں آیا ہے آج تک عام لوگوں نے یہی سنا ہے کہ دیوبندی مردوں سے مدد لینے کے قائل نہیں یہ تو اس طرح کے تصور کو ہی شرک کہتے ہیں۔لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔روحوں کا تصرّف روحوں سے فیض حاصل کرنے کے بارے میں دیوبندیوں کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے۔ زلزلہ در زلزلہ کے مصنف ارشد القادری صاحب کی کتاب زلزلہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''علمائے دیوبند ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اللہ کے علاوہ غیب کی کوئی بات کسی کو معلوم نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح وہ اس بات کے بھی قائل نہیں ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد سرے سے کوئی تصرّف نہیں کرسکتا۔ (زلزلہ در زلزلہ ص ۱۰۱)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود ایاز

اسی طرح لکھتے ہیں:۔

''ہر انسان کو چاہے وہ اس دنیا میں ہو یا عالمِ برزخ میں اسے اللہ کی اجازت اور اس کا فیض ضروری ہے جب تک اجازت ہے تب تک عالم برزخ سے بھی کچھ روحیں آکر دنیا والوں کی مدد کرتی ہیں اور انہیں بعض باتیں بتا دیتی ہیں۔'' (زلزلہ در زلزلہ ص ۱۵۴)

دیوبندیوں کے امام اور پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں'' اویسیہ وہ گروہ ہے کہ کسی بزرگ کی روح سے مستفید ہوا ہو جیسا کہ حضرت حافظ روحانیت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابو الحسن خرقانی روحانیت بایزید بسطامی قدس

سرہ سے کہ سو سال بعد وفات حضرت کے پیدا ہوئے تھے۔ فیضیاب ہوئے۔

(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۵۴)

اگر بریلوی روحوں سے استفادہ کا عقیدہ رکھیں تو یہی حضرات توحید پرستی کے غرور میں بریلویوں کو بے دریغ مشرک بدعتی اور قبر پرست تک کہہ دیتے ہیں لیکن جب اپنے قبیلے کے شیخ کی بات چلی تو بے دردی کے ساتھ اسلامی عقیدہ کا خون کرنے کے علاوہ نصف صدی کی اس جماعتی مصنوعی کوشش کا بھی خون کر دیا کہ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے مدد حاصل کرنا شرک ہے۔ لیکن اب اپنے مولوی صاحب کا تقدس برقرار رکھنے کے لئے دیوبندی عالم احسن گیلانی صاحب کو منافقت کا لبادہ اتارنا پڑا اور اپنے اصل عقیدے کا اظہار ان الفاظ میں کرنا پڑا۔

وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہلسنت والجماعت کا ہے آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کرواتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخفیف صلوٰۃ کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیاء کرام علیہ السلام سے ملاقاتیں ہوئیں بشارتیں ملیں تو اس قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن کی کس آیت یا حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے۔“

(حاشیہ سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۳۲)

ایک بریلوی عالم اس پر یوں اظہارِ خیال کرتا ہے۔

”ان حالات میں ایک صحیح الدماغ آدمی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا روح کے جو تصرفات و اختیارات اور غیبی علم و ادراک کی جو قوتیں دوسرے کے حق میں تسلیم کرنا

کفر وشرک ہے اپنے مولانا کے حق میں کیونکر اسلام و ایمان بن گیا۔ جبھی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر دیوبندی حضرات میں خالص عقیدۂ توحید کا جذبہ کارفرما ہوتا شرک کے معاملے میں اپنے اور بیگانے میں کوئی رعایت نہ کرتے۔ اگر ہم مرسلین و انبیاء وشہداء مقربین اور اولیائے کاملین کی صرف روحوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھ لیں کہ خدائے قدیر نے انہیں عالمِ برزخ میں زندوں کی طرح حیات وتصرف کی قدرت بخشی ہے تو بدعت وشرک، مردہ پرستی اور جاہلیت کے طعنوں سے ہمارا جینا دوبھر کر دیا جاتا ہے۔ دار الافتاء بادل کی طرح گرجنے اور برسنے لگتا ہے۔ آنکھوں میں دھول جھونک کر توحید پرستی کا سوانگ آخر کب تک رچایا جائے گا۔ (خلاصہ از زلزلہ)

اور جب بریلوی عالم نے احسن گیلانی کی یہ تحریر تلاش کر لی کہ ''پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔'' (حاشیہ سوانح قاسمی ۱/۳۳۲)

تو ان کی ظرافت کی رگ یوں پھڑکتی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

اللہ اکبر! دیکھ رہے ہیں آپ؟ قصہ آرائی کو واقعہ بنانے کے لئے یہاں کتنی بیدردی کے ساتھ مولانا نے اپنے مذہب کا خون کیا ہے جو عقیدہ نصف صدی سے پوری جماعت کے ایوان فکر کا سنگِ بنیاد بنا رہا ہے اسے ڈھانے میں موصوف کو ذرا بھی تامل نہیں ہوا۔

آپ کے یہاں تو اس کے ایک مورچے پر نصف صدی سے جنگ لڑی جارہی ہے، معرکۂ کارزار میں حقائق کی تڑپتی ہوئی لاشیں آپ نہیں دیکھ پاتے تو اپنے ہی قلم کی تلوار سے لہو کی ٹپکتی ہوئی بوند ملاحظہ فرمایئے:۔ (انتہی) (زلزلہ)

جب دیوبندی یہ اقرار کرتے ہیں:۔

''ہم قوم کے سامنے کھلے عام یہ اعلان کرتے ہیں علمائے دیوبند کا معاذ اللہ یہ

عقیدہ نہیں ہے کہ...... وفات یافتہ بزرگوں کو ہر طرح کے تصرف کی قدرت ہے۔
(زلزلہ در زلزلہ)

تو ایک دیوبندی عالم عامر عثمانی اس کا یوں جواب دیتے ہیں
اس جملہ سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بزرگوں کو ہر طرح کے تصرفات کی قدرت حاصل رہے یا نہ رہے لیکن کسی نہ کسی قسم کے تصرف کی قدرت لازما حاصل رہتی ہے اور تصرف کی اس قدرت کی اڑان کس قدر ہے۔ اس واقعے سے آپ خود اڑان کی قوت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ (تجلی دیوبند ستمبر ۱۹۷۵ ص ۶۴)

مُردے کا فیصلہ

قاری طیب صاحب فرماتے ہیں کہ مدرسہ دیوبند کے صدر مدرسین کے درمیان کچھ جھگڑا پڑا اس وقت رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ تھے اور صدر مدرس محمود الحسن صاحب بھی اس جھگڑے میں شریک ہو گئے اور جھگڑا طول پکڑ گیا۔

''اسی دوان میں ایک دن علی الصبح بعد نمازِ فجر مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمود الحسن صاحب کو اپنے حجرے میں بلایا (جو دار العلوم دیوبند میں ہے) مولانا حاضر ہوئے اور بند حجرے کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہوئے موسم سخت سردی کا تھا۔ مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو۔ مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا۔ اور خوب بھیگ رہا تھا۔ فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسدِ عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور میرا لبادہ تر بتر ہو گیا اور یہ فرمایا کہ محمود حسن کو کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔ پس میں نے

یہ کہنے کے لئے بلایا ہے۔مولانا محمود حسن نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصہ میں کچھ نہ بولوں گا۔'' (ارواح ثلاثہ:۲۶۱)

اب عقیدے کی بربادی اس واقعہ پر دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی کے حاشیہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اور دیوبندیوں کے اس عقیدے پر دل کھول کر خون کے آنسو بہایئے۔مولانا اشرف علی اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یہ واقعہ روح کا تمثل ہے اور اس کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ جسد مثالی تھا مگر مشابہ جسدِ عنصری کے دوسری صورت یہ کہ روح نے خود عناصر میں تصرف کر کے جسدِ عنصری تیار کرلیا۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۶۲)

اس ایک ہی واقعے میں شرکیہ عقائد کے دریا بہا دیئے ہیں۔

ا-مولانا قاسم نانوتوی جو فوت ہو چکے ہیں ان کے حق میں علمِ غیب تسلیم کیا کہ انہیں عالمِ برزخ میں اس بات کی خبر ہوگئی کہ مدرسہ دیوبند کی چاردیواری میں مسند کی خاطر مدرسین آپس میں دست وگریباں ہونے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔

اور پھر ان کی روح کی پرواز کا کیا کہنا کہ تھانوی صاحب کے بقول مدرسہ دیوبند میں جھگڑے کے خاتمے کے لئے روح نے خود ہی عناصر (آگ' پانی' مٹی اور ہوا) میں تصرف کر کے جسدِ عنصری تیار کرلیا۔ اور بقول ارشد القادری خود ہی اس میں داخل ہوکر زندگی کے آثار اور نقل وحرکت کی قوتِ ارادی سے مسلح ہوئی اور لحد سے نکل کر سیدھے دیوبند کے مدرسہ میں چلی آئی۔

ہوسکتا ہے کہ یہ شیطانی چکر ہو لیکن مقامِ فکر یہ ہے اس واقعے کے صادق ہونے کی مولوی رفیع الدین صاحب نے بھی گواہی دی اور حیرت کا مقام ہے کہ محمود

الحسن بے چون و چرا اسے تسلیم کر کے ایمان لے آئے۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ آج تک تو روح کے ان تصرفات اور اختیارات کا نام تو ہم نے اپنی لغت میں شرک رکھا ہوا تھا۔ اب اچانک اس کو ایمان و اسلام کا درجہ کیسے دے دیا جائے۔

اور پھر تھانوی صاحب کا تو کیا کہنا کہ انہوں نے تو روح کو اللہ کے ساتھ ساتھ جسم کا خالق تسلیم کر لیا اور اب ان خرافات کو قاری طیب صاحب ارواحِ ثلاثہ میں درج کر کے اپنے اس عقیدے کی تشہیر فرما رہے ہیں۔

بقول زلزلہ در زلزلہ کے مصنف روح کے اتنے تصرفات کو دیوبندی تسلیم کرتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔

تالاب میں دونوں ننگے

انکشاف کے مصنف دیوبندی عالم اپنی کتاب میں احیاء العلوم للغزالی جلد ۱/۱۴۳، ۸۱ سے دو حوالے اور عوارف المعارف سے روحوں کے اختیارات پیش کر کے فرماتے ہیں:۔

''اب مذکورہ اثبات سے آپ یہ بخوبی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ارواح اولیاء کو کس قدر من جانب اللہ اختیارات ہیں۔ (انکشاف: ص ۷)

ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

ارواحِ اولیا کا من جانب اللہ مدد کے لئے آنا بغیر مکروہات کا ارتکاب کئے یعنی مزارات پر جا کر براہِ راست ان سے مدد مانگنا، ان کو غم والم ماحی جاننا، اپنے اختیار اور ارادے سے تمام حاجتوں کا پورا کرنے والا سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔ (انکشاف ص۱۹)

اسی طرح ایک مقام پر امام غزالی کے حوالے سے اہلِ قبور کی چار قسمیں

بنائیں اور پہلی قسم میں اولیاء وانبیاء کو شامل کیا اور ان کے بارے میں لکھا:۔

''ان کے اندر بہت سے اختیارات رہتے ہیں''۔ (انکشاف ص ۶۹)

پھر لکھتے ہیں:۔

اب مذکورہ اثبات سے آپ بخوبی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ارواحِ اولیاء کو کس قدر مِن جانب اللہ اختیارات ہیں۔ (انکشاف ص ۷۰)

ایک مقام پر صاحبِ انکشاف کا قلم یوں چلتا ہے:۔

'' اولیاء اللہ کی ولایت اور ان کی کرامت انکی وفات کے بعد بھی باقی اور باذن اللہ جاری رہتی ہے۔اس ضمن میں اتنا سمجھ لیجئے کہ اللہ کے حکم سے ارواحِ اولیاء دنیا میں بھی آ سکتی ہیں اور بحکم الٰہی دوسرے کی بھی مدد کر سکتی ہیں'' ۔ (انکشاف ص ۶۷)

ایک جگہ پر اصلاحات صوفیہ نامی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''یہی لوگ مسند ارشاد کے وارث ہوتے ہیں۔ ان سے مخلوق کی حاجت روائی ہوتی ہے۔'' (انکشاف ص ۲۵۰)

ایک جگہ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:۔

بعض بزرگوں کو جو اہل تصرف ہوتے ہیں عناصر پر قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سے چند اجساد کو ترکیب دے کر شکل بدل لیتے ہیں چونکہ روح میں انبساط ہے۔ اس سے ایک روح کو ان چند اجساد کے ساتھ متعلق کر کے چند شکلوں میں متشکل ہو سکتے ہیں۔ (مقالات حکمت ص ۳۱)

ذرا تذکرۃ الرشید کے حوالے سے بھی کچھ سن لیجئے:۔

غائب رہنا

''ہم انہی دنوں سید صاحب کو ایک پہاڑ میں تلاش کر رہے تھے۔ دفعۃً کچھ ہی فاصلے پر گڑگڑاہٹ سنی۔ میں وہاں گیا تو دیکھوں کیا کہ سید صاحب اور ان کے دو ہمراہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام ومصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیوں غائب ہو گئے سب لوگ بغیر آپ کے پریشان ہیں۔ مجبور ہو کر ہم لوگوں نے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنا لیا ہے اور ان سے بیعت کی ہے۔ آپ نے اس پر تحسین کی اور فرمایا ہم کو غائب رہنے کا حکم ہوا ہے اس لئے ہم نہیں آ سکتے۔ (تذکرۃ الرشید۲/۲۷۱)

شاید یہ بھی تصرف عناصر کر کے حاضر ہو گئے ہوں گے۔ ذرا ایک اور تصرف بھی سُن لیں۔

مُردے کا مٹھائیاں بانٹنا

مرنے کے بعد کہیں تو جھگڑے حل کرواتے ہیں اور کہیں مٹھائیاں بانٹتے نظر آتے ہیں۔

''اشرف السوانح کے مصنف اشرف علی تھانوی کے پردادا محمد فرید صاحب کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''حضرت صاحب کسی بارات میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آ کر بارات پر حملہ کیا۔ اِن کے پاس کمان تھی اور تیر تھے۔ انہوں نے ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانا شروع کئے۔ چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر بے سروسامانی تھی یہ مقابلے میں شہید ہو گئے شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت

اپنے گھر میں مثلِ زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح سے روز آیا کریں گے۔لیکن ان کے گھر والوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں گے اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے ۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔ (اشرف السوانح ج ا ص۱۲)

کیسا عجیب طلسم ہے کہ مرنے کے بعد مثلِ زندہ تشریف لائے اور روز آنے کا وعدہ کیا اور ادھر قرآن اس شخص کا تذکرہ کرتا ہے جس کو تبلیغ کے جرم میں شہید کر دیا جاتا ہے اور اللہ اسے کہتا ہے

﴿قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَلِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ﴾ (یٰس: ۲۶-۲۷)

جنت میں داخل ہو جا وہ کہتا ہے کہ اے کاش میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے معاف کر دیا اور مجھے مکرمین میں سے کر دیا۔

اب یہ بھی حسرت بھرے انداز میں کہتا ہے کہ کاش قوم جان لیتی۔ اگر واپس جانے والا مسئلہ ہوتا تو یہ شہید ضرور بتلانے کے لئے جاتا کہ ایمان کے بدلے میں اللہ کیا کیا دیتا ہے لیکن اللہ کے ہاں تو قانون ہی یہ ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:۔

﴿كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ٥ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ٥ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ٥ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ٥ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ﴾ (القیامہ:۲۶تا۳۰)

دیکھو جب جان گلے تک پہنچ جائے لوگ کہیں گے (اس وقت) کون جھاڑ پھونک کرنے والا ہے اور (جان بہ لب) نے سمجھا کہ سب سے جدائی ہے اور پنڈلی

سے پنڈلی چمٹ جائے اس دن سمجھ کہ اپنے رب کی طرف چلنا ہے۔

اب واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ کا دعویٰ ہے۔

﴿فَلَوْلَآ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ٥ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ٥ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ٥ فَلَوْلَآ إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ٥ تَرْجِعُونَهَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ﴾ (الواقعہ ۸۳-۸۷)

بھلا جب روح گلے میں آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔ پس اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو تو اگر تم سچے ہو تو روح کو پھیر کیوں نہیں لیتے۔

جب مرتے وقت حلق سے روح واپس نہیں آتی تو مرنے کے بعد پھر روح جسم میں اس طرح داخل ہو جائے کہ یہ قبر پھاڑ کر گھر تشریف لائیں اور روز آنے کا وعدہ کریں اور گھر والوں کو مٹھائی بھی بانٹے۔ معلوم نہیں برزخ ہے یا مٹھائی کا باڑہ۔ اگر برزخ سے نہیں لی تو دنیا میں کس کی چوری کی۔ کیونکہ خالی ہاتھ جانے کے بعد رقم کا حصول کیسے ہوا اور پھر ہر روز کیلئے رقم کہاں سے آئی اور پھر جب گھر والوں نے راز افشاء کر دیا تو انہیں کیسے معلوم ہوا کہ اب نہیں جانا کیونکہ گھر والے بے وفا نکلے کیا ان سوالات کا تسلی بخش جواب کسی دیوبندی پیر یا مرید مولوی یا مقتدی کے پاس ہے؟

لیکن آپ ذرا زلزلے کے مصنف کی گرفت کا جواب سنیں۔ فرماتے ہیں:۔

''رہا اولیاء اللہ کو احیاناً عالمِ برزخ میں دنیا کے احوال کا علم ہو جانا تو ایسے علم کو علم غیب سے تعبیر کرنے والا سخت ناداں اور جہالت میں مبتلا ہے۔ (الکشاف ص۹۳)

مُردے کا ملاقات کے لئے آنا

عالمِ برزخ سے ملاقات کے لئے عالمِ دنیا میں چلے آنا اتنا آسان و سہل ہے کہ کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ مرنے کے بعد گھر لوٹ کر آنے کا یہ واقعہ مولانا اشرف علی تھانوی کی زبانی سنیئے:۔

"مولانا اسمٰعیل دہلوی کے قافلے میں ایک شخص شہید ہو گئے جن کا نام بیدار بخت تھا۔ یہ مجاہد دیوبند کے رہنے والے تھے۔ ان کی شہادت کی خبر آ چکی تھی۔ ان کے والد حشمت علی خان صاحب حسبِ معمول دیوبند میں اپنے گھر میں ایک رات تہجد کے لئے اٹھے تو گھر کے باہر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ان کے بیٹے بیدار بخت ہیں بہت حیرانگی بڑھی کہ یہ تو بالاکوٹ میں شہید ہوگئے تھے یہاں کیسے آ گئے بیدار بخت نے کہا جلدی کوئی دری وغیرہ بچھایئے۔ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب اور سیّد (احمد) صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ حشمت خان نے فوراً ایک بڑی چٹائی بچھا دی۔ اتنے میں سید صاحب اور مولانا شہید اور چند دوسرے رفقاء بھی آ گئے حشمت خان نے محبت پدری کی وجہ سے سوال کیا تمہارے کہاں تلوار لگی تھی۔ بیدار بخت نے سر سے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کو دکھایا کہ یہاں تلوار لگی تھی۔ حشمت خان نے یہ کہا کہ ڈھاٹا پھر سے باندھ لو۔ مجھ سے یہ نظارہ نہیں دیکھا جاتا۔ تھوڑی دیر بعد یہ تمام حضرات واپس تشریف لے گئے۔ صبح کو حشمت خان کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہیں تھا۔ مگر چٹائی کو غور سے دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے۔ یہ وہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے اس کے

والد نے دیکھے تھے۔ ان قطروں کو دیکھ کر حشمت خان سمجھ گئے کہ بیداری کا واقعہ ہے خواب نہیں۔ اخیر میں چند راویوں کے نام گنائے کہ اس حکایت کے اور بھی بہت سے معتبر راوی ہیں۔

(ملفوظات مولانا اشرف علی خان ص ۴۵۹ بحوالہ ہفت روزہ چٹان ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء)

ایک بریلوی عالم اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:۔

''دیوبند کے یہ شہید اعظم جنہوں نے کرشمہ سازی میں دنیا کے تمام شہیدوں کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ یہ ان کی روحانی سطوت کا عالم ہے لیکن یہاں شخصیت پرستی کی یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ اس قصہ میں جنگِ آزادی کے ایک شہید کو بدر وحنین کے شہیدوں سے بھی آگے بڑھا دیا۔ کیونکہ اسلام کے سارے شہیدوں پر برتری حاصل ہونے کے باوجود ان کے متعلق کوئی بھی روایت نہیں ملتی کہ وہ اپنا کٹا ہوا سر لے کر زندوں کی طرح اپنے گھر آئے ہوں اور بالمشافہ بات چیت کی ہو۔ یہ عقیدہ تسلیم کر کے بھی ان کے عقیدۂ توحید کی اجارہ داری میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ لیجئے اسی قبیل کا ایک اور واقعہ پڑھ لیجئے۔

مُردوں کا انتقام

''محمد مصطفیٰ بجنوری لکھتے ہیں اس زمانے میں مہندس نے آپ کے قریب میں ایک مکان تعمیر کیا اور اس میں ایک غرفہ رکھا۔ جس سے حضرت کے دولت خانے کی بے پردگی ہوتی تھی اور انواع و اقسام کے ظلم و جبر خدمت شریف میں کرتا تھا اور آپ کی طرف سے اپنے دل میں عناد رکھتا تھا۔ حضرت نے ایک شخص کے ذریعے کلمۃ الخیر تبلیغ فرمایا۔ لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا' بلکہ کلمات بیہودہ زبان پر لایا۔

لوگوں نے یہ واقعہ حضرت سے عرض کیا اور اکثر احباب کی رائے ہوئی کہ حاکمِ وقت کے یہاں استغاثہ کیا جائے۔ بجواب اس کے حضرت ایشاں نے ارشاد فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکمِ حقیقی کے یہاں ہے۔ حاکم مجازی کے آگے درخواست کرنا درست نہیں ہے۔ ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ تیغ برہنہ اہل چشت نے اس پر گزر کیا اور باوجود اعزاز بلیغ و اعتبارِ عظیم بلاوجہ ظاہری اپنے منصب سے علیحدہ کر دیا گیا اور ایسی ذلت و خواری میں مبتلا ہوا کہ اللہ کسی کو نہ دکھاوے۔ بے شک سچ کہا ہے کہ خواجگانِ چشت علیہ الرحمہ نے اپنی تلوار بے نیام کر کے لٹکا رکھی ہے اور کسی پر اس کا وار نہیں کیا جاتا مگر جو کوئی اس سے لگ اور چھیڑ کر نکلتا ہے اپنی کرنی کو بھرتا ہے۔'' (امداد المشتاق ص ۱۷۵)

معلوم نہیں حاکمِ حقیقی سے مراد کون ہے۔ اگر اللہ ہے تو اللہ نے سزا فرشتوں کے ذریعے دینی تھی۔ یہ خواجگانِ چشت خدا کی کونسی فوج ہے کیونکہ اللہ کسی کو سزا فرشتوں کے ذریعے ہی دیتا ہے۔ یہ مردہ لوگوں کا سزا دینا اور انتقام لینا کس شریعت کا مسئلہ ہے اور ان کا تلوار بے نیام رکھنا ایسا لگتا ہے کہ یہ خدائی فوج صرف انتقام لینے کے لئے ہے۔ معلوم نہیں ان کو کیسے علم ہو جاتا ہے کہ فلاں آدمی نے ہمارے فلاں آدمی کو تنگ کیا ہے۔

مُردے کی عنایت

لیجئے ایک اور مردے کی بخشش سیّد نور الحسن لکھتے ہیں کہ رشید احمد گنگوہی نے ایک دفعہ حاجی امداد اللہ صاحب سے عرض کیا کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرت قمیص خانقاں ساڑھورہ میں مدفون نہیں ہیں۔ حضرت مُرشد نے فرمایا، تم سے جس شخص نے ایسا کہا غلط کہا ہے حضرت شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ تشریف رکھتے

ہیں۔ جب میں سارٔھورہ حاضر ہوا تھا تو میرے حال پر حضرت نے بہت عنایت فرمائی تھی۔ (امداد المشتاق ص ۱۸۲ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص ۲۳۵)

معلوم نہیں یہ عنایت کس قسم کی تھی اور یہ لوگ تو قبروں پر جا کر ہی عنائتیں لیتے ہیں۔ حضرت رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں ہمارے حضرت حاجی صاحب (امداد اللہ) کو وحشت طاری ہوئی تین روز تک حضرت قلندر صاحب کی قبر پر مراقب ہوئے مگر کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ آخر حضرت میاں جی نور محمدؒ صاحب کو دیکھا کہ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہاں کیا بیٹھے ہو۔ پھر قبر کھود کر دکھلایا کہ کچھ نہیں ہے۔ (امداد المشتاق ص ۱۸۳ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص ۲۳۷)

نبی ﷺ یا صحابہ کو کوئی مصیبت یا پریشانی آتی تو فوراً نماز پڑھنے لگتے اور مسجد کی طرف لپکتے۔ لیکن یہاں ان کی شریعت میں پریشانی میں نظر عنایت کروانے قبر کی طرف کوچ کیا جاتا ہے اور پھر قبر میں بزرگ نہ ہونے کی وجہ سے کچھ ملتا بھی نہیں اگر ہوتے تو مشکل حل کر ہی دیتے اور یہ مشکل بھی ایک مردے نے حل کر دی کہ یہاں قبر میں کچھ نہیں قبر کھود کر دکھلایا دیا۔ معلوم نہیں کہ برزخ کے پردے ان لوگوں کے درمیان کیوں حائل نہیں ہوئے جو صحابہ کے لئے حائل تھے۔ یہ مسئلہ تو یہی حل کر سکتے ہیں۔

یہ تو تھا روحوں سے امداد کا مسئلہ اب ذرا قبروں سے امداد کا مسئلہ سنتے جائیے دیوبندی عالم مولانا اللہ یار اپنی کتاب ''عقائد و کمالات علماء دیوبند'' میں علمائے دیوبند اور روح سے اخذ فیض کے باب میں لکھتے ہیں۔

قبروں سے فیض

''صدور مشائخ اولیاء کرام اور قبور اولیائے کرام سے فیوض باطنی کے حاصل ہونے کا عقیدہ اہل سنت میں اتفاقی اور اجماعی ہے جسے علمائے دیوبند نے ایک مستقل رسالہ ''عقائد اہل دیوبند'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے پھر اس پر مختلف ملکوں کے سینکڑوں علماء کی تصدیقات ہیں۔ (ص ۶۱)

پھر عقائد علماء کا یہ اقتباس پیش کرتے کہ:۔

''مشائخ کی روحانیت سے استفادہ کرنے اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیض حاصل کرنے کی سو بے شک یہ صحیح ہے۔'' (ص ۶۳)

ایک جگہ مولانا احمد علی لاہوری کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''کشف قلوب اور کشف قبور دونوں میں حضرت کو حق تعالیٰ نے ایک وافر حصہ عطا فرمایا تھا'' (ص ۶۹)

پھر مجدد الف ثانی کا وہ واقعہ جس میں انہوں نے نبی ﷺ کے قبر سے ہاتھ نکلنے پر بوسہ دیا کو دلیل کے طور پر بیان کر کے یہ امور ثابت کرتے ہیں۔

۱۔ شیخ کے مزار سے فیض روحانی ہوا یہاں تک کہ ایسا ہی جیسا شیخ کی زندگی میں ہوتا ہے۔

۲۔ خدام الدین لاہور علماء دیوبند کے ایک مایہ ناز فرد مولانا احمد علی لاہوری نے جاری کیا۔ اس میں یہ واقعات خرق عادت' حیاتِ نبویؐ مصافحہ روح سے فیض بلا تردید کیسے درج ہو کر شائع ہوئے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب امور علماء دیوبند کے عقائد کا حصہ ہیں۔ (ص ۷۲)

برزخ میں جھانکنا

پھر حضرت لاہوری کا یہ بیان اپنی تائید میں لاتے ہیں۔

''خدا تمہیں ہدایت دے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشف قبور ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ جو نوجوان انگریز کی عزت اور علماء کی توہین کرتے تھے۔ آج ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں اور وہ عذاب میں مبتلا ہیں۔ (ص۷۸)

پھر اپنے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے اور واقعات کے ساتھ ساتھ یہ دو واقعے بھی ذکر کرتے ہیں۔

''ایام تحریکِ خلافت ایک بزرگ نقشبندی دیوبند آئے۔ مولانا نانوتوی کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت نانوتویؒ کے مزار پر حاضر ہوکر مراقب ہوئے۔ دیر تک مراقبے میں رہے بعد میں فرمایا میں نے مراقبہ میں حضرت نانوتویؒ سے خلافت کی تحریک میں حکام کی سختیوں کا تذکرہ کیا تو حضرت نے مولانا محمود الحسن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مولوی محمود حسن عرش خداوندی کو پکڑ کر اصرار کر رہے ہیں کہ انگریز کو جلد ہندوستان سے نکال دیا جائے۔ پھر یہ تبصرہ کرتے ہیں۔

یہ مولانا مدنی کا بیان ہے اس سے کئی امور ثابت ہوئے مثلاً روح سے کلام کشف قبور' روح کا قبر میں ہونا' روح کو دنیا کے حالات معلوم ہونا' برزخ میں دنیا والوں کے لئے دعا یا بددعا کرنا روح سے فیض حاصل کرنا۔ (نقش حیات ص۲۷۳)

دیوبندی حضرات بریلویوں کو قبر پر جانے اور ان سے سوال کرنے پر قبوریوں کا بدترین و غلیظ طعنہ دیتے ہیں۔ ان پر مردوں کے نام پر دکان چمکانے کا الزام لگتا ہے لیکن ملاحظہ فرمایئے کہ خود کیسے قبر کے سامنے گھٹنے ٹیکے بیٹھے ہیں۔

مُردوں کا نہ مرنا

حاجی امداد اللہ کہتے ہیں کہ "میرے حضرت نے فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ وریاضت لوں گا۔ مشیت باری سے چارہ نہیں ہے۔ عمر نے وفا نہ کی۔ جب حضرت نے یہ کلمہ فرمایا میں پٹی پکڑ کر رونے لگا۔ حضرت نے تشفی دی اور فرمایا فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں ہوتا ہے۔ فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا ہے جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔" (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۸۲)

ایک جگہ حضرت کے مزار کی مرمت کے بارے میں اظہار خیال اس طرح کرتے ہیں:۔

"جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو میرے نزدیک اس کی درستی و اصلاح تو فرض ہے۔" (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۸۵)

قبر سے شفاء

ان کے نزدیک قبر کے فیوض میں سے ایک فیض قبر کی مٹی سے شفاء بھی ہے۔ ارواح ثلاثہ کے مصنف لکھتے ہیں "کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ لیتا اسے بھی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر

پر مٹی ڈلواؤں، تب ہی ختم کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت بلائی۔ یاد رکھو کہ اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہو گے لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۳۹)

اسی قسم کا ایک واقعہ درس حیات کے مصنف ''مولانا بشارت کریم صاحب'' کی قبر کے تصرفات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وصال کے بعد ایک مدت تک مزار شریف پر لوگوں کا ہجوم رہنے لگا اور پانی، تیل، نمک وغیرہ قبر شریف کے پاس لے جا کر رکھ دیتے کچھ دیر کے بعد اٹھا لیتے۔ اس سے بکثرت لوگوں کو فوائد ہوئے۔ (درس حیات ص ۳۵۷)

یہ تو ان کی قبر کے فیوض تھے اب ان کی قبر کی مٹی کا تصرف بھی سن لیجئے۔

''وصال کے بعد سے لوگوں کا ہجوم جو مزار کے پاس آتا، وہ پانی وغیرہ رکھنے یا دم کرانے کے بعد تھوڑی تھوڑی مٹی بھی ہر ایک اٹھا کر لے جانے لگا۔ چنانچہ چند روز میں ضرورت پڑ جاتی کہ دوسری مٹی مزار شریف پر ڈالی جائے۔ چنانچہ مولانا ایوب صاحب مرحوم (حضرت کے صاحبزادے) کچھ عرصہ تک جب مٹی کم ہو جاتی، نئی ڈال دیا کرتے۔ مٹی ڈالتے ڈالتے جب صاحبزادے تنگ آ گئے تو ایک دن آزردہ خاطر ہو کر مزار شریف پر حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے عرض کیا۔ حضرت زندگی میں تو بہت سخت تھے مگر اب مزار شریف پر کیا ہونے لگا ہے۔ اب میں آخری بار مٹی ڈال رہا ہوں۔ اسکے بعد پھر کسی نے مٹی نہیں اٹھائی قطعاً وہ سلسلہ بند ہو گیا اور اب کبھی مٹی ڈالنے کی نوبت نہیں آئی اور پانی تیل نمک وغیرہ مزار شریف پر رکھ کر دم کرانے کا

خیال بھی اب کسی کو نہ پیدا ہوا اور وہ سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔ (درس حیات ص ۳۵۸)

قبروں سے مشکل کشائی

قبروں سے مشکل کشائی کا ایک انداز یہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں ''اسی زمانے میں مراقبے میں میں نے حضرت شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین چشت کو دیکھا ''قدسنا اللہ باسرارہ'' کہ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے ہاتھ پر زر خطیر صرف کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت سے کوئی حاجت ضروریہ دینویہ تمہاری بند نہ رہے گی۔ فالحمدللہ کہ اس وقت سے ایسا ظہور میں آیا جیسا کہ حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۱۲)

ایک جگہ اپنی فاقہ زنی کا تذکرہ کرتے ہوئے حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں کہ

''فاقہ کے نویں دن خواجہ اجمیری عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ تم کو بہت تکالیف اٹھانی پڑیں۔ اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپے کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے۔'' (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۷۹)

اندازہ کیجئے خواجہ اجمیری کو زمین میں پیوند خاک ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا۔ زمین کی تہوں میں ان کو کیسے خبر ہو گئی کہ حاجی صاحب کا ہاتھ تنگ ہے کوئی مائی کا لعل ہے جو اس گتھی کو سلجھائے۔

یہ تو ''خواجان'' معین الدین چشتی و اجمیری کی رزاقی قوت کا انفرادی اظہار تھا۔ اب اجتماعی مجلس کے رزاقی فیصلے بھی سن لیجئے:۔

حاجی امداد اللہ سید قطب علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عالم واقعہ میں تمام اولیاء کو عموماً حضرت خواجگان چشت کو خصوصاً دیکھا

ذکرتمہارا سنا۔ ایک صاحب نے ان میں سے تمہاری نسبت فرمایا کہ مصارف ان کے بہت ہیں اور آمدنی اتنی قلیل۔ اس کے جواب میں بزرگان چشت نے فرمایا (قدس سرہم) کہ ہاں ایسا ہی تھا۔لیکن فی الحال واسطے "رفع مایحتاج" یہ ان کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا گیا ہے اب جس قدر کہ حاجت ہو گی عنایت ہوا کرے گا۔ "فالحمد لله علی نواله" کہ تب سے رفع ضروریات لاحقہ بلاتردد وتفکر غیب سے ہوتا ہے۔راقم عاجز نے بچشم خود دیکھا ہے کہ معارف کثیر بے سبب ظاہری بہ احسن وجوہ انجام پاتے ہیں۔یہاں سے معلوم ہوا کہ استغنائے تام پرستاران حضرت ایشاں سے ہے کبھی اغنیاء وامراء کے یہاں قدم رنجہ نہیں فرماتے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۱۴)

رزاقی قوت کا اظہار ایک جگہ یوں ہوا حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کا محتاج ہوں' کچھ دستگیری فرمائیے۔حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے آنہ یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا۔ اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا۔ ہر روز وظیفہ مقررہ پائیں قبر سے ملا کرتا ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۸۴)

مُردے کی گفتگو

خدام الدین لاہور شیخ التفسیر نمبر ص ۴۴ میں سے ذرا قبر والے کی گفتگو کا واقعہ بھی پڑھتے جائیے۔

مولانا لاہوری انجم المدرس کے سالانہ جلسہ پر کراچی تشریف لائے۔آپ سے مولانا ظہور الحق افغانی نے دریافت کیا کیا آپ بالاکوٹ سید صاحب اور مولانا شہید

کے مزار پر تشریف لے گئے ہیں فرمایا ہاں علامہ انغانی نے دریافت کیا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ سیّد صاحب شیخ اور مرشد ہیں مگر ان کی قبر پر انوار مولانا کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا' ہاں! واقعہ یہی ہے مگر میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں سیّد احمد شہید نہیں ہوں۔ میرا نام بھی سیّد احمد ہے۔ میں مولانا کا مرشد نہیں ہوں۔ (ص ۷۰)

عقیدہ مشکل کُشا

لیجئے دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کا عقیدہ مشکل کشائی سنیئے اور توحید کے اجارہ داروں کی شرک پرستی کی داد دیجئے۔

دربار خداوندی میں حاجی امداد اللہ کے پیر کے اثر و رسوخ کی شان ملاحظہ فرمایئے۔

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں:۔

تم ہو اے نور محمدؐ خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائب محمدؐ مصطفی
تم مدد گار مدد امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی پر سن کی باتیں کانپتے ہیں دست وپا
اے شہہ نور محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شبہ نور محمد وقت ہے امداد کا (شمائم امدادیہ)

یہ حاجی صاحب کو کیسے علم ہوگیا کہ ان کے پیر خاص محبوب خدا ہیں۔ جب کہ اللہ کے رسول فرماتے ہیں:۔

لا اعلم ما یفعل اللّٰہ بی و لا بکم

میں نہیں جانتا کہ اللہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

اسی طرح نبیؐ کے زمانے میں ایک عورت نے اپنے پڑوسی صحابی کے جنتی ہونے کی گواہی دی اللہ کے رسولؐ نے منع فرمایا کہ تجھے کیا علم ...... یہ حاجی صاحب کو علم کیسے ہوگیا۔

اور پھر جس دن یہ حالت ہوگی کہ فرشتے اور جبرئیل علیہ السلام صف باندھے کھڑے ہوں گے اور

﴿لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ (النباء ۳۸)

رب جسے اجازت دے گا وہی کلام کرے گا اور وہ بھی صحیح صحیح۔

جس دن تمام انبیاء سفارش کرنے سے انکار کردیں گے اور محمد ﷺ بھی عرش کا پایہ تھام کر سجدے میں گر کر گڑگڑائیں گے۔ اس وقت نور محمد صاحب مدد کریں گے جس کی وجہ سے حاجی صاحب بے خوف ہورہے ہیں جب کہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ﴾ (البقرۃ: ۱۶۶)

جب برأت کا اظہار کریں گے وہ لوگ جن کی پیروی کی جاتی ہے ان لوگوں سے جو پیروی کرتے ہیں اور وہ عذاب دیکھ لیں اور ان کے اسباب منقطع کر دیئے

جائیں گے۔

اسی طرح اللہ فرماتا ہے کہ

﴿لَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا﴾ (الانعام: ۹۴)

تم البتہ تحقیق میرے پاس اکیلے آگئے ہو جیسا کہ میں نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس کو اپنی پیٹھوں پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے وہ سفارشی نہیں دیکھتے جن کے بارے میں تمہیں یقین تھا یہ کہ وہ تمہارے بارے میں اللہ کے شریک ہیں۔

عام انسان تو کجا اللہ پاک فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ (النجم: ۲۶)

ترجمہ: اور آسمان میں کتنے فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش ان کو کچھ فائدہ نہیں دے گی مگر اس کے بعد اللہ اجازت دے جس کو چاہے اور وہ راضی ہو جائے۔

ایک جگہ اللہ یوں فرماتا ہے:۔

﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾

ترجمہ: جس دن کوئی سفارش فائدہ نہیں دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن اجازت دے اور اس کی بات سے راضی ہو جائے۔ (طٰہٰ ۱۰۹)

حاجی صاحب کے پاس اپنے پیر و مرشد نور محمد صاحب کے بارے میں کیا سند

ہے کہ اللہ ان کو اجازت دے گا اور ان سے راضی ہوگا۔

حاجی صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں کہ

اے شہہ نور محمد وقت ہے امداد کا

اور اللہ فرماتا ہے:۔

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾ (بنی اسرائیل:۵۶)

اے نبیؐ ان سے کہہ دیجئے جن کو تم اللہ کے علاوہ (کچھ) سمجھتے ہو ان کو پکارو۔ وہ تو تکلیف کو ہٹانے اور دور کرنے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

اور حاجی امداد اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ

تم مدد گار مدد امداد کو پھر خوف کیا

اور اللہ کے رسول فرماتے ہیں:۔

﴿لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ (الاعراف۔۱۸۸)

کہ میں اپنی جان کے لئے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

اسی طرح اللہ نے اپنے نبیؐ سے کہلوایا

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ (الجن:۲۱)

اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے دکھ سکھ کا مالک نہیں۔

جب اللہ کے رسول نے جنگ اُحد میں زخمی ہونے کے بعد یہ بددعا دی کہ

كيف يفلح القوم قد شجوّا رأس نبيهم (الحدیث)

وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کر دیا۔

تو اللہ نے آیات اتاریں۔

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران ۱۲۸)

اے نبیؐ تقدیر کے معاملے میں تیرا کوئی اختیار نہیں۔

نبیؐ نے اپنے رشتہ داروں کو اکٹھا کر کے کہا تھا:۔

لا اغنی عنکم من اللّٰہ شیأً (الحدیث)

کہ میں اللہ کی پکڑ سے تمہیں نہیں بچا سکتا۔ تم عمل کرنا کیونکہ!

﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ (القارعہ ۶-۷)

جس کے عمل بھاری ہوں گے وہ عیش کی زندگی میں ہوگا۔

کسی انسان کے سہارے بے خوف ہو جانا عقلمندی کی دلیل کہاں ہے۔

حاجی صاحب کی ایک ایک بات شرک میں ڈوبی ہوئی ہے لکھتے ہیں

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

اور مسلمانوں کا قول کیا ہے:۔

﴿حَسْبِيَ اللَّهُ نِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾

اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔اور

﴿ وَ مَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (الطلاق:۳)

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اسے کافی ہے۔

ایک جگہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ﴾

اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مدد کرنے والا نہیں ہے۔

ایک جگہ اللہ یوں فرماتا ہے۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ (الفرقان: ۵۸)

اور توکل اس ذات پر کر جس کو موت نہیں آئے گی۔

یعنی آسرا صرف اللہ ہی بن سکتا ہے۔

حاجی صاحب تو التجا میں بھی غیر اللہ سے کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں

تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا

اور اللہ فرماتا ہے۔

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾

کون ہے جو بے چین کی پکار کو سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارتا ہے اور اسے تکلیف سے نجات دیتا ہے۔

مسلمان تو ہر نماز میں یہ وعدہ کرتا ہے۔

﴿اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحہ: ۵)

اے اللہ ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

التجا صرف اللہ ہی سے کی جاتی ہے۔ اللہ غیر سے التجا کرنے سے منع کرتا ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (یونس: ۱۰۶)

اللہ کے علاوہ ان کو نہ پکارو جو نہ تجھے نفع دے سکیں اور نہ نقصان اگر تو نے یہ کیا تو تو ظالموں میں سے ہوگا۔

اور یہاں التجائیں ہی غیر اللہ سے۔

حالانکہ ابراہیمؑ فرماتے ہیں:۔

﴿وَ اَعتزِ لُكُمْ وَمَاتَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْ رَبِّی﴾

میں تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو دور ہوتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں۔

اسی طرح جب زکریاؑ نے اولاد مانگی تو اپنے رب کے سامنے یوں التجائیں کیں۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّی وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّی وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ (مریم ۴)

اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور بڑھاپے سے میرا سر سفید ہوگیا اور میں اے میرے رب نا امید بھی نہیں۔

سوال والتجا رب سے کرنی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

سلوا اللّٰہ من فضلہ فان اللّٰہ یحب ان یسأل۔ (ترمذی)

اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سوال کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح نبیؐ نے اپنے چچا زاد بھائی سے یہ کہا تھا:

﴿اذا سألت فاسئل اللّٰہ و اذا استعنت فاستعن باللّٰہ﴾۔ (ترمذی)

جب تو سوال کرے تو اللہ سے کر اور جب تو مدد مانگے تو اللہ سے مانگ۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں۔

﴿سلوا اللّٰہ کل شیء حتی الشسع اذا انقطع﴾ (ابو یعلیٰ)

ہر چیز اللہ سے مانگو یہاں تک کہ تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے۔

کیا اب بھی آپ اس عقیدے کو درست مانیں گے کہ:

تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا

حالانکہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

﴿الاستعاذة ھی الا لتجاء الی اللّٰہ﴾ (تیسیر العزیز الحمید ص۱۷۸)

استعاذہ دراصل اللہ سے التجا ہے۔

اور شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں۔

﴿وقد نص الائمة کاحمد وغیرہ علی انہ لا یجوز الاستعاذة بمخلوق﴾ (تیسیر العزیز الحمید ص۱۷۸)

امام احمد اور دوسرے آئمہ کے نزدیک مخلوق سے التجا کرنا جائز نہیں۔

مسلمانوں کے لئے کیا حکم ہے۔

﴿اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَ خُفْیَةً﴾ (الاعراف ۵۵)

گڑگڑا کر اور آہستہ اپنے رب کو پکارو۔

اور یہ کہنا بھی بڑی جسارت ہے۔

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا

آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہہ نور محمد وقت ہے امداد کا

جس دن کے بارے میں اللہ یوں فرماتا ہے۔

﴿یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَیْئًا﴾ (الانفطار ۱۹)

جس دن کوئی جان کسی جان کے بارے میں مالک نہیں ہوگی۔

اور یہ تو نور محمد ہیں خود محمدؐ کے بارے میں اللہ فرماتا ہے۔

﴿أَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ کَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ﴾ (الزمر:۱۹)

کیا پس جس پر اللہ کا عذاب ثابت ہو گیا کیا پس تو ان کو جو آگ میں ہیں نکال سکتا ہے۔ وہاں نور محمد صاحب کیا کر سکتے ہیں اور حاجی صاحب کا نور محمد سے امداد طلب کرنا صریح شرک ہے کیونکہ بغیر اسباب کے مدد۔

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (انفال ۱۰)

اللہ ہی کی طرف سے آسکتی ہے۔

اور استغاثہ صرف اللہ ہی سے کیا جا سکتا ہے کیونکہ "استغاثة هی طلب الغوث"

﴿هو ازالة الشدة کالا ستنصار طلب النصر والا ستعانة طلب العون .... الا ستغاثة هی الا ستعانة﴾ (تیسیر العزیز الحمید ص۱۸۰)

استعانہ اور استغاثہ مدد طلب کرنا اور مشکل حل کروانا ہے دونوں ہم معنی ہیں اور مسلمان مدد اللہ ہی سے طلب کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔

﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ﴾ (انفال: ۹)

جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے اللہ نے قبول کیا۔

اب مدد کے معاملے میں پیر کو رب کا شریک کرنا کیا شرک نہیں؟

جب پیر صاحب حاجی امداد اللہ خود غیر اللہ سے فریادیں کر رہے ہیں تو مرید بچارہ کیا کرے۔ فرماتے ہیں۔

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
اے حبیب کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

(نالہ امداد غریب ص۲۲)

مولانا قاسم نانوتوی فرماتے ہیں

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی ص۶)

حالانکہ ہر نبی نے مدد کے لئے التجا مخلوق کی بجائے رب سے کی ہیں جیسا کہ یونسؑ کے بارے میں آتا ہے کہ جب یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیئے گئے تو انہوں نے بھی غیر اللہ کی بجائے اللہ سے التجائیں کیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔

﴿ فَنَادیٰ فِی الظُّلُمٰتِ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنتَ سُبحٰنَکَ ﴾ (الانبیاء ۸۷)

یونسؑ نے اندھیروں میں پکارا یہ کہ تیرے علاوہ کوئی الہٰ نہیں تو پاک ہے۔

مخلوق سے التجائیں اس لئے نہیں کی جاسکتیں کہ وہ تو مجبور انسان ہیں۔ مختارِ کل تو اللہ ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِینَ تَدعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمثَالُکُم ﴾ (الاعراف ۱۹۴)

جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری طرح انسان تھے۔

اس سے بڑی بیوقوفی اور کیا ہو سکتی ہے اور ایسے انسان سے کچھ مانگا جائے التجائیں کی جائیں، دنیا میں اسے سہارا بنایا جائے جن کی ملکیت میں کچھ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ قُلِ ادعُوا الَّذِینَ زَعَمتُم مِّن دُونِ اللّٰهِ لَا یَملِکُونَ مِثقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الاَرضِ ﴾ (سبا ۲۲)

اے نبیؐ ان سے کہہ دیجئے جن کو تم اللہ کے علاوہ سمجھتے ہو ان کو پکارو، وہ زمین اور آسمان میں ایک ذرّے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

فریاد کے لائق اللہ ہی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

﴿ انه کان فی زمن النبی ﷺ منافق یوذی المومنین فقال بعضهم قوموا بنا نستغیث برسول الله ﷺ من هذا المنافق فقال النبی ﷺ انه لا یستغاث بی وانما یستغاث بالله ﴾ (طبرانی - مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

نبی ﷺ کے زمانے میں ایک منافق مسلمانوں کو ایذا دیا کرتا تھا بعض لوگوں

نے کہا چلو اس منافق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا مجھ سے مدد نہیں مانگی جاتی بلکہ اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے۔

یعنی ظاہری اسباب نہ ہونے کی وجہ سے مدد اللہ سے ہی طلب کی جاتی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ دعا کرتے ہیں۔

﴿**اللّٰھمّ اغثنا' اللّٰھمّ اغثنا ' اللّٰھم اغثنا**﴾ (بخاری)

اے اللہ ہماری مدد فرما۔

جنگ بدر کے موقع پر نبی ﷺ یوں دعائیں کرتے ہیں۔

﴿**اللّٰھم انک ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام فلا تعبد فی الارض ابداً قال فمازال یستغیث ربھاعز وجل ویدعو**﴾ (مسند احمد ۱/۳۰)

اے اللہ اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر کبھی بھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

نبیؐ اپنے رب سے ایسے دعا مانگتے اور اسے پکارتے رہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے دجال کے فتنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

ان معہ جنۃ ونارا فنارہ جنۃ وجنتہ نارفمن ابتلی بنارہ فلیستغث باللہ ولیقرأ فواتح الکہف فتکون علیہ بردا وسلاما کما کانت النار علی ابراہیم ۔(ابن ماجہ ص ۳۰۷)

اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی اس کی دوزخ دراصل جنت اور جنت دوزخ ہوگی۔ پس جو کوئی اس کی آگ سے آزمایا جائے وہ اللہ سے مدد مانگے اور

سورۃ کہف کی شروع کی آیات تلاوت کرے تو وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی، جیسے ابراہیمؑ پر ہوئی تھی۔

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا و آخرت میں التجا ئیں صرف اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئیں۔

علم غیب کا مسئلہ بہت مشہور و معروف اور دیوبندی بریلویوں میں باعث نزاع ہے۔ اسی مسئلہ کی بنیاد پر دیوبندی بریلوی حضرات کو مشرک گردانتے ہیں اور خود موحد بن جاتے ہیں لیکن یہ صرف زبانی دعوے ہیں ورنہ وہ بھی علم غیب کو اللہ کا خاصہ نہیں سمجھتے۔ مندرجہ ذیل واقعات اس پر شاہد ہیں۔

دیوار یا شیشہ

اب دیوبندی عالم نہیں خادم ہی کی غیبی قوت دیکھئے۔ نام نامی جناب کا دیوان جی اور مولانا قاسم نانوتوی کے ایک خانگی خادم تھے ان کے بارے میں سابق مہتمم دار العلوم دیوبند مولانا حبیب الرحمٰن فرمایا کرتے تھے کہ

اس زمانے میں کشفی حالت دیوان جی کی اتنی بڑھی کہ باہر سڑک پر آنے جانے والے نظر آتے رہتے تھے۔ در و دیوار کا حجاب ان کے درمیان ذکر کے وقت باقی نہ رہتا تھا۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۷۳)

کیا نماز میں ذکر نہیں کیا جاتا نماز قائم ہی ذکر کے لئے نہیں کی جاتی جیسا کہ رب کا یہ فرمان موجود ہے۔

اقم الصلوۃ لذکری "نماز میرے ذکر کیلئے قائم کرو"

نمازی ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔

پھر حضرت عمرؓ کو اپنے پیچھے صف میں کھڑا ہوا تاثل نظر کیوں نہ آیا کیا وہ ولی نہ تھے۔ (نعوذ باللہ) ۔ کیا صرف انہی کے لئے حجاب اٹھائے جاتے ہیں اور مٹی کی دیواریں کانچ کے ٹکڑے نظر آتے ہیں۔

لیجئے ایک خلیفہ مجاز حافظ عمر علی گڑھی کے غیبی انکشاف کا اندازہ لگایئے۔

نور کا تار

مصنف اشرف السوانح لکھتے ہیں:۔

ایک بار حافظ نے ریل میں بیٹھے بیٹھے عالم بیداری میں دیکھا کہ مسجد خانقاہ کے گنبد سے آسمان تک نور کا ایک تار لگا ہوا ہے۔ (اشرف السوانح ۲ ص ۹)

جب چھوٹے میاں کی غیبی قوت ادراک کا یہ عالم ہے کہ ماتھے کی آنکھ سے عالم غیب کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو حساب لگایئے کہ ان کے شیخ کی قوتِ انکشاف کا کیا عالم ہوگا۔

یہ بات ذہن میں رکھ کر شیخ کی قوت انکشاف کا اندازہ لگایئے کہ ان کے قبیلے کے مجذوب کی قوت ادراک کا یہ عالم ہے' درسِ حیات کے مصنف کے رفیق تعلیم کے قصبہ میں ایک مجذوب رہتا تھا جس سے ان کی اچھی خاصی شناسائی تھی ایک دفعہ وہ رات کو نکلے دیکھا کہ وہ مجذوب ان کے سامنے سے گزر رہا ہے۔ وہ بھی اس کے پیچھے لگ گئے بستی سے باہر نکل کر کچھ دور چلنے کے بعد وہ مجذوب رُک گئے اور گڑھوں (جہاں مولانا بشارت کریم کا گھر تھا) کی طرف رُخ کر کے ان سے کہنا شروع کیا۔

''ارے دیکھ' اُدھر دیکھ! وہ دیکھ گڑھوں میں مولانا بشارت کریم صاحب ذکر کر رہے ہیں اور ان کے مکان سے عرش تک نور ہی نور ہے۔ ارے اندھے دیکھ تجھ کو نظر نہیں آتا وہ دیکھ۔ (درسِ حیات ص ۳۴۴)

مجذوب ''جن کا دماغی توازن بگڑا ہوتا ہے'' اس قسم کی بڑ لگاتے ہوئے عام نظر آئیں گے اور اسے بھی آپ ایک بڑی سمجھ کر گزرنا بھی چاہیں تو علمائے دیوبند آپ کے قدم تھام لیں گے اور مجذوب کی اس بڑ کے حق پر ہونے کا ان کو اتنا ہی یقین ہے جتنا مسلمان کا اللہ کے قول پر' جیسا کہ مصنف نے فرمایا۔ اللہ اللہ یہ ہے۔ ذکر اور یہ ہیں ذاکر۔ جن کے انوار کا کوئی آنکھ والا ہی مشاہدہ کر سکتا ہے۔ نہ صرف قریب سے بلکہ آٹھ نو میل کی دوری سے اس طرح مشاہدہ کرتا ہے جیسا محسوس چیز کو بہت قریب سے کوئی دیکھ رہا ہو۔ (درسِ حیات ص ۳۴۴)

مجذوب کی بڑ پر دل کے یقین کا اندازہ لگائیے اور پھر نو میل کے فاصلے سے رات کے اندھیرے میں فرش سے عرش تک غیب انوار و تجلیات کا اس طرح مشاہدہ کرنا کہ درمیان کے حجابات اور تاریکی مانع نہ ہو اگر ایک ادنیٰ امتی بلکہ مخبوط الحواس کے حق میں یہ علم تسلیم ہے تو بریلویوں کے کہنے کے مطابق رسولؐ کے حق میں یہ علم تسلیم کرتے ہوئے انہیں شرک کا آزار کیوں ستانے لگتا ہے۔

علمِ غیب

مولوی فضل حق صاحب' شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے شاہ صاحب بڑے صاحب کشف تھے اور اس خاندان میں آپ کا کشف سب سے بڑھا ہوا تھا۔ جس روز مولوی فضل حق کسی ملازم پر کتابیں رکھوا کر لے جاتے۔ گھر پہنچے

سے پہلے خود لے لیتے۔ شاہ صاحب کو کشف سے معلوم ہو جاتا۔ اسی روز مولوی صاحب کو سبق نہیں پڑھاتے تھے اور جب خود لے جاتے۔ حضرت کو کشف ہو جاتا اور اس روز سبق پڑھاتے۔ (ارواح ثلاثہ ص۹۹)

کیا یہ اس آیت کے زمرے میں نہیں آتا جس میں اللہ فرماتا ہے۔

﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾

زمین و آسمان میں غیب کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اور یہاں بات ایک دفعہ کی نہیں اپنی تدریس کی زندگی میں ہر روز کے لئے درو دیوار کے حجابات اٹھ جاتے۔ فاصلے سمٹ جاتے اور نظر روشن سے دیکھ لیا کرتے کہ کتاب کا حامل کون ہے اور کس نے کہاں پر کتاب سنبھالی ہے۔ اگر غیب غیر اللہ میں ہی تسلیم کرنا تھا تو اپنے دلوں میں نبی کی کدورت کیوں بھری کہ انہیں تو دیوار پیچھے کا علم نہ تھا لیکن............ ہمارے علماء کے تو چودہ طبق روشن ہیں۔

لیجئے ایک اور دیوبندی عالم درودیوار سے پرے دیکھتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ

''میں شاہ فضل الرحمٰن صاحب کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا۔ ایک دفعہ نوکر کھانا لایا مگر طباق میں نہیں۔ مولانا نے فرمایا بدتمیز یوں کھانا لایا کرتے ہیں۔ خادم نے عرض کیا کہ میں نے طباق ڈھونڈا مگر ملا نہیں۔ فرمایا جھوٹ بولتا ہے۔ ارے فلاں طاق میں رکھا نہیں ہے یہ غالباً کشف سے فرمایا۔ مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا۔ خادم یہ سن کر دوڑا ہوا گیا اور طباق لے آیا''۔ (ارواح ثلاثہ ص۱۳۵)

فی الارض ابداً قال فمازال یستغیث ربها عز وجل ویدعو﴾ (مسند احمد ۱/۳۰)

اے اللہ اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر کبھی بھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

نبیؐ اپنے رب سے ایسے دعا مانگتے اور اسے پکارتے رہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے دجال کے فتنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

ان معہ جنۃ ونارا فنارہ جنۃ وجنتہ نار فمن ابتلی بنارہ فلیستغث باللہ ولیقرأ فواتح الکہف فتکون علیہ بردا وسلاما کما کانت النار علی ابراہیم ۔(ابن ماجہ ص ۳۰۷)

اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی اس کی دوزخ دراصل جنت اور جنت دوزخ ہوگی۔ پس جو کوئی اس کی آگ سے آزمایا جائے وہ اللہ سے مدد مانگے اور سورۃ کہف کی شروع کی آیات تلاوت کرے تو وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی' جیسے ابراہیمؑ پر ہوئی تھی۔

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا و آخرت میں التجائیں صرف اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئیں۔

علم غیب کا مسئلہ بہت مشہور و معروف اور دیوبندی بریلویوں میں باعث نزاع ہے۔ اسی مسئلہ کی بنیاد پر دیوبندی بریلوی حضرات کو مشرک گردانتے ہیں اور خود موحد بن جاتے ہیں لیکن یہ صرف زبانی دعوے ہیں ورنہ وہ بھی علم غیب کو اللہ کا خاصہ نہیں سمجھتے۔ مندرجہ ذیل واقعات اس پر شاہد ہیں۔

دیوار یا شیشہ

اب دیوبندی عالم نہیں خادم ہی کی غیبی قوت دیکھئے۔ امام نامی جناب کا دیوان جی اور مولانا قاسم نانوتوی کے ایک خانگی خادم تھے ان کے بارے میں سابق مہتمم دار العلوم دیوبند مولانا حبیب الرحمٰن فرمایا کرتے تھے کہ

اس زمانے میں کشفی حالت دیوان جی کی اتنی بڑھی کہ باہر سڑک پر آنے جانے والے نظر آتے رہتے تھے۔ درو دیوار کا حجاب ان کے درمیان ذکر کے وقت باقی نہ رہتا تھا۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۷۳)

کیا نماز میں ذکر نہیں کیا جاتا نماز قائم ہی ذکر کے لئے نہیں کی جاتی جیسا کہ رب کا یہ فرمان موجود ہے۔

اقم الصلوۃ لذکری "نماز میرے ذکر کیلئے قائم کرو"

نمازی ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔

پھر حضرت عمرؓ کو اپنے پیچھے صف میں کھڑا ہوا قاتل نظر کیوں نہ آیا کیا وہ ولی نہ تھے۔ (نعوذ باللہ) ۔ کیا صرف انہی کے لئے حجاب اٹھائے جاتے ہیں اور مٹی کی دیواریں کانچ کے ٹکڑے نظر آتے ہیں۔

لیجئے ایک خلیفہ مجاز حافظ عمر علی گڑھی کے غیبی انکشاف کا اندازہ لگائیے۔

نور کا تار

مصنف اشرف السوانح لکھتے ہیں:۔

ایک بار حافظ نے ریل میں بیٹھے بیٹھے عالم بیداری میں دیکھا کہ مسجد خانقاہ

کے گنبد سے آسمان تک نور کا ایک تار لگا ہوا ہے۔ (اشرف السوانح ۲ ص ۶)

جب چھوٹے میاں کی غیبی قوت ادراک کا یہ عالم ہے کہ ماتھے کی آنکھ سے عالم غیب کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو حساب لگایئے کہ ان کے شیخ کی قوت انکشاف کا کیا عالم ہوگا۔

یہ بات ذہن میں رکھ کر شیخ کی قوت انکشاف کا اندازہ لگایئے کہ ان کے قبیلے کے مجذوب کی قوت ادراک کا یہ عالم ہے' درس حیات کے مصنف کے رفیق تعلیم کے قصبہ میں ایک مجذوب رہتا تھا جس سے ان کی اچھی خاصی شناسائی تھی ایک دفعہ وہ رات کو نکلے دیکھا کہ وہ مجذوب ان کے سامنے سے گزر رہا ہے۔ وہ بھی اس کے پیچھے لگ گئے بستی سے باہر نکل کر کچھ دور چلنے کے بعد وہ مجذوب رُک گئے اور گڑھوں (جہاں مولانا بشارت کریم کا گھر تھا) کی طرف رُخ کر کے ان سے کہنا شروع کیا۔

''ارے دیکھ' اُدھر دیکھ! وہ دیکھ گڑھوں میں مولانا بشارت کریم صاحب ذکر کر رہے ہیں اور ان کے مکان سے عرش تک نور ہی نور ہے۔ ارے اندھے دیکھ تجھ کو نظر نہیں آتا وہ دیکھ۔ (درس حیات ص ۳۴۳)

مجذوب ''جن کا دماغی توازن بگڑا ہوتا ہے'' اس قسم کی بڑ لگاتے ہوئے عام نظر آئیں گے اور اسے بھی آپ ایک بڑی سمجھ کر گزرنا بھی چاہیں تو علمائے دیوبند آپ کے قدم تھام لیں گے اور مجذوب کی اس بڑ کے حق پر ہونے کا ان کو اتنا ہی یقین ہے جتنا مسلمان کا اللہ کے قول پر' جیسا کہ مصنف نے فرمایا۔ اللہ اللہ یہ ہے۔ ذکر اور یہ ہیں ذاکر۔ جن کے انوار کا کوئی آنکھ والا ہی مشاہدہ کر سکتا ہے۔ نہ صرف قریب سے بلکہ آٹھ نو میل کی دوری سے اس طرح مشاہدہ کرتا ہے جیسا محسوس چیز کو

بہت قریب سے کوئی دیکھ رہا ہو۔ (درس حیات ص ۳۴۲)

مجذوب کی بڑ پر دل کے یقین کا اندازہ لگائیے اور پھر نو میل کے فاصلے سے رات کے اندھیرے میں فرش سے عرش تک غیب انوار و تجلیات کا اس طرح مشاہدہ کرنا کہ درمیان کے حجابات اور تاریکی مانع نہ ہو اگر ایک ادنیٰ امتی بلکہ مخبوط الحواس کے حق میں یہ علم تسلیم ہے تو بریلویوں کے کہنے کے مطابق رسولؐ کے حق میں یہ علم تسلیم کرتے ہوئے انہیں شرک کا آزار کیوں ستانے لگتا ہے۔

علمِ غیب

مولوی فضل حق صاحب' شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے شاہ صاحب بڑے صاحب کشف تھے اور اس خاندان میں آپ کا کشف سب سے بڑھا ہوا تھا۔ جس روز مولوی فضل حق کسی ملازم پر کتابیں رکھوا کر لے جاتے۔ گھر پہنچے سے پہلے خود لے لیتے۔ شاہ صاحب کو کشف سے معلوم ہو جاتا۔ اسی روز مولوی صاحب کو سبق نہیں پڑھاتے تھے اور جب خود لے جاتے۔ حضرت کو کشف ہو جاتا اور اس روز سبق پڑھاتے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۶۹)

کیا یہ اس آیت کے زمرے میں نہیں آتا جس میں اللہ فرماتا ہے۔

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

زمین و آسمان میں غیب کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اور یہاں بات ایک دفعہ کی نہیں اپنی تدریس کی زندگی میں ہر روز کے لئے در و دیوار کے حجابات اٹھ جاتے۔ فاصلے سمٹ جاتے اور نظر روشن سے دیکھ لیا کرتے کہ کتاب کا حامل کون ہے اور کس نے کہاں پر کتاب سنبھالی ہے۔ اگر غیب غیر اللہ میں

ہی تسلیم کرتا تھا تو اپنے دلوں میں نبی کی کدورت کیوں بھری کہ انہیں تو دیوار پیچھے کا علم نہ تھا لیکن .... ہمارے علماء کے تو چودہ طبق روشن ہیں۔

لیجئے ایک اور دیوبندی عالم در ودیوار سے پرے دیکھتے ہیں۔مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ

''میں شاہ فضل الرحمٰن صاحب کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا۔ ایک دفعہ نوکر کھانا لایا مگر طباق میں نہیں۔مولانا نے فرمایا بدتمیزیوں کھانا لایا کرتے ہیں۔ خادم نے عرض کیا کہ میں نے طباق ڈھونڈا مگر ملا نہیں۔فرمایا جھوٹ بولتا ہے۔ ارے فلاں طاق میں رکھا نہیں ہے یہ غالباً کشف سے فرمایا۔مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا۔ خادم یہ سن کر دوڑا ہوا گیا اور طباق لے آیا''۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۵۱)

اصل عقیدہ

عبد الماجد دریا آبادی ''جنہوں نے قرآن کی تفسیر بھی لکھی ہے'' اپنے پیر کے بارے میں کیسے غیب دانی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ یہ دعویٰ کم از کم دیوبندیوں کے بارے میں حسن ظن رکھنے والوں کو چونکا دینے کے لئے کافی ہے۔فرماتے ہیں۔

میرے دل نے کہا کہ دیکھو روشن ضمیر ہیں نا، سارے مخفیات ان پر آئینہ ہوتے جارہے ہیں۔ صاحب کشف وکرامات انسے بڑھ کر کون ہوگا۔آگے فرمایا' خیر اس وقت تو گہرا اثر اس غیب دانی اور کشف صدر لے کر اٹھا۔مجلس برخاست ہوئی۔ (حکیم الامۃ ص ۲۳)

اس واقعہ پر ایک بریلوی عالم کا تبصرہ پڑھنے کے قابل ہے۔

''اخیر کا جملہ دوبارہ پڑھئے۔ یہاں بات ایک دم کھل کر سامنے آگئی ہے۔مجاز و استعارہ کے ابہام سے ہٹ کر بالکل صراحت کے ساتھ تھانوی صاحب کے حق میں

غیب دانی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے حالانکہ یہی وہ لفظ ہے جس پر پچاس برس سے یہ حضرات جنگ کرتے آرہے ہیں کہ اس لفظ کا اطلاق رسول اکرم ﷺ کی ذات پر قطعاً کفر وشرک ہے ان حضرات کے تئیں فقہائے حنفیہ کفر کا اطلاق جس غیب دانی پر کر رہے ہیں وہ اقرار کفر اپنے تھانوی صاحب کے حق میں کتنی بشاشت کے ساتھ قبول کرلیا گیا ہے تھانوی صاحب کی غیب دانی کے سوال پر نہ اسلام کی کوئی دیوار منہدم ہوئی ہے اور نہ قرآن کے ساتھ کسی طرح کا تصادم لازم آیا ہے۔

اب یہیں سے سمجھ لیجئے کہ ان حضرات کی کتابوں میں کفر اور شرک کے جو مباحث سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے پیچھے اصل مدعا کیا ہے۔ نبی دشمنی اور بزرگ پرستی۔ توحید پرستی کا جذبہ اگر خلوص پر مبنی ہوتا تو کفر وشرک کے سوال پر اپنے بیگانے کی یہ تفریق ہرگز روانہ رکھی جاتی۔'' (زلزلہ)

ایک جگہ دیوبندی عالم نبی دشمنی اور بزرگ پرستی کے الزام کو ان الفاظ میں رفع کرتے ہیں ''اب تک آپ کے سامنے اتنی بات بھی واضح ہوچکی ہوگی کہ کشف کرامت کے صدور وظہور کا تعلق تزکیہ نفس سے ہے خواہ ذریعہ حصول کچھ بھی ہو وہ ریاضات ومجاہدات کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اولیاء اللہ کو یا بغیر کسی ریاضت کے حاصل ہوگئی ہو جیسا کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام۔ لیکن پھر اس سوال کو مولانا ارشد القادری بار بار دہرا رہے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے جب قوت کشف وکرامت مانی جاسکتی ہے تو سردار انبیاء ﷺ کے لئے اگر تسلیم کرلی جائے تو کیا قیامت لازم آتی ہے۔ آہ! مسلمانو! ذرا سردار دو جہاں ﷺ کی شان میں جرأت بیجا کا مظاہرہ تو دیکھو کہ اگر مان لیا جائے تو کیا قیامت لازم آتی ہے۔ جی ہاں قیامت ہی نہیں اور بھی کچھ کہے کیونکہ بغیر قرآن وحدیث کے ثبوت کے حضور

ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے کسی چیز کا انتساب وعدم انتساب کے درمیان کیا دوزخ جنت کا سوال نہیں اٹھتا۔ (انکشاف ص۱۶۴)

قرآن کی مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر خود فیصلہ کیجئے کہ غیب کا علم اللہ کے علاوہ بھی کسی کو ہے۔

﴿ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ ﴾ (یونس:۲۰)

اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ غیب کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

﴿ قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ (الانعام:۵۰)

اے نبیؐ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔

﴿ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴾ (النمل:۶۵)

اے نبیؐ ان سے کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جو ہستیاں ہیں ان میں سے اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ (فاطر:۳۸)

بے شک اللہ ہی آسمان اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴾ (آل عمران:۵)

بے شک زمین وآسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

صرف اللہ کا ہی علم اتنا وسیع ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:۔

﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا ﴾ (الانعام:۵۹)

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ تری میں ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ اس کو جانتا ہے۔

﴿ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ﴾ (سبا:۲)

اللہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں سے چڑھتی ہے اور وہ رحم کرنے والا مغفرت کرنے والا ہے۔

اب اس علم کی وسعت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اور کون اس میں شرکت کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ ہاں علمائے دیوبند کا یہ دعویٰ ہے۔

چاند رات

مشہور دیوبندی حسین احمد مدنی کا ایک اور غیبی کرشمہ ملاحظہ فرمائیے۔ مصنف انفاس قدسیہ لکھتا ہے ''رمضان المبارک کے موقع پر بارہا ایسا ہوا ہے کہ جس دن آپ سورۃ ''انا انزلنا'' وتروں میں تلاوت فرماتے اس دن شب قدر ہوتی تھی حضرت اسی دن صبح سے عید کا انتظام کر دیتے تھے اور ایک دن پیشتر قرآن شریف ختم کر دیتے تھے۔ چاہے ۲۹ تاریخ ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت کے اس طریقے کی بنا پر حضرت کا ہر خانقاہی بتا سکتا تھا کہ آج چاند رات ہے۔ (انفاس قدسیہ ص ۱۸۵)

حضرت کا اس سورت کا تلاوت کرنا ایسا غضبناک فعل تھا کہ اس دن کو چار

وناچار شب قدر رہنا ہی پڑتا تھا کیا شب قدر پر غیب کے پردے اللہ نے نہیں چڑھا دیئے کہ نبیؐ کو بھی اس کا علم نہیں دیا گیا اور کائنات کے اولیاء کو ان کا آقا یہی کہتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ سر الٰہی کی مستور اشیاء کا علم اپنی غیبی قوت ادراک کے ذریعہ خدا کے حرم میں نقب لگا کر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تو یہ فرماتا ہے:۔

﴿یُولِجُ الَّیۡلَ فِی النَّھَارِ وَ یُولِجُ النَّھَارَ فِی الَّیۡلِ﴾ (الحدید:۶)

(اللہ) رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔

یعنی دن و رات کا آنا جانا میرے قبضہ قدرت میں ہے۔

لیکن یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے اس نظام کو حضرت صاحب نے سنبھالا ہوا ہے۔ انہیں علم تھا کہ میں نے کب چاند نکالنا ہے ورنہ ایک دن پیشتر قرآن کا ختم کر دینا' چاہے ۲۹ تاریخ ہی کیوں نہ ہو اور چاند رات کے دن صبح ہی عید کا انتظام کرنا بغیر وثوق کے کون کر سکتا ہے اور پھر خانقاہ میں پڑے ہوئے درویشوں کو چاند کو آسمان کی وسعتوں میں تلاش کرنے کی ضرورت تک پیش نہیں آتی بلکہ وہ اپنے حضرت کی مصروفیات سے معلوم کر لیتے۔

کیا ان دیوبندیوں نے کتاب وسنت کی ساری ہدایات کو بیکار سمجھ کر پس پشت نہیں ڈال دیا۔ اب صرف حضرت کا جذبہ عقیدت ہے اور وہ ارواح ثلاثہ کے راوی امیر خان' شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کے متعلق اس قسم کی غیب دانی کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ نقل کرتے ہیں کہ۔

چاند پر کنٹرول

''اگر عید کا چاند تیس کا ہونے والا ہوتا تو اوّل تراویح میں ایک سپارہ پڑھتے اور اگر انتیس کا چاند ہونے والا ہوتا تو اوّل روز دو سپارے پڑھتے چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لئے شاہ عبد العزیز صاحب اوّل روز آدمی کو بھیجتے تھے کہ دیکھ آ۔ میاں عبد القادر نے آج کے سپارے پڑھے ہیں اگر آدمی آ کر کہتا کہ آج دو پڑھے ہیں تو شاہ صاحب فرماتے کہ عید کا چاند تو انتیس ہی کا ہوگا۔

دیوبندی مولوی محمود حسن صاحب کا واقعہ پر افسانہ سنئے۔

''یہ بات دہلی میں اس قدر مشہور ہوگئی کہ بازار و اہل پیشہ کے کاروبار اسی پر مبنی ہو گئے۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۵۸)

حکایت کی عبارت بول بول کر بتلا رہی ہے کہ یہ صورت حال قدرتی کسی رمضان کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ بالالتزام ہر رمضان میں ایک ماہ پہلے ہی علم ہو جاتا کہ چاند ۲۹ کا ہوگا یا ۳۰ کا۔ اپنے گھر کے بزرگوں کے علم کی وسعت کا کیا عالم۔

اور نبی ﷺ کی یہ حالت کہ ایک شخص نے آ کر اطلاع دی کہ میں نے عید کا چاند دیکھا ہے۔ آپ نے رکھا ہوا روزہ افطار کروا دیا اور عید کا اعلان کر دیا۔ نبی ﷺ کو ابر کی وجہ سے ایک دن پہلے کا علم نہ ہو سکا کہ آسمان پر چاند طلوع ہوا ہے یا نہیں اور ادھر یہ عالم کہ حضرت ہر سال بالالتزام ایک ماہ قبل ہی چھپی ہوئی بات معلوم کر لیتے۔ اور صرف یہی نہیں کہ مہینہ پہلے چاند کا علم ہو جاتا بلکہ حضرت کو ان آفات کا بھی علم ہو جاتا جو لوگوں پر اترنے والی ہیں لیجئے اور ملاحظہ کیجئے۔

بلاء کا علم

تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مرتب لکھتا ہے کہ

''ایک دن (تھانوی صاحب نے) مولانا محمد یعقوب صاحب کی بابت فرمایا کہ انہوں نے خبر دی تھی اس وبا کی جس میں ان کے اعزہ نے وفات پائی تھی۔ پھر فرمایا مولانا تھے بڑے صاحب کشف' رمضان ہی میں خبر دے دی تھی کہ ایک بلائے عظیم رمضان کے بعد آوے گی ابھی آجاتی لیکن رمضان کی برکت سے رکی ہوئی ہے اگر یہ لوگ بچنا چاہیں تو ہر چیز میں صدقات دے دیں۔ (حسن العزیز ج۱ص ۲۹۳)

کل کیا ہوگا اس کا تعلق بھی علم غیب سے ہی ہے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ بات یہاں کل سے بھی آگے نکل گئی ہے اور علم بھی ہے تو صرف تباہی آنے کا نہیں ٹلنے کا بھی ہے اور یہ کسی ایک فرد کے بارے میں نہیں قبیلے کے ہر فرد کے حق میں اس علم غیب کا ڈنکا بجایا جاتا ہے۔ اگر انکار ہے تو صرف نبیؐ کے علم کا' وہ بھی بریلویوں کی مخالفت کر کے صرف اپنی توحید کی دکان چمکانے کے لئے۔

اگر بلاؤں کے آنے جانے کا علم اللہ کے رسول کو ہوتا تو قرآن آپ کی یہ بات کبھی ذکر نہ کرتا۔

﴿ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ﴾

اگر میں غیب جانتا تو بھلائیوں میں سبقت لے جاتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

یہاں تکلیف یعنی وباء پہنچنے کا علم بھی ہے اور ٹلنے کا بھی۔

ان کے نزدیک شیخ کا مرتبہ دوبالا کرنے کے لئے ایمان کا خون بھی کر دیا جائے تو روا ہے۔

علم غیب

لیجئے بات چل رہی تھی دن رات کے بدلنے کے نظام کی۔ لگے ہاتھوں سورج کے طلوع وغروب کا ایک عجیب قصہ بھی سن لیجئے۔ (ارواح ثلاثہ کے مصنف فرماتے ہیں)

''ایک مرتبہ حکیم خادم علی اپنی مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ رمضان کا زمانہ اور افطار کا وقت تھا آپ نے روزہ افطار فرما لیا۔ اتنے میں چند رافضی آئے اور آکر کہا قسم ہے امام حسین کی، اس وقت غروب آفتاب نہیں ہوا تھا۔ حکیم صاحب نے فرمایا تم غلط کہتے ہو۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ انہوں نے اصرار کیا اور کہا کہ آفتاب ہرگز غروب نہیں ہوا تھا۔ اس پر حکیم صاحب نے فرمایا کہ ہمارے قلوب میں دین و ایمان ہے ہماری شہادتِ قلوب غلط نہیں ہے۔ آفتاب غروب ہو چکا ہے۔ اگر تمہیں اس میں کچھ تردد ہو تو کل مجھے ایک کوٹھڑی میں بند کر دینا اور تم لوگ آفتاب کو دیکھتے رہنا جس وقت غروب آفتاب ہو گا میں تمہیں اطلاع کر دوں گا۔ اس وقت تمہیں تصدیق ہو جائے گی۔ انہوں نے اس دعوے کو عجیب سمجھ کر کہا بہت اچھا۔ اگلے روز غروب آفتاب سے پہلے حکیم صاحب کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا اور خود چھت پر چڑھ کر غروب آفتاب کو دیکھنے لگے جب آفتاب غروب ہوا حکیم صاحب نے فوراً اندر سے اطلاع کی کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ اس وقت اُن کو ان کے دعویٰ کی تصدیق ہو گئی۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۷۹)

شہادتِ قلوب پہ اتنا گھمنڈ اور پھر درو دیوار کا حجاب اٹھتا دیکھیں کہ فوراً بند کمرے سے اطلاع کر دی۔ ان کی غیب دانی کا یہ عالم اور نبی ﷺ کی یہ حالت کہ آپ کے زمانے میں رمضان کے مہینہ میں ابر کی وجہ سے سورج نظر نہ آیا اور لوگوں نے

افطار کا وقت سمجھ کر روزہ افطار کر لیا' بعد میں سورج نکل آیا تو رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

نبی ﷺ کی نگاہ بادلوں کو چیر کر سورج تک نہ پہنچ سکی اور ان کی نگاہ کمرے کی دیواروں اور باقی حجابات میں سے گزرتی ہوئی سورج تک جا پہنچی۔ جبھی تو بریلوی کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کی کفر وشرک کی تمام بحثیں اولیاء کی حرمتوں کو گھائل کرنے اور ان سے کھیلنے کے لئے ہیں اگر خاص توحید کا جذبہ کارفرما ہوتا تو شرک کے سوال پر اپنے اور بیگانے کے درمیان تفریق روا نہ رکھی جاتی۔

اسی طرح حضرت کی نظر کی پہنچ چاند وسورج اور دن رات کے طلوع وغروب تک محدود نہیں بلکہ پوری کائنات کو محیط ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ان کی نظر سے اوجھل نہیں جیسے رب کا علم ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں۔

وما تسقط من ورقة (الآیة) کوئی پتہ گرتا نہیں مگر اللہ کے علم میں ہوتا ہے

دنیا پر نظر

اسی طرح دنیا کا کوئی کونا ان کے ادراک سے باہر نہیں۔ اسی لئے مولوی محی الدین بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ حاجی صاحب عرصہ دراز بوجہ ضعف بدن حج کرنے سے معذور تھے ہم نے اپنے ایک دوست سے کہا آج خاص یوم عرفات (یعنی یوم حج) ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ حضرت کہاں ہیں۔ انہوں نے مراقب ہو کر دیکھا کہ حضرت جبل عرفات کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ حضرت نے فرمایا یا اللہ لوگ کہیں بھی چھپا نہیں رہنے دیتے۔ (کرامات امدادیہ ص ۴۰)

اس کو کہتے ہیں علم کی پرواز حضرت صاحب جو معذور ہیں ان کی اڑان کو تو

چھوڑیئے کمال تو ان مریدین کا ہے کہ گھر بیٹھے سارا جہاں چھان مارا۔ آخر کار تلاش کر ہی لیا۔ اسی لئے بریلوی کہتے ہیں "علم و ادراک کی غیبی توانائی جو خانقاہ امدادیہ کے درویشوں کو تو حاصل ہے لیکن دیوبندی مذہب میں سید الانبیاء کو حاصل نہیں"

اور حضرت صاحب کا یہ ارشاد فرمانا کہ یا اللہ لوگ کہیں بھی چھپا نہیں رہنے دیتے مریدین کی غیبی قوت کے کامل ہونے پر مہر ہے اور حضرت کی طرف سے داد تحسین بھی ہے۔ کیا اب بھی کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ﴾ (الانعام:۵۹)

غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں اور ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جنت کا حدود اربعہ

اور پھر کمال تو یہ ہے کہ دنیا کا کوئی کونا اوجھل نہیں بلکہ جنت کی وسعت بھی ان کی نظر میں ہے چنانچہ ارواح ثلاثہ کے مصنف فرماتے ہیں۔

مولانا نانوتوی ایک عالم سے ملنے کے لئے گئے تو انہوں نے فرمایا "شاہ ولی اللہ طوبیٰ کا درخت ہے۔ پس جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے اور جہاں اس کی شاخیں نہیں وہاں جنت نہیں ہے۔ یوں ہی شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۲۲۸)

سوچئے درخت کے بعد شاخیں نکلتی ہیں یہ درخت تو برصغیر میں پیدا ہوا اور اس کے شاگرد اس کی شاخیں ہیں۔ اب بتلایئے صحابہؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، آئمہ کرامؒ اور محدثین اور صالحین جو شاہ ولی اللہ سے پہلے گزر گئے۔ وہ تو ان کی شاخیں نہیں بنیں تو ان کا ٹھکانہ.................. اسی لئے تو کہا گیا ہے۔

اذ لم تستحی فاصنع ما شئت (الحدیث)

جب شرم نہ رہی تو جو دل میں آئے کر

(تجھ کو روکنے والا کون ہے)

غیب ہی غیب

اور صرف جنت کا حدود اربعہ ہی نہیں جنت کے مکینوں تک کا علم ہے۔ اسی طرح جہنم کے مکینوں کا بھی پتہ ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ

''عارف جنتی و دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۸۵)

جو علم صحابہ کی پہنچ سے باہر تھا۔ جس کی گرد کو تابعین اور تبع تابعین بھی نہ پہنچ سکے دیوبند کے عارفین نے اس علم کو روند ڈالا۔ خیر یہ تو دنیا اور آخرت کے بارے میں علم غیب تھا ایک نیا کرشمہ بھی ان کے ہاتھوں دیکھتے جائیے۔ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں سیّد علی بغدادی وہ اکثر ہمارے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ ان کی کشف و کرامت اہل مکہ میں مشہور ہے۔ ان کے حساب سے امام مہدی کے ظہور میں ایک یا دو سال باقی ہیں۔ انہوں نے امام مہدی کو رکن یمانی کے پاس نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا اور ان سے مصافحہ بھی کیا ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۱۰۳)

شاید امام مہدی تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ چلو ماں کے پیٹ کے حالات بھی ان کے لئے آئینہ کی طرح روشن ہیں مگر یہاں امام مہدی کے ظہور میں دو سال باقی ہیں اور وہ انہیں رکن یمانی کے پاس نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھتے اور مصافحہ بھی کرتے ہیں کیا امام مہدی کہیں چھپے ہیں کہ ظاہر ہو کر پھر پیدا ہوں گے یا پیدا نہیں، ظاہر ہوں گے۔

مولانا قاسم نانوتوی صاحب اپنی جماعت کے ایک شیخ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ کی صفت میں غیر کو اس طرح شریک کرتے ہیں۔

غیبی علم

''شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے ایک مرید تھے جن کا نام عبداللہ خان تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ حضرت کے خاص مریدوں میں تھے ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور تعویذ لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکا ہوگا یا لڑکی اور ''جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا'' (ارواح ثلاثہ ص ۱۸۵)

تیرے گھر میں لڑکا ہوگا یا لڑکی اللہ کے علم غیب میں شرک ہے اور اس فقرے سے کہ جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر کے صفحات پر آپ کے قلم کی سیاہی پھیلی ہوئی ہے اور آپ کی مشیت کے خلاف ولادت نہیں ہوسکتی۔ اور مجبوراً مولود کو وہی شکل بنا ہوتا تھا جو آپ کی نوک زبان سے نکل جاتا۔

اسی طریقے سے اشرف السوانح کے مصنف نے اشرف علی تھانوی کے متعلق قبل ولادت کی ایک پیشین گوئی نقل کی ہے۔ عبارت کا یہ ٹکڑا قابل شنید ہے۔

''نام نامی اشرف علی ہے۔ یہ نام حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی'' جو اس زمانے کے مقبول عام اور مشہور اہل خدمت مجذوب تھے۔ قبل ولادت حضرت والا بلکہ استقرار حمل ہی بطور پیشین گوئی تجویز فرما دیا تھا۔ (اشرف السوانح ج ا ص ۱۷)

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اگر ایام حمل میں انہوں نے خبر دی ہوتی تو یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ طبی ذرائع سے انہیں اس کا ظن غالب ہوگیا ہوگا۔ لیکن استقرار حمل سے پہلے جان لینے کا نام اگر ''علم ما فی الارحام'' سے بھی بڑھکر نہیں تو کیا ہے؟ جو

اللہ کا خاصہ ہے۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی اپنی نانی کے بارے میں واقعہ لکھتے ہیں:۔

''انہوں نے (نانی صاحبہ نے) حضرت حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب پانی پتی سے شکایت کی کہ حضرت میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ حافظ صاحب نے بطریق معما فرمایا کہ عمر وعلی کی کشاکش میں مر جاتے ہیں۔ اب کے بار علی کے سپرد کر دینا' زندہ رہے گا۔ (بچے کی والدہ نے اس کا معما یوں حل کیا کہ باپ فاروقی تھے' ماں علوی اور اسی نسبت سے نام رکھے تھے) فرمایا اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام اشرف علی خان رکھنا اور دوسرے کا نام اکبر علی خان۔ نام لیتے وقت خان اپنی طرف سے جوش میں آ کر بڑھا دیا تھا کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا وہ پٹھان ہوں گے فرمایا نہیں۔ اشرف علی اور اکبر علی رکھنا۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک میرا ہوگا۔ وہ مولوی ہوگا اور حافظ ہوگا اور دوسرا دنیا دار ہوگا چنانچہ یہ پیشین گوئیاں حرف بحرف راست نکلیں۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۷)

سوچئے اشرف علی خان صاحب کی نانی جن حافظ صاحب سے شکایت کر رہی ہیں یہ شکایت اگر ان کے محکمے کی ہے تو بجا کہ عزرائیل کی پارٹی میں ان صاحب کا خاص مقام ہے اور موت کا محکمہ ان کا اپنا ہے وگرنہ اللہ کی شکایت مجذوب سے کرنا کیسے روا ہے۔

حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ ''عمر وعلی کی کشاکش میں مر جاتے ہیں'' یعنی یہ بوجھ ان دونوں خلفاء کے کندھوں پر ڈال دیا۔ بتلایئے خون کس کے سر پر۔ عالم برزخ نہ ہوا دھینگا مشتی کا اکھاڑا بن گیا اور پھر حضرت علی کے سپردگی میں دینا فاتح خیبر ہونے کی وجہ سے طاقت میں زیادہ ہونے کی بناء پر ہوگا۔ دو لڑکوں کی پیشن گوئی اور

ان کی زندگی کی گارنٹی دینا اپنے حضرت کے لئے صرف حمل ہی نہیں استقرار حمل سے بھی پہلے کا علم تسلیم کر لیا گیا اور صرف اپنا ہی نہیں۔ ساتھ ساتھ بھائی کا نام ہی نہیں احول و اوصاف کی بھی نشاندہی کر دی۔ وہ نوشتۂ تقدیر جو فرشتے حمل کے ۸۰ دن بعد لکھتے ہیں۔ اس کے اعمال اس کی موت اس کا رزق اس کی خوش بختی اور بدبختی۔ (ابوداؤد ص ۸)

حضرت نے استقرار حمل سے کئی سال پہلے بتلا دیئے اس کا معنی یہی ہوا کہ یا تو تقدیر کے محکمے پر حضرت کا تسلط ہے یا علم کی پہنچ کا یہ عالم کہ لوح محفوظ کے علم تک ان کی دسترس سے باہر نہیں۔ اسی قوت کا نام خدائی اختیار ہے لیکن عظمت شان کے اظہار کے لئے یہ خدائی قوت بھی غیر خدا میں بے چون و چرا تسلیم کر لی گئی اور عقیدہ توحید پر ذرا برابر بھی آنچ نہ آئی۔

اب حضرت والا کا عقیدہ سنیے۔ فرماتے ہیں کہ یہ جو میں کبھی کبھی اکھڑی اکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں۔ ان ہی مجذوب کی روحانی توجہ کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۷)

اس پر اب ہم کیا تبصرہ کریں بس چپ ہی بھلی۔ روحانی توجہ نہ ہوئی ریزر ہو گئی۔ کسی ایک عالم کا عقیدہ اگر خراب ہو تو درگزر کیا جا سکتا ہے یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا پڑا ہے۔ زندہ تو ایک طرف قبر والوں کے بارے میں بھی یہی عقیدہ ہے۔

لیجئے مشہور دیوبندی عالم اور دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم قاری طیب صاحب کا عقیدہ سنیے فرماتے ہیں کہ:-

ہاتھوں میں ہاتھ

''خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب جب بطن مادر میں تھے تو ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادراک بہت تیز تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے۔ اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ اقرار وتسلیم فرمایا اور آ کر بھول گئے۔ ایک روز شاہ صاحب کی زوجہ نماز میں مشغول تھیں ۔ جب انہوں نے دعا مانگی تو ان کے ہاتھوں میں دو چھوٹے چھوٹے ہاتھ نمودار ہو گئے وہ ڈر گئیں اور گھبرا کر شاہ صاحب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے ۔فرمایا ڈرو نہیں۔ تمہارے پیٹ میں ولی اللہ ہے۔ پس اس لئے اصل نام تو قطب الدین احمد رکھا گیا اور اکثر تحریرات میں اس نام کو حضرت شاہ صاحب لکھتے بھی تھے اور مشہور ولی اللہ ہوا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۴۳)

اللہ تعالیٰ نے تو زندہ لوگوں کے ادراک کی نفی کی تھی کہ وہ نہیں جانتے کہ پیٹ میں کیا ہے یہاں قبر والے لڑکے کی خوشخبری دینے کے علاوہ زوجہ کا حمل بھی بتلا رہے ہیں اور غیب کی خبریں بھی ظاہر کی جا رہی ہیں کہ وہ قطب الاقطاب ہوگا۔

زندگی کا طریقہ

درس حیات کے مصنف اپنے والد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی ایک بہت بڑے عامل سے انہوں نے تذکرہ کیا'' عامل نے کہا ایک عمل ہے اس کو کیجئے ان شاء اللہ اولاد نرینہ ہوگی اور زندہ رہے گی۔ جب حمل کو چوتھا مہینہ ہو تو حاملہ کے پیٹ پر اپنی انگلی سے بغیر روشنائی کے محمد لکھ دیجئے اور پکار کر کہیے

میں نے تیرا نام محمد رکھا اور جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھیے۔ چنانچہ اس عمل کے بعد سب سے پہلی اولاد جو پیدا ہو کر زندہ رہی وہ میں قاری (فخر الدین صاحب مصنف کتاب درس حیات) ہوں۔ (درس حیات ص ۱۹۴)

دیکھا آپ نے حمل سے پہلے اولاد نرینہ کا علم بھی ہو گیا اور زندگی کا بھی۔ اسے کہتے ہیں غیب دانی۔ کہ ماں کے شکم میں آنے سے پہلے ہی سب کچھ کا علم ہو۔

مولوی سعید احمد فاضل دیوبند اپنی پیدائش کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الہام یا علم غیب

''مجھ سے پہلے ابا کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے تھے جن کا نوعمری ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد مسلسل سترہ سال تک ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی یہاں تک کہ انہوں نے ترک ملازمت اور ہجرت کا قصد کر لیا۔ مگر جب قاضی عبد الغنی صاحب مرحوم (والد کے پیر و مرشد) کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے منع لکھ بھیجا اور ساتھ ہی خوشخبری دی کہ ان کے لڑکا پیدا ہوگا۔ (برہان دہلی ص ۴۸ اگست ۱۹۸۲ء)

جب زلزلے میں بریلوی عالم نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بتلایا کہ یہ شرک فی صفات اللہ ہے۔ اب ہم دونوں اس تالاب میں ننگے ہیں تو نجم الدین صاحب یوں گویا ہوئے۔

''اگر کچھ دنوں پہلے (حالانکہ وہاں چند سالوں کا ذکر ہے) مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی کے والد کے پیر قاضی عبد الغنی صاحب کو بذریعہ الہام معلوم ہو گیا کہ بچہ پیدا ہوگا تو کون سی عجیب بات ہے۔ (زلزلہ در زلزلہ ص ۱۱۰)

علماء دیوبند کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا تھا کہ ارحام میں کیا ہے، یہ گتھی بھی سلجھتی دیکھئے۔

مولود کی تصویر

مولانا حبیب الرحمٰن نے فرمایا راؤ عبد الرحمٰن خان صاحب **منجلاسہ (پنجاب)** میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور بڑے زبردست صاحبِ کشف حالات تھے کشف کی یہ حالت تھی کہ کوئی لڑکا لڑکی کے لئے تعویذ مانگتا۔ بے تکلف فرماتے جا تیرے لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا یہ کیسے آپ بتاتے ہیں فرمایا کہ کیا کروں بے محابا مولود کی صورت سامنے آجاتی ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۲۱)

زلزلہ کے مصنف اس پر یوں برستے ہیں۔

''یہاں حسن اتفاق کا بھی معاملہ نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں کہ خواب کی بات ہو بلکہ پوری صراحت ہے اس کی کہ ان کے اندر ما فی الارحام کے علم و انکشاف کی ایک ایسی قوت ہی بیدار ہوگئی تھی (کہ بے محابا مولود کی صورت سامنے آجاتی) اور وہ ہر وقت شفاف آئینے کی طرح پیٹ کے اندر کی چیز دیکھ لیا کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح کی قوت جیسے ہماری آنکھوں میں دیکھنے اور کانوں میں سننے کی ہے۔ نہ جبرئیل کا انتظار اور نہ الہام کی احتیاج ۔ اور بقول ایک بریلوی عالم کے علم و انکشاف کی وہی صفت جو پیغمبر کے حق میں تسلیم کرتے ہوئے انہیں خدا کے ساتھ شرک کی قباحت نظر آتی ہے اپنے ادنیٰ سے مرید کے لئے بے تکلف تسلیم کر لیتے ہیں۔''

اب نجم الدین صاحب ''جو زلزلہ کتاب کا جواب لکھنے والے ہیں'' کیسے فوراً ہی بریلویوں کے ہم نوالہ بن کر موحدین سے اپنا رشتہ توڑ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

''علماءِ دیوبند کب یہ کہتے ہیں کہ بزرگان دین کیلئے حجابات نہیں اٹھائے جاتے۔

(زلزلہ در زلزلہ ص ۹۲)

اور یہ تجابات کسی خاص وقت سے متعلق نہیں جب یہ بھی کوئی تعویذ لینے آتا تو علم ما فی الارحام کا اظہار کر دیتے کیونکہ مولود کی صورت سامنے آ جاتی تھی۔

جا ہیئے آپ اس منافقانہ چال کو کہ موحدین کو خوش کرنے کے لئے بھی یہ الفاظ ادا کرتے ہیں ''اگر کوئی یہ دعویٰ کرے اسے قدرت حاصل ہے کہ عورت کے رحم کے حالات جب چاہے جان لے تو بلاشبہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔(زلزلہ در زلزلہ ص ۱۱۰)

آپ انصاف خود کر لیں۔کوئی سائل تعویذ لینے آیا ہو اور حضرت نے نہ بتلایا ہو اور مولود کی صورت سامنے نہ آئی ہو تو ثبوت پیش کریں۔کیا یہ ایک مستقل قوت کے حامل نہیں بن گئے حالانکہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثىٰ ﴾ (الرعد:۸)

اللہ ہی جانتا ہے جو ہر مادہ (اپنے پیٹ میں) اٹھاتی ہے۔

ایک جگہ اللہ یوں فرماتا ہے۔

﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ﴾ (لقمان:۳۴)

اللہ جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے۔

ایک جگہ اللہ یوں فرماتا ہے:۔

﴿ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ﴾ (حم السجدۃ:۴۷)

نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے نہ کوئی جنتی ہے مگر اللہ کو ان سب چیزوں کا علم ہے۔

اب اللہ کے اس علم میں کون شرکت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔کسی کے پاس اتنا علم ہے ہی نہیں مگر علماء دیوبند اپنے اور اپنے مریدوں کے بارے میں دعویدار ہیں۔ (العیاذ باللہ)

غیب کی ان پانچ چابیوں میں سے جن کا علم اللہ نے اپنے پاس رکھا ہے ایک

﴿ وَمَا تَدْرِی نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ﴾ (لقمان: ۳۴)
کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر فوت ہوگا۔

اور ابوداؤد میں یہ حدیث موجود ہے کہ حمل کے ۸۰ دن کے بعد اس کی تقدیر میں فرشتے اس کا شقی یا سعید ہونا۔ اس کے اعمال' اس کی موت' اس کا رزق لکھ دیتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں علم غیب سے ہیں اور یہی ان دیوبندی حضرات کے لئے کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہیں۔

اب توحید کا دعویٰ کرنا اور زبردستی موحد بننا دھوکہ اور فریب ہے ورنہ بریلویوں کو اسی وجہ سے یہ لوگ مشرک گردانتے ہیں کہ یہ غیر کو بھی عالم الغیب مانتے ہیں اور اسی موضوع پر مناظرے کروائے جاتے ہیں لیکن اب اسی موضوع کو اپنے علماء کے لئے کیسی خوشی اور بشاشت کے ساتھ تسلیم کرلیا جاتا ہے۔

تھانوی صاحب' مولوی مظفر حسین کی روایت سے امداد اللہ شاہ صاحب کا عقیدہ توحید سے متصادم اور اسلامی اصولوں سے منحرف واقعہ عجیبہ ذکر کرتے ہیں۔

مرنے کا علم

حضرت مولانا مظفر حسین مرحوم مکہ معظمہ میں بیمار ہوئے اور اشتیاق تھا کہ مدینہ منورہ میں وفات ہو۔ حاجی صاحب سے استفسار کیا کہ میری وفات مدینہ منورہ میں ہوگی یا نہیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں کیا جانوں۔ کہا حضرت یہ عذر رہنے دیجئے۔ جواب مرحمت فرمایئے۔ حضرت حاجی صاحب نے مراقب ہوکر فرمایا کہ آپ مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے۔ (قصص الاکابر ص۱۰۳)

اس مراقبہ کی اس عظیم قوت کا کیا کہنا کہ چشم زدن میں پردہ غیب کے ایک

سربستہ راز کو معلوم کر کے ساتھی کو بتلایا دیا۔ ان حضرت کی غیبی قوت ادراک میں کسی قسم کا کوئی جھول یا کمزوری نہ تھی کہ مخفی حقائق کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر رہے۔

انہی صاحبین کا اسی قسم کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے جسے ارواح ثلاثہ کے راوی بیان کرتے ہیں۔

"مولانا مظفر حسین ۲۳ جمادی الثانیہ روز شنبہ ۱۲۸۲ھ کو بیت اللہ روانہ ہوئے ابھی مکہ مکرمہ نہ پہنچنے پائے تھے کہ اسہال کا مرض لاحق ہوگیا۔ مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ حاجی امداداللہ صاحب سے فرمایا کہ میرا جی چاہتا تھا کہ مدینہ منورہ میں موت آئے مگر بظاہر اب میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ آپ مراقبہ کیجئے۔ انہوں نے مراقبہ کیا اور فرمایا کہ نہیں آپ مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے کچھ روز کے بعد آپ اچھے ہوگئے اور اگلے ہی روز مدینہ منورہ کو روانہ ہوگئے۔ مدینہ منورہ پہنچنے میں ایک منزل باقی تھی کہ آپ پھر بیمار ہوگئے اور ۱۰ محرم ۱۲۸۳ھ کو انتقال فرمایا اور نزدیک حضرت عثمانؓ مدفون ہوئے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۳۴)

کہاں گیا رب کا یہ دعویٰ کہ

﴿ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ﴾ (لقمان: ۳۴)

کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر فوت ہوگا۔

کیا نعوذ باللہ ان کے اس عقیدے نے اس دعویٰ کو باطل نہیں کردیا۔

آیئے اس مسئلے کی دوسری شق کی طرف کہ کون کب مرے گا۔ اس کا علم اللہ کے علاوہ علماء دیوبند کو بھی ہے۔

موت و حیات پر قبضہ

تذکرہ رشید کے مصنف لکھتے ہیں کہ ''ایک بار نواب چھتاری سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ سب لوگ ان کی زیست سے ناامید ہو گئے۔ ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد ایک شخص کو گنگوہی صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے بھیجا گیا۔ قاصد حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے حاضرین جلسہ سے فرمایا' بھائی دعا کرو۔ چونکہ حضرت نے خود دعا کا وعدہ نہیں فرمایا۔ اس لئے فکر ہوئی اور عرض کیا گیا کہ حضرت آپ دعا فرمادیں اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا امر مقدور کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی زندگی کے چند روز باقی ہیں۔ حضرت کے اس ارشاد پر اب کسی عرض ومعروض کی گنجائش نہ رہی اور نواب کی حیات سے ناامیدی ہوگئی۔ تاہم قاصد نے عرض کیا کہ حضرت یوں دعا فرمائیے کہ نواب صاحب کو ہوش آ جائے اور وصیت و انتظام ریاست کے متعلق جو کچھ کہنا سننا ہو یہ سن لیں۔ آپ نے فرمایا خیر اس کا مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا انشاء اللہ افاقہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نواب صاحب کو دفعتہ ہوش آ گیا اور ایسا افاقہ ہوا کہ عافیت وصحت کی خوشخبری دور دور تک پہنچ گئی کسی کو خیال بھی نہ رہا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اچانک حالت پھر بگڑی اور مخیر و دریا دل نیک نفس رئیس نے انتقال بہ عالم آخرت کیا۔ (تذکرہ ص ۲۵۹)

حضرت کا یہ فرمانا کہ ''امر مقدر کر دیا گیا ہے۔ کس بات کی غمازی کر رہا ہے۔ یا تو تقدیر کے سارے نوشتے حضرت کی جیب میں ہیں جب چاہا ایک نظر ڈال کر بتلا دیا یا قضاء وقدر کا محکمہ ان کا اپنا ہے غیر کا نہیں اسی لئے امر مقدر کر دیتے ہیں اور بتلا دیتے ہیں۔'' زندگی کے چند روز باقی ہیں'' اور مریدان کا پیر طریقت کی بات پر اتنا

ایمان کہ ''کسی عرض و معروض کی گنجائش نہ رہی'' اور حیات کی سب کو ناامیدی ہوگئی یعنی وہ حضرت کی بات نہ تھی کلمہ ''کن'' تھا اور اس بات کا اظہار تھا۔

﴿ وَمَا تُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ ﴾ (الآیۃ)

ہمارے ہاں کوئی قول تبدیل نہیں ہوتا۔

اسی طرح ''خیر اس کا کوئی مضائقہ نہیں'' یہ فقرہ ہماری کس طرف راہنمائی کر رہا ہے۔ اس کا مفہوم جاننے کے لئے کسی منطق یا فلسفہ کی ضرورت نہیں' صرف ذرا سی عقل درکار ہے۔ اس واقعہ میں کتنے شرکیہ عقیدے لپٹے ہوئے ہیں کس کس کی نشاندہی کریں۔ اس فقرے نے آپ کی عقل میں کیا مفہوم پیدا کیا۔'' کسی کو خیال بھی نہ رہا کہ کیا ہونے والا ہے'' جو ہونے والا ہے وہ کرنے والا کون ہے اور وہ فیصلہ جو حضرت کی زبان سے نکلا کیا اس کا ٹلنا ناممکن نظر نہیں آتا۔ اتنے شرکیہ عقیدے رکھنے کے باوجود اپنی جبین پر ''موحد'' کا لیبل چسپاں کرنا بہت بڑے دل گردے کا کام ہے عام انسان کے بس کا روگ نہیں لیجئے ایک دوسرے واقعہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قضاء وقدر کے محکمے کے بلاشرکت غیرے مالک ہیں یا تقدیر کے نوشتے ان کی پہنچ سے باہر نہیں تذکرہ رشید کے مصنف فرماتے ہیں۔

موت کا علم

مولانا گنگوہی کے دوست مولانا صادق الیقین سخت بیمار ہوئے۔ واقفین احباب نے دعا کے لئے عرض کیا حضرت خاموش رہے اور بات کو ٹال دیا اور جب دوبارہ عرض کیا گیا تو آپ نے تسلی دی اور فرمایا میاں وہ ابھی نہیں مریں گے اور اگر مریں گے تو میرے بعد۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس مرض سے صحت حاصل ہوگئی اور

حضرت کے وصال کے بعد اسی سال محرم میں واصل بحق ہوکر جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ رشید ج ۲ ص ۳۰۹)

حال کا پتہ اور مستقبل کی خبر دونوں کا پتہ بتلا دیا۔ اسے کہتے ہیں غیب دانی کا کمال اور ادھر نبی ﷺ کا وہ واقعہ کہ اللہ کے رسول سے جب یہ سوال ہوا کہ بہترین جگہ اور بری جگہ کونسی ہیں تو آپ نے کہا کہ مجھے علم نہیں پوچھ کر بتلاؤں گا۔ جبرائیل سے پوچھا انہوں نے بھی یہی کہا کہ پوچھ کر بتلاؤں گا پھر رب سے پوچھا اور نبی ﷺ کو بتلایا۔ یہاں نہ جبرئیل کا انتظار نہ خدا کی وحی کی احتیاج۔

چلتے چلتے یہ واقعہ بھی سن لیں کہ گنگوہی صاحب کو اپنی موت کا دن معلوم تھا۔ حضرت گنگوہی کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کو چھ روزہ پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا۔ یہ یوم شنبہ دریافت فرمایا کہ آج کیا جمعے کا دن ہے خدام نے عرض کیا حضرت آج تو شنبہ ہے۔ اس کے بعد درمیان میں بھی کئی بار جمعہ کو دریافت کیا۔ حتیٰ کہ جمعہ کے دن جس روز وصال ہوا صبح کے وقت دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے اور جب معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ہے تو فرمایا "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون" (تذکرہ ج ۲ ص ۳۳۱)

چھ دن قبل ہی اپنی موت کا علم وہ بھی یقینی حاصل ہوگیا تھا کہ جمعہ آیا تو یہ الفاظ زبان پر جاری ہو گئے۔

اسی طرح ایک اور حضرت کے بارے میں سنیئے:۔

مولوی ریاض احمد فیض آبادی صدر جمعیۃ علمائے میوات حسین احمد مدنی صاحب سے اپنی آخری ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "حضرت ان شاء اللہ اختتام سال پر ضرور حاضر ہوں گا۔ فرمایا کہہ دیا ملاقات نہیں ہوگی۔ اب تو میدان آخرت میں ہی انشاء اللہ ملو گے مجمع میرے قریب جو تھا احقر کی معیت میں آبدیدہ

ہو گیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ۱۵۶)

حضرت کو اپنی موت کا علم یقینی اور مجمع کو اس لب و لہجہ کا اتنا یقین دونوں باتیں توحید کی نہیں۔ اسی لئے بریلوی حضرات نے یہاں تک کہہ دیا۔قرآن کی کوئی آیت اور حدیث کی کوئی روایت نہ مولوی حسین احمد صاحب کو علم کے خاموش ادعا سے روک سکی اور نہ ہی اس خبر پر ایمان لانے والوں کی راہ میں حائل ہوئی شرک و انکار کی ساری تعزیرات جو دیوبندی لٹریچر میں پھیلی ہوئی ہیں صرف انبیاء و اولیاء کے حق میں ہے گھر کے بزرگوں پر قطعاً ان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (زلزلہ)

اب تک تو آپ نے ان لوگوں کے غیبی علم کے واقعات سنے۔ جن کے سانس کا رشتہ استوار تھا۔ لیجئے اب مُردوں کی باری ہے اور ان کی ''مار'' کا اندازہ لگائیے۔

قبر والے کو عمر کا علم

مولانا یعقوب صاحب اجمیر میں خواجہ صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر دیر تک مراقب رہتے۔ ایک دن مراقبے میں حضرت خواجہ کی طرف سے اشارہ ہوا۔

''آپ کی تکمیل مدرسہ دیوبند میں حدیث پڑھانے سے ہو گی آپ وہیں جائیں اور ساتھ حضرت خواجہ صاحب کا یہ مقولہ بھی منکشف ہوا کہ آپ کی عمر کے دس سال رہ گئے ہیں اس میں یہ تکمیل ہو جائے گی۔ (خواجہ غریب نواز ص ۶)

مذہبی مزاج کے خلاف یہ واقعہ صرف اس لئے برپا کیا گیا کہ اس سے مدرسہ دیوبند کی فضیلت ثابت کرنا تھی اس لئے مُردوں کے روحانی اقتدار اور غیبی تصرف پر ایمان لانا پڑا کہ انہیں بھی موت و حیات کا علم ہے۔

دھوکہ

اور جب زلزلہ کے مصنف نے اس بات پر گرفت کی تم بھی غیر اللہ میں علم غیب تسلیم کرتے ہو تو ارباب دیوبندیوں گویا ہوئے:۔

''یہ حضرات اپنے قلوب کے تصفیے کی وجہ سے انوار تجلیات اور عالم مثال کا بے حجاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا کرتے تھے۔ (انکشاف ص۴۴)

ایک جگہ علم غیب جاننے کو کشف قرار دیتے ہیں اور انکی یوں تشریح کرتے ہیں۔

''پوشیدہ باتوں کا معلوم کرنا کشف ہے اس کی دو قسم ہیں کشف صغریٰ کشف کبریٰ کشف صغریٰ کو (کشف کونی) بھی کہتے ہیں یعنی سالک اپنی قلبی توجہ سے زمین وآسمان' ملائکہ' ارواح' اہل قبور' عرش' کرسی لوحِ محفوظ' الغرض دونوں جہان کا حال معلوم کرے اور مشاہدے کرے۔ کشف کبریٰ اس کو کشفِ الٰہی بھی کہتے ہیں یعنی ذاتِ حق سبحانہ' کا مشاہدہ اور معائنہ ہو جانا اور جملہ حجابات اور اعتبارات کا اٹھ جانا اور نور بصیرت سے خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھنا' سالک کا مقصود اصلی کشف یہی ہے۔اس واضح تفصیل سے آپ کے شبہات یقیناً زائل ہو گئے ہوں گے۔آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اکابر دیوبند بلکہ تمام اولیاء اللہ کشف کبریٰ ہی کو دراصل حصولِ مقصد سمجھتے ہیں اور کشفِ صغریٰ کو صرف مفید قرار دیتے ہیں۔(انکشاف ص۳۶)

نقاب اتارنا

ایک جگہ انکشاف کے مصنف یوں گویا ہوئے ''زلزلے کے کئی صفحات پر پھیلے ہوئے چند واقعات جن میں سے بعض کا تعلق تو محض تجربے سے ہے اور بعض اخبار بالغیب سے ہے جو حضرت (شیخ) کی کھلی ہوئی کرامت ہے اور بعض تو بقول مولانا

قاری صاحب بعنوان ''اپنی وفات کا علم'' پر مشتمل ہے۔ اگر بقول مولانا ارشد القاری اسے تسلیم کا بھی درجہ دے دیں۔ کہ حضرت مدنی کو اپنی وفات سے پہلے ہی اس کا علم ہو گیا تھا تو سوال یہ ہے کہ بزرگانِ دین کے ذکاء و فراست سے ان چیزوں کو بعید از عقل کیوں سمجھا جاتا ہے۔(انکشاف:۲۳۴)

ایک جگہ انکشاف کے مصنف یوں گویا ہوئے۔

''اب مخفی امور پر مطلع ہونے سے تعلق کسی کا کوئی اخفاء باقی نہیں رہا۔ بلکہ قرآن و حدیث سے اس کی صحیح وضاحت بھی ہوگئی کہ یہ چیز از قبیل کشف والہام اور منجانب اللہ خاص بندوں پر نوازش ہے۔'' (انکشاف:۱۷۴)

رب کی صفات کو اپنے بزرگوں میں ثابت کرنے کے لئے دیوبندی عالم جامع الاولیاء سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں:۔

کرامت کی چند قسمیں ہیں۔مردوں کا زندہ کرنا 'مردوں کا کلام کرنا' سطح سمندر کو پھاڑ دینا۔ اس کا سوکھ جانا' پانی پر چلنا ' زمین کا ان کے لئے سمٹ جانا' جمادات وحیوانات کا کلام کرنا' حیوانوں کا ان کے مطیع ہو جانا' بعض مصیبات کا خبر دینا' تصرف کے مقام پر فائز ہونا زمین کے خزانوں پر مطلع ہونا' پردوں کے باوجود کسی دور دراز واقع مقام کو دیکھ لینا' مختلف صورتوں میں ڈھل جانا' زمین کا اس کے تابع ہو جانا۔ (خلاصہ انکشاف ص ۲۷ تا ۵۴)

اللہ کی ایک اور صفت جس میں دیوبندی حضرات غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے علیم بذات الصدور اللہ کی صفت ہے۔ دلوں کے راز گہرے سمندر کی تہہ کی مانند ہوتے ہیں سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر اس کی تہہ میں موتی تلاش کر لینا ناممکنات میں سے ہے اسی لئے کراماً کاتبین بھی دلوں کے رازوں سے بے خبر

ہوتے ہیں۔ لیکن اس گروہ کا اس بارے میں عقیدہ نرالا ہے۔

وسوسوں کا چور

تذکرۃ الرشید کے مصنف رشید احمد گنگوہی کے شاگرد مولوی ولی محمد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ایک دن حلوہ کھانے کو دل چاہا لیکن پیسے نہ تھے۔ استاد کے پاس گئے تو وہ فرمانے لگے۔ آج تو حلوہ کھانے کو ہمارا جی چاہتا ہے۔ جب ولی محمد صاحب رقم لے کر حلوا لے آئے تو فرمانے لگے میاں ولی محمد میری خوشی ہے کہ اس حلوے کو تم ہی کھاؤ۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۲۷)

اب اس واقعہ پر شاگرد کے تاثرات سنیئے۔

"حضرت کے سامنے مجھے جاتے ہوئے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے کیونکہ قلب کے وساوس (وسوسے) اختیار میں نہیں اور حضرت ان پر مطلع ہو جاتے ہیں۔" کیا یہی ان کی وہ توحید ہے کہ جس کا ڈھنڈورا سارے جہاں میں ہے اور پھر تاویلات کا تانا بانا کر کے اس خدائی صفت کو کشف سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسی قبیل کا ایک اور واقعہ سنیئے:۔

مولوی نظر محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ جس وقت آپ (گنگوہی صاحب) سے بیعت ہوئیں چونکہ مجھے طبعی طور پر غیرت زیادہ تھی اس لئے عورت کا باہر آنا یا کسی اجنبی مرد کو آواز سنانا بھی گوارا نہ تھا۔ اس وقت بھی یہ وسوسہ ذہن میں آیا کہ حضرت میری اہلیہ کی آواز سنیں گے مگر یہ حضرت کی کرامت تھی کہ کشف سے میرے دل کا وسوسہ دریافت کر لیا اور یوں فرمایا کہ اچھا مکان کے اندر بٹھلا کر کواڑ بند کر دو۔ (تذکرۃ الرشید ۲/۵۹)

کیا یہ واقعہ پڑھنے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے۔ بریلوی تو مشرک ہیں اور یہ موحد۔

لیجئے لگے ہاتھوں ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے۔ جسے تذکرۃ الرشید کے مصنف بیان کرتے ہیں کہ

دل کا حال معلوم کرنا

ایک لڑکا دیوبندی ہوگیا اور باپ سے ناراض ہوکر گنگوہ آگیا۔مگر اسے اپنے والد کی ناراضگی کا اکثر خیال آتا تھا۔ ایک دن (وہ لڑکا) حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے۔ یکا یک حضرت صاحب نے ان سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے والد کی طرف خیال کیا تھا۔ ان کے قلب میں تمہاری محبت جوش مار رہی ہے اور یہ خفگی صرف ظاہری ہے امید ہے کل پرسوں تک تمہارے بلانے کو اس کا خط بھی آجائے گا۔

چنانچہ دوسرے ہی دن شاہ صاحب (لڑکے کا والد) کا خط آیا۔(تذکرۃ الرشید ۲/ ۲۲۰)

کیا یہی ہے اللہ کو اس کی صفات میں وحدہٗ لاشریک ماننے کا مطلب کہ میلوں کی مسافت سے دل میں چھپی ہوئی محبت کا جوش مارنا بھی معلوم کرلیا اور کل کی خبر بھی دے دی۔

نہ توحید بگڑے نہ ایمان جائے

دلوں کے رازوں کو معلوم کرنے والے ماہرین کا ایک اور نقب قلب پڑھ لیجئے

''مولوی ظفر احمد صاحب مولانا خلیل احمد صاحب کے پاس پیپر میں نمبر پتہ کرنے کی غرض سے گئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نتیجے کے متعلق کچھ عرض کرتا، خود ہی یہ فرمایا کہ

میاں ظفر تمہارے جوابات سے ہم بہت خوش ہوئے۔ پرچہ سامنے ڈال دیا۔ دیکھ تمہارے نمبر سب سے زیادہ ہیں (یعنی سو نمبر میں سے صرف ایک یا دو کم) اور کسی کے نمبر اس قدر نہیں سب تم سے کم ہیں۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید حضرت کو منکشف ہو گیا کہ میں نتیجہ امتحان کے متعلق خیال کر کے آیا ہوں۔" (ارواح ثلاثہ ص ۲۱۸)

جب زلزلے کے مصنف نے اس عقیدے پر گرفت کی تو ارباب دیوبند نے یوں اظہار خیال کیا۔

اب ذرا دلوں کے خطرات کو بذریعہ کرامت معلوم کرنے کا فیصلہ خود صاحب فتوحات مکیہ سلطان الاولیاء محی الدین ابن عربی کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ موصوف کرامت کی تقسیم کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک حسی اور دوسری معنوی۔ عوام الناس صرف کرامت حسیہ سے ہی واقف ہیں جیسے دلوں کی بات معلوم کرنا۔ مغیبات باقیہ کی خبر دینا۔ موجودہ غیب کی خبر اور آنے والی غیبی باتوں سے مطلع کرنا۔ دیوبندی مصنف اس کو دلیل بنا کر لکھتے ہیں۔ اب قارئین بنظرِ انصاف بغیر کسی پاسداری کے غور کریں کہ کیا یہ خلاف شرع ہیں۔ جواب میں نفی یا اثبات، جو بھی پہلو اختیار کریں علامہ ابن عربی شیخ الاسلام صاحب فتوحاتِ مکیہ کا ضرور خیال کریں۔ (انکشاف ص ۱۶۴)

ستار العیوب اور علام الغیوب اللہ ہی ہے لیکن ذرا ان کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری کا قلب بڑا ہی نورانی تھا۔ میں ان کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا۔ کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہو جائیں۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۴۴)

ارواح ثلاثہ کی ایک اور روایت بھی پڑھتے جائیے۔

امیر شاہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے فرمایا۔ مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی قلب کے اندر کے جو نہایت باریک چور ہوتے ہیں ان سے خوب واقف ہیں۔ (ص ۱۴۰)

دل نہ ہوا آئینہ ہوا کہ ادھر نظر اٹھائی اُدھر دل کے وسوسوں پر مطلع ہو گئے۔

نہایت باریک چور سے واقفیت کا دعویٰ دراصل "الہ" بننے کے دعوے کے مترادف ہے۔

کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اپنے ایک بندے سے گناہ کے بارے میں کہے گا۔

سترتھا علیک فی الدنیا و انا اغفرھالک الیوم ۔ (متفق علیہ)

دنیا میں میں نے ان گناہوں کو ڈھانکے رکھا تھا آج میں ان کو معاف کرتا ہوں۔

اب گناہوں کا علم اللہ ہی کو ہے اللہ نے ان گناہوں کو دنیا سے چھپائے رکھا۔ لیکن جو قلب کے باریک چور سے واقف ہے اس کے الہٰ ہونے میں کیا شک ہے کیونکہ دلوں کے بھید جاننے کا دعویٰ صرف اللہ کا حق ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

﴿ قُلْ إِن تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ﴾ (آل عمران :۲۹)

اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم کوئی بات اپنے دل میں چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴾

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔

﴿ وَرَبُّکَ یَعۡلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوۡرُ ھُمۡ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ ﴾(قصص: ۶۹)

اور تمہارا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں کیونکہ رب کا یہ اعلان ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ﴾ آل عمران: ۵)

بے شک زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

﴿ وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِہٖ نَفۡسُہٗ ﴾ (ق ۱۶)

ہم جانتے ہیں کہ اس کے دل میں کیا وسوسے آتے ہیں۔

رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ

اللہ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔

اب سینے کے رازوں میں غیر اللہ کو شریک کر کے شرک پرستی کی تعلیم نہیں دی جارہی اور ان تمام امور کو کشف نامی اصطلاح کے ذریعے مسلمان بنانے کی سعی کی جاتی ہے حالانکہ کشف معجزے کے قبیل سے ہے۔ جس طرح معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر ہوتا ہے اسی طرح کشف بھی ہے۔ معجزہ بھی دائمی اور ہمہ وقتی نہیں ہوتا جیسا کہ قرآن کہتا ہے۔

﴿اَنۡ تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاۡتِیَھُمۡ بِاٰیَۃٍ﴾

یعنی معجزے دکھا دے ان لوگوں کو زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر۔ اسی طرح کشف بھی نبی ﷺ کے ہاتھ میں نہیں۔ (الانعام: ۳۵)

جیسا کہ اللہ نے جنگ موتہ اور بیت المقدس سے نقشہ کو مدینہ اور مکہ میں بٹھا

کر دکھا دیا لیکن آپؐ سفر میں اونٹ کے نیچے امہات المومنین حضرت عائشہؓ کا گم شدہ ہار نہ دیکھ سکے۔

جس طرح معجزہ نبی کے ہاتھ پر ہوتا ہے اسی طرح کشف بھی نبی کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ غیر نبی اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کشف امور غیبیہ میں سے ہے جس کے بارے میں رب کا یہ فیصلہ ہے۔

﴿ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ (جن:۲۶)

اللہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جن کو رسول چن لیتا ہے۔

اور چونکہ وحی منقطع ہو چکی ہے اور غیب جس کی اطلاع وحی کے ذریعے دی جاتی تھی۔

﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ﴾ (عمران:۴۴)

یہ غیب کی خبریں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

وہ آنے سے رہی لہذا کشف کا تو اب سوال ہی نہیں ہوتا اور پھر اللہ کے رسول کی اس حدیث نے معاملہ صاف کر دیا۔

﴿لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا و ما المبشرات قال الرُّؤیا الصادقۃ﴾ (بخاری بحوالہ مشکوۃ کتاب الرؤیا)

آثار نبوت میں سے مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا (صحابہ نے پوچھا مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا اچھا خواب اب کشف کہاں رہا جو آثار نبوت میں ایک اہم جز ہے) باقی جو دلائل اغیار نبی میں دیئے جاتے ہیں سب ضعیف و کمزور سہارے ہیں۔ قرآن و حدیث کی تو یہ بات اب ذرا ان کی بھی سن لیں۔

مولوی اخلاق حسین قاسمی ایک واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں۔

''حاجی صاحب کے دل میں جو خیال گزرا حضرت مدنی کی قوت ایمانی نے اسے محسوس کرلیا۔ اسے اصطلاح میں کشف قلوب کہتے ہیں۔'' (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۲۲)

بغیر کسی دقت کے مخفی حال معلوم کرلینا انہی کی شان ہے اور پھر وہ بھی جز وقتی نہیں ہمہ وقتی۔ اسی کشف قلوب کی وجہ سے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

''فدا حسین رسول شاہی نامی جو شخص دہلی میں صاحب باطن تھا فرمایا کہ لازم ہے کہ بزرگوں کے حضور میں دل کو خطرات و خیالات ناہموار سے پاک رکھیں' اپنے دل پر مراقب رہیں' مباداا اثر دل مکدر قلب اہل باطن پر پڑے اور کچھ اس کی زبان پر آجائے تو شرمندگی ہو۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۶۴)

دلوں کا رابطہ

اور صرف دلِ مکدر کا اثر قلب اہل باطن پر ہی نہیں پڑتا بلکہ یہاں تو دل کو دل سے راہ ہے ''مولانا رفیع الدین صاحب نے فرمایا کہ مجھے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ ایسی مناسبت تھی کہ جو کچھ مولانا کے قلب پر وارد ہوتا تھا اس کا خیال مجھے گزرتا تھا اور میں وہی کرتا ہوں جو انہیں مکشوف ہوتا تھا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۵۸)

دو قالب یک جان کا محاورہ تو سنا ہوگا مگر یک قلب دو جان کا آج مظاہرہ دیکھ لیں۔ جائیداد کے قبضے تو دیکھے تھے آج قلوب کے قبضے بھی دیکھ لیں۔

دل پر قبضہ

مصنف درس حیات لکھتے ہیں:۔

''والد صاحب مرحوم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت مولانا بشارت کریم

صاحب فرماتے تھے کہ میں نے بارہا آپ کے قلب پر نظر کی تو اس کو آپ کے شیخ کی توجہات سے معمور و مربوط پایا۔ آپ کے شیخ کا پورا قبضہ آپ کے قلب پر ہے اور آپ کے قلب کا پورا رابطہ شیخ کے ساتھ ہے۔ سبحان اللہ کشف قلوب کی کتنی عجیب مثال ہے۔ (درس حیات ص ۳۳۴)

یہ واقعہ، حیرت سے منہ میں انگلیاں ڈال لیجئے۔ یہ ان لوگوں کی زبان ہے جن کے گلے اپنے آپ کو موحد کہتے کہتے خشک ہو چکے ہیں۔ بغیر سینہ چیرے پھاڑے قلب کی اندرونی بیرونی تہوں کو الٹ پٹ کر اندر کا حال بھی دیکھا اور واکی ٹاکی سیٹ یا وائرلیس سسٹم کی طرح میلوں کی مسافت پر پیر و مرید کے قلوب منسلک بھی دیکھئے۔ ستیاناس اس جذبہ عقیدت کا جو انسان کو اکابر پرستی کروا کر ذلیل کروا دیتی ہے اور یہ تک بھول جاتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا، دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرح چاہے پھیر دے یعنی دل اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے یہاں مرید کا دل شیخ کے قبضے میں ہے شیخ ہیں یا اللہ۔

غیب کا پردہ چاک

مصنف درس حیات اپنے چھوٹے بھائی کا واقعہ لکھتے ہیں کہ والد صاحب تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ کانوں تک اٹھا چکے تھے۔ قاری اشرف الدین نے کھیل میں مشغول ہونا چاہا اور سوچا کہ ابو کو میرے کھیل کی خبر نہ ہوگی لیکن ان کو فوراً کشف ہوگیا اور اچانک ہاتھ کانوں سے ہٹا کر پیچھے مڑ کر دیکھا اور مجھ کو زور سے ڈانٹا۔ (درس حیات ص ۲۲۶)

قصہ بیان کرنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ ثابت کیا جائے کہ والد صاحب غیبی پردوں کو چاک کر کے نبی ؐ کی ہمسری

کرنے جارہے ہیں کیونکہ اللہ کے رسول نے فرمایا:

اقیموا صفوفکم وتر آصّوا فانی اراکم من وراء ظھری

صفوں کو سیدھا کرو اور ایک دوسرے سے مل جاؤ پس میں دیکھتا ہوں تم کو پیچھے سے۔(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری باب تسویۃ الصف)

یہ نبی کا خاصہ ہے اور اللہ نے نبیؐ کے لئے غیب کا پردہ چاک کیا اور یہاں مصنف درس حیات اپنے والد کے لئے غیب کا پردہ چاک کر رہا ہے کہ والد صاحب کو چھوٹے بھائی کے کھیل کا فوراً کشف ہوگیا۔"**یاللعجب**"

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

''بعضے لوگ ہمارے قافلے میں ایسے موجود ہیں کہ اپنے دل میں (کچھ بات) خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں (دل ہی میں) کہ اگر یہ(حضرت صاحب قبلہ مدظلہ) مطلع ہوکر بتلا دیں تو البتہ شیخ ہیں بزرگوں کا امتحان لینا بے ادبی ہے ان کو کیا ضرورت ہے کہ تمہارے دل کا حال بیان کریں'' (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص۶۴)

یعنی معلوم تو سب کچھ ہے مگر بتلائیں گے نہیں کیونکہ امتحان بے ادبی کے زمرے میں آتا ہے ورنہ مولوی عبدالرشید صاحب سوالات کرنے والے شخص کو پہلے ہی جوابات دے دیتے۔ (نقیب کا مصلح امت نمبر ص۵)

گونگوں کی زبان

لیجیے گونگوں کی زبان میں اشاروں کے بغیر گفتگو کا طریقہ بھی سنیئے۔

مولوی محب الدین فرماتے ہیں کہ حضرت پیر ومرشد ایک مجمع میں تشریف لے گئے وہاں ایک شیخ بہت ہی ضعیف تھے۔ انہوں نے اپنے پاس بٹھایا۔ اور حضرت کی

طرف متوجہ ہوئے آپ نے بھی توجہ کی۔ اتنے میں کسی نے کہا یہ بھی فارسی جانتے ہیں ان سے آپ فارسی میں کلام کیجئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو بات چیت کی حاجت نہیں ہے۔ دس گیارہ منٹ کے بعد وہ شیخ کے قدموں پر گر پڑے۔

(شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۹۸)

مولانا نوناتوی صاحب درس مثنوی دے رہے تھے۔ ایک صاحب درس سُن کر کہنے لگے کاش آپ کو باطنی علم بھی ہوتے۔ حضرت مولانا نے ازراہ انکسار فرمایا' جی ہاں میں ایسا ہی محروم ہوں۔ اگر آپ ہی مجھ پر نظر شفقت فرما دیں تو میری نیک نصیبی ہے۔ اس پر وہ بزرگ متوجہ ہو کر مراقب ہوئے۔ ادھر حضرت مولانا بھی نسبت کے ساتھ مراقب ہوئے تھوڑی دیر میں وہ بزرگ ہاتھ جوڑ کر اٹھے کہا مولانا مجھے خبر نہ تھی کہ آپ میں یہ جوہر بھی علی الوجہ الاتم موجود ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۷۵)

دیکھا آپ نے بولے بغیر ہی سب کچھ کر گئے۔ لیجئے اب بغیر بلاوا دیئے ہی ملاقات کر لی امداد اللہ شاہ صاحب کے ایک مرید مولانا محمد حسین کا مراقبہ پڑھئے فرماتے ہیں:۔

''ایک دن ظہر کے بعد میں اور مولوی منور علی اور ملا محب الدین صاحب کوئی ضروری بات عرض کرنے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حسب معمول اوپر جا چکے تھے۔ کوئی آدمی تھا نہیں کہ اطلاع کرائی جاتی۔ آواز دینا ادب کے خلاف تھا۔ آپس میں مشورہ یہ کیا حضرت کے قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں۔ بات کا جواب مل جائے گا یا خود حضرت تشریف لائیں گے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت اوپر سے نیچے تشریف لائے ہم لوگوں نے معذرت کی۔ اس وقت حضرت لیٹے ہوئے تھے۔ ناحق تکلیف ہوئی ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے لیٹنے بھی نہ دیا کیونکر لیٹتا۔ (کرامات امدادیہ ص ۱۳)

مراقبہ نہ ہوا وائر لیس سیٹ ہوا۔ خبر رسانی کا سستا اور برق رفتار ذریعہ۔ نہ بلانے والے کو زحمت اور نہ خود ہلے چلے۔ صرف گردن جھکائی سگنل دیا اور وصول کر لیا۔ اللہ رے یہ ستم۔ دل کے دروازے چوپٹ کھلوانے کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ سُن لیجئے۔ تذکرۃ الرشید کا مصنف لکھتا ہے

فلم بینی

''ایک دن مولوی امیر شاہ خان صاحب نے حضرت (گنگوہی) قدس سرہ سے ایک قصہ بیان کیا کہ مسجد حرام میں ایک بزرگ کے پاس ایک نوعمر درویش آئے اور بیٹھ گئے بزرگ درویش سے مخاطب ہو کر کہنے لگے بھائی تمہارے قلب میں بڑی اچھی چیز ہے ان بچاروں نے اپنا حال چھپانا چاہا مگر انہوں نے پردہ ہی فاش کر دیا۔ کہنے لگے تمہارے قلب میں عورت کی شبیہ ہے اس کی ناک ایسی ہے اور آنکھیں ایسی ہیں اور بال ایسے ہیں۔

غرض تمام حلیہ بیان کر دیا۔ اس وقت وہ درویش بہت نادم ہوئے اور اقرار کیا کہ بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ ابتدائے جوانی میں مجھے ایک عورت سے عشق ہو گیا ہر وقت اس کے دھیان میں رہنے سے اس کی شبیہ میرے قلب میں آ گئی اب جب بھی طبیعت بیقرار ہوتی ہے تو آنکھ بند کر کے اس کو دیکھ لیتا ہوں' کچھ سکون ہو جاتا ہے اور طبیعت ٹھہر جاتی ہے حضرت گنگوہی نے یہ قصہ سن کر کہا' بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں ہے کیونکہ ان کو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونے کی نوبت پہنچتی تھی۔ میرا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورے کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی۔ حالانکہ حاجی صاحب مکہ

میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق برسوں رہا ہے۔

(امداد المشتاق ص ۱۹۹ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص ۱۹۴)

دل نہ ہوا ویڈیو سنٹر ہوا کہ فلمیں رکھی ہوئی ہیں۔ جب چاہا فلم دلدار کی دیکھ لی اور حضرت بھی اس کے دل کی سکرین پر آئی ہوئی عورت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور علیم بذات الصدور والی صفت کا اعلان کر رہے ہیں۔

جنتی دوزخی کی پہچان

عبد القادر شاہ صاحب کی غیب دانی کا تذکرہ مولوی عبد القیوم صاحب اس طرح کرتے ہیں کہ شاہ صاحب اکبری مسجد کی سہ دری میں بیٹھا کرتے تھے۔ بازار آنے جانے والے آپ کو سلام کیا کرتے تھے۔ سو اگر سُنی سلام کرتا تو آپ سیدھے ہاتھ سے جواب دیتے اور شیعہ سلام کرتا تو الٹے ہاتھ سے جواب دیتے تھے۔ یہ بیان کر کے مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے ہیں کہ کیا کہہ دوں۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۶)

المومن ینظر بنور اللّٰہ یعنی مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

المومن ینظر بنور اللّٰہ کا فقرہ چیخ چیخ کر بتلا رہا ہے کہ شیعہ سنی کا امتیاز ظاہری علامت پر نہیں اس غیبی قوت ادراک کے ذریعے تھا جس کی تعبیر مولوی عبد القیوم نے نور الٰہی سے کی ہے۔ اور یہ ادراک کوئی ایک آدھ دن کی بات نہ تھی بلکہ ہر روز کا معمول تھا۔ اس لئے اس واقعے پر ایک بریلوی عالم یوں گویا ہوئے۔

''شاہ عبد القادر صاحب کے حق میں تو کشف احوال کی ایک دائمی اور ہمہ وقتی قوت تسلیم کر لی گئی ہے جو قوتِ بینائی کی طرح انہیں ہر وقت حاصل رہا کرتی تھی۔ لیکن شرم سے منہ چھپا لیجئے کہ نبی مرسل ﷺ کے حق میں کشف احوال یہی دائمی

اور ہمہ وقتی تسلیم کرتے ہوئے ان حضرات کا عقیدۂ توحید مجروح ہو جاتا ہے اور شرک کے غم میں شب و روز سلگتے رہتے ہیں''

یہ حضرات صرف شیعہ اور سنی میں ہی امتیاز نہیں کرتے بلکہ بقول حاجی امداد اللہ صاحب کے عارف جنتی و دوزخی کو اسی دنیا میں جان لیتا ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۸۵)

اصلی چہرہ

یہی تو علم غیب ہے اسی لئے ایک جگہ دیوبندی عالم زلزلہ کی گرفت کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ تمام واقعات اس پر شاہد ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی بذریعہ کرامت دلوں کے خطرات پر مخفی امور کے مشاہدات پر مطلع ہو گئے تو پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ (انکشاف ص ۱۷۵)

آگے لکھتے ہیں اب امور غیب کا مشاہدہ بھی امام غزالی کے قلم سے ملاحظہ فرما لیجئے تا کہ دلوں کے خطرات کے ساتھ امور غیبی کے مشاہدات کا شبہ بھی زائل ہو جائے اور قارئین خوب سمجھ لیں کہ یہ چیزیں بندے کو بھی بذریعہ کشف وکرامات حاصل ہوتی ہے۔ (انکشاف ص ۱۷۶)

ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

مکاشفات کو علم غیب بتانے والے علم وفن سے کورے سخت جاہل اور مزاج شریعت سے ناآشنا ہیں۔ (انکشاف ص ۱۳۶)

کل کسی کے ساتھ کیا ہوگا۔ اس کا علم بھی حضرت صاحب کو بخوبی تھا۔

علم غیب کا کمال

ارواح ثلاثہ کے روای فرماتے ہیں ''مولانا گنگوہی حج کے ارادے سے نکلے۔ بحری جہاز کی روانگی کو دیر ہوگئی۔ لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ اب حج نہیں مل سکتا اور جہاز سے اترنا شروع کیا۔ جب مولانا کو معلوم ہوا کہ لوگ اترنے لگے ہیں تو آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ عزم حج فسخ نہ کریں ہمیں حج ضرور ملے گا۔ کیونکہ میں عرفات میں مزدلفہ میں اور منیٰ میں اپنے آپ کو دیکھ چکا ہوں۔ کچھ لوگ رہ گئے باقی اور کچھ بھی پھر اتر گئے۔ مولانا نے حافظ عطاء اللہ کو عادت کے خلاف خود سمجھایا۔ مولانا نے اقرار کرلیا کہ اب میں نہ اتروں گا مگر باوجود اس کے بھی وہ اتر گئے۔ مولانا کو جب ان کا اترنا معلوم ہوا تو آپ کو بہت ملال ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ناحق اُتر گئے۔ بس جی ان کی قسمت ہی میں حج نہیں۔ اس کے بعد حافظ صاحب ہر سال حج کا ارادہ کرتے مگر کوئی نہ کوئی مانع پیش آ جاتا اور تا انتقال ان کو حج میسر نہ ہوا۔ ایک دفعہ تو یہاں تک ہوا کہ تیاری پوری ہوگئی یکہ بھی آ گیا۔ سوچا ذرا دیر لیٹ جائیں' لیٹ کر سوار ہوں گے۔ لیٹنے سے کمر میں اتنا زور کا جھٹکا آیا کہ اب وہ سفر کے قابل ہی نہ رہے۔ میں نے مولانا سے ایک جلسے میں عرض کیا کہ حافظ صاحب ہر سال حج کا ارادہ کرتے ہیں۔ مگر ان کو حج نصیب ہی نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ حضور نے فرمایا تھا ان کی قسمت ہی میں حج نہیں۔ آپ ان کے لئے دعا فرمادیں کہ ان کو حج مل جائے۔ مولانا نے دعا نہیں فرمائی اور فرمایا یہ تمہارا خیال ہے مگر میں اس قابل نہیں ہوں۔ پھر عرض کیا مگر آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۰۲)

مولانا کا یہ کہنا کہ حج ضرور ملے گا اپنے علم غیب کی صداقت پر پختہ ایمان کی دلیل ہے اور پھر یہ فرمانا کہ ان کی قسمت ہی میں حج نہیں۔ نوشتۂ تقدیر سے 'غیبی علم کے ذریعے پڑھ کر بتلانا ہے یا تقدیر کا اپنے ہاتھ سے لکھنا۔ کوئی بھی عقیدہ رکھیں۔ شرک کی آلودگی سے بچ نہیں سکتے کہاں ہے توحید کا وہ زعم باطل۔ جس کو بنیاد بنا کر بریلوی حضرات پر چڑھائی کر رکھی ہے۔

علم غیب کی بلندیوں کو چھونا ان حضرات کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اسی قسم کا واقعہ سنیئے۔

ایک دن حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے خواب دیکھا کہ مجلس اعلیٰ و اقدس حضرت سرور عالم مرشد اتم ﷺ وعلی آلہ وازواجہ واتباعہ وسلم میں حاضر ہوں۔ غایت رعب سے قدم آگے نہیں پڑتا ہے کہ ناگاہ میرے جد امجد حضرت حافظ باقی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور حضرت نبی کریم ﷺ میں پہنچا دیا آنحضرت نے میرا ہاتھ لے کر حوالہ حضرت میانجو صاحب چشتی قدس سرہ کے کر دیا اور اس وقت بعالم ظاہر حضرت میانجو صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ سے کسی قسم کا تعارف نہ تھا بیان فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا عجیب انتشار و حیرت میں مبتلا ہوا کہ یا رب یہ کون بزرگوار ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا اور خود مجھ کو ان کے سپرد فرمایا۔ میرے استاذی نے میرے اضطرار کو دیکھ کر حضرت میانجو صاحب سے ملاقات کرنے کو کہا میں آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمال باکمال جناب ثان ملاحظہ کیا۔ صورت انور کو کہ خواب میں دیکھا تھا۔ بخوبی پہچانا اور محو خود رفتگی ہو گیا اور افتاں وخیزاں ان کے حضور میں پہنچ کر قدموں میں گر پڑا۔ حضرت میانجو صاحب قدس اللہ اسرار نے میرے سر کو اٹھایا اور

اپنے سینے نور گنجینہ سے لگالیا اور بکمال رحمت وعنایت فرمایا کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق ویقین ہے۔ یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میانجو صاحب کی ظاہر ہوئی۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۰)

خواب کی بات کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ لیکن میانجو صاحب کا یہ کہنا کہ تمہیں اپنے خواب پر کامل وثوق ویقین ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب کی بات نہیں بلکہ بیداری میں سب کچھ ہوگیا۔ ورنہ ان کو کیسے معلوم ہوگیا کہ امداد اللہ کو یہ خواب آیا اور پھر حاجی امداد اللہ صاحب کے اس جملے نے معاملہ سلجھا دیا کہ'' یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میانجو کی ظاہر ہوئی'' خواب میں آنا اور نبی کے ہاتھ میں حاجی امداد اللہ کا ہاتھ دینا اور نبی کا میانجو صاحب کو پیش کرنا اور میانجو صاحب کا حاجی صاحب کوخواب کے بارے میں بتلانا 'کرامت ہے یا علم غیب کی کشادگی۔

اگر ذہن پر بار نہ ہوتو اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی پڑھتے جایئے۔

''رشید احمد گنگوہی اپنی قید کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت (حاجی امداد اللہ) گنگوہ تشریف لائے اور یہاں خبر تھی کہ میں اب رہا ہوا اب رہا ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے چھوٹنے میں ابھی دیر ہے ہم اس سے مل آئے ہیں۔ انہی ایام میں کہ میں قید خانہ میں تھا' خواب میں آپ تشریف لائے گویا میرے پاس تشریف رکھتے ہیں اور تسلی فرماتے ہیں۔ پھر حضرت یہاں سے تشریف لے گئے اور میں ایک ماہ بعد چھوٹ آیا۔

(امداد المشتاق ص ۱۸۳ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص ۲۶۹)

نبی کا خواب تو حقیقت پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ نبی کا خواب بھی وحی الٰہی ہے۔ لیکن یہاں اُمتی کا خواب حقیقی بن رہا ہے۔ کہ خواب میں آنا دراصل حقیقی آنا تھا۔ معلوم نہیں یہ کیا چکر ہے'' گونگے کی باتیں گونگے کی ماں ہی جانے''

عبد الوحید صدیقی صاحب' حسین احمد مدنی کی غیب دانی کے جیل کے واقعات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایک دن حضرت کے نام پانوں کا پارسل آیا۔ جس کا علم نبرجی صاحب (جیلر) کو ہی تھا اور کسی شخص کو نہ تھا۔ موصوف نے وہ پارسل نظر احتیاط روک لیا۔ جیسے ہی جناب نبرجی صاحب حضرت کے سامنے آئے۔ حضرت نے فرمایا کیوں صاحب آپ نے میرا پانوں کا پارسل روک لیا ہے خیر کچھ حرج نہیں۔ آج اس میں سے صرف چھ پان دے دیجئے۔ پرسوں تک دوسرا پارسل آ جائے گا۔ جناب نبرجی صاحب کو بڑا تعجب ہوا کہ اس واقعہ کا علم حضرت صاحب کو کیسے ہوا۔ تیسرے دن حسب ارشاد پانوں کا پارسل آیا اور موصوف کو خیال ہوا کہ یہ کوئی معمولی شخص نہیں بلکہ کوئی پہنچے ہوئے فقیر معلوم ہوتے ہیں۔ (دہلی کا عظیم مدنی نمبر ص ۲۰۸)

جیل کا دوسرا واقعہ بھی سن لیجئے:۔

جیلر نے مولانا کا سنسر شدہ خط انہیں دے دیا۔ اسی جرم میں باز پرس ہوئی اور معطل ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد مولانا کی خدمت میں آئے۔ دیکھتے ہی مسکرا کر مولانا نے فرمایا پان جو دیتے تھے اس سے معطل ہوئے۔ پان نہ دیتے تو کیا ہوتا ان کو سخت حیرت تھی کہ یہ واقعہ ابھی ابھی دفتر میں ہوا ہے کسی کو خبر تک نہیں۔ انہیں کیونکر علم ہوا۔ انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو فرمایا' ان شاء اللہ کل تک بحالی کا حکم آ جائے گا تم مطمئن رہو۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ تھی دوسرے دن ڈاک میں جو پہلی چیز ہاتھ میں آئی' معطلی کے حکم میں منسوخی اور بحالی تھی۔ (دہلی عظیم مدنی نمبر ص ۲۰۳)

ان دونوں واقعات میں گزشتہ کی خبر بھی دے دی اور آئندہ کا حال بھی بتلا دیا۔ علم غیب آخر یہ علم نہیں تو کونسا علم ہے جس کا غیر میں اعتقاد رکھنے والا مشرک

ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی واقعہ اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

جوتوں کی پہچان

ایک مجمع میں قاسم نانوتوی صاحب کا جوتا بدلا گیا۔ احباب تلاش میں تھے۔ حاجی امداد اللہ صاحب تشریف لائے اور فرمانے لگے بدلا ہوا جوتا ہمیں دکھاؤ۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی خود اس جوتے کو اٹھا کر اعلیٰ حضرت کے پاس لے گئے اعلیٰ حضرت نے تپائی کے سامنے دیکھ کر فرمایا یہ تو حبیب حسن کا ہے۔ حبیب حسن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ساتھیوں میں ایک لڑکا تھا' لیکن اس درجہ اجنبی تھا کہ اعلیٰ حضرت کو اس کے متعلق کبھی تعارف نہ ہوا تھا۔ (تذکرہ الصادق ص۱۲۷)

دیوبند کے مولوی محمد یٰسین صاحب ایک واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان حضرات کے غیب کے علم کا ذریعہ کیا ہے۔

(تذکرہ ج ۲ ص۱۴۲)

"شیخ ہر چہ گوید دیدہ گوید" شیخ جو کچھ کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے۔

یہ علم غیب کی نفی ہے یا اثبات' اور اگر کبھی آنکھ شیطان کا کہا مان کر دھوکا دے جائے تو کیا ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

معدہ عالم الغیب

ارواح ثلاثہ کے راوی بیان کرتے ہیں کہ مولانا مظفر حسین بہت محتاط تھے۔ کبھی مشتبہ مال نہ کھاتے تھے اور بھولے سے غلطی سے کھا لیتے تھے تو فوراً قے ہو جاتی۔

(ارواح ثلاثہ ص ۲۱۸)

آنکھ اگر غلطی کرتی تھی تو دوسرے جوارح ساتھ نہیں دیتے تھے۔ پیٹ ایسی مشتبہ غذا کو قبول ہی نہیں کرتا تھا۔ اس کا مطلب کیا یہ نہیں کہ ان کا پیٹ بھی علم غیب کا سرچشمہ ہے ورنہ ابوبکرؓ نے اس دودھ کو انگلی مار کر باہر نکالا جس کے بارے میں آپ کو بتلایا کہ یہ ناجائز طریقے سے آیا تھا۔ خود بخود قے نہ ہوئی۔

ان حضرات نے اللہ کی اس صفت عالم الغیب کو اتنا سستا کر دیا کہ ان کے حضرت تو حضرت رہے ہندوؤں کے لئے بھی غیبی قوت تسلیم کر لی جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ''ایک شخص محب اللہ جو کہ پہلے قوم ہنود سے تھا اس نے قبل اسلام اتنی محنت کی تھی کہ چودہ طبق تک نظر پہنچتی تھی۔ (شمائم امدادیہ ص ۷

اسی طرح ایک جگہ پر حاجی صاحب فرماتے ہیں۔

''لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔

(شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۲۱)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں" ایک دفعہ حاجی امداد اللہ صاحب بستر سے ہی غائب ہو گئے جب انگریز تلاشی لینے کے لئے گھر آیا۔ تذکرۃ الرشید کا مصنف اس بارے میں لکھتا ہے غالباً حضرت کو کشف سے یہ حال آمد انگریز کا معلوم ہو گیا ہو گا کہ پہلے سے تشریف لے گئے۔ (امداد المشتاق ص ۱۷۴ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص ۲۸۲)

کیسے صفائی سے ہاتھ کی کہ آنے والے حالات کا علم رکھنے کو کشف سے تعبیر کر کے کیسی چالاکی سے دنیا کی آنکھ میں دھول جھونک دی۔

تقاریر و دروس کو ایک طرف رکھ کر ان کے عقیدۂ غیب کو ان ہی کی زبان سنیے۔ مولوی انوار الحسن ہاشمی مبلغ دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں۔

''بعض کامل الایمان بزرگوں کو جن کی عمر کا بیشتر حصہ تزکیہ نفس اور روحانی تربیت میں گزرتا ہے باطنی اور روحانی حیثیت سے ان کو منجانب اللہ ایسا ملکۂ راسخہ حاصل ہو جاتا ہے کہ خواب یا بیداری میں ان پر وہ امور خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں'' (المبشرات دار العلوم ص ۱۲)

دیکھا آپ نے اپنے شیوخ کے حق میں ملکہ راسخہ نامی دائمی اور ہمہ وقتی قوت تسلیم کر لی۔ یہی تنہا قوت ان تمام مخفیات ''جو دوسروں کے لئے پوشیدہ ہیں'' کے انکشاف کے لئے کافی ہے اور جب بریلویوں کے ارشد القادری نے زلزلہ نامی کتاب لکھ کر دیوبندیوں کو ناکوں چنے چبوائے' ان کا ناطقہ بند اور جینا حرام کر دیا' نیندیں اڑا دیں اور سکون چھین لیا تو انہیں اپنے اصلی چہرے کے ساتھ سامنے آنا پڑا اور ''زلزلہ در زلزلہ'' نامی کتاب لکھ کر ادھار چکانے کی ناکام کوشش کی اور اپنے نظریہ علم غیب کی یوں فہمی تشریح کی'

''علمائے دیوبند اس بات کے قائل ہیں کہ غیب کی بات فیض الٰہی کے بغیر کسی کو نہیں معلوم ہو سکتی لیکن ساتھ ہی وہ اس بات کے قائل ہیں کہ بعض علوم غیبیہ انبیاء' اولیاء' اور اصفیاء' کو تو چھوڑیئے معمولی لوگوں کو بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔'' (زلزلہ ص ۹۸)

اسی طرح ایک جگہ یوں فرمایا ''ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جنہیں پروردگار عالم نے نوازا اور بہت سی مخفی باتیں بتائیں۔'' (زلزلہ در زلزلہ ص ۱۱۴)

ایک جگہ یوں گویا ہوئے علمائے دیوبند ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اللہ کے علاوہ غیب کی کوئی بات کسی کو بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ (زلزلہ در زلزلہ ص ۱۰۱)

اب بنی نا بات۔ اپنے اصل عقیدے کو ظاہر کر دیا۔ اب ایک طرف ان کا یہ عقیدہ ہے ''بعض علوم غیبیہ انبیاء، اولیاء اور اصفیاء کو تو چھوڑیئے معمولی لوگوں کو بھی معلوم ہو جاتے ہیں''

ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جنہیں پروردگار عالم نے نوازا اور بہت سی مخفی باتیں بتلائیں۔

علماء دیوبند یہ ہرگز نہیں کہتے کہ اللہ کے علاوہ غیب کی کوئی بات کسی اور کو بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔

''ان پر وہ امور خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظروں میں پوشیدہ ہیں''

اور دوسری طرف قرآن کا یہ نظریہ پڑھیے۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الغَيبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ﴾

اللہ تعالی تمہیں غیب پر اطلاع نہیں دیتا اور لیکن جس کو چاہتا ہے رسولوں میں سے چن لیتا ہے۔ (آلایة)

اسی طرح ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾

اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جن رسولوں کو وہ

پڑھ لیتا ہے۔

اللہ نے غیب بتلایا صرف انبیاء کو اور بتلائی ہوئی بات کو اصطلاح میں غیب نہیں کہتے اور یہی غیب "بلغ ما انزل الیك" نبی نے اپنے صحابہ کو بتلایا اور ہم تک پہنچا۔

لیکن یہاں مسلمان تو مسلمان ہندو بھی جانتا ہے اولیاء اور اصفیاء تو ایک طرف معمولی آدمی بھی جانتا ہے اور خاص دور کے لئے نہیں ایسے افراد ہر دور میں پیدا ہوئے اور نبی کو تو جب تک اللہ اطلاع نہ دے اسے علم نہیں ہوتا لیکن ان میں ایسی قوت دائمی پیدا ہوتی ہے جو خواب ہو یا بیداری مخفی امور کا انکشاف کرتی رہتی ہے۔

ایک طرف قرآن کا عقیدہ ہے اور دوسری طرف علماء دیوبند کا۔ انصاف کا ترازو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ انصاف کریں کہ کیا یہ حضرات اللہ کی اس صفت میں اپنے شیوخ کو شریک نہیں کرتے؟

بارش کا علم

اس بات کا علم کہ بارش کب ہوگی۔ اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ نے اسے غیب کی کنجیوں میں سے کنجی قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الانعام:۵۹)

غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں اور ان کی کنجیوں کو کوئی نہیں جانتا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے کنجیوں کی تفصیل بتلائی وہ پانچ ہیں اور قرآن کی یہ آیت تلاوت کی۔

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾

بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور جانتا ہے ارحام میں جو کچھ ہے۔ کوئی انسان یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس سرزمین پر اس کی موت آئے گی۔ (لقمان:۳۴)

لیجئے ان پانچ کنجیوں میں سے ایک کنجی ''کہ بارش ہوگی یا نہیں'' کا علم علماء دیوبند کے پاس ہے۔ مولوی جمیل الرحمٰن کانگریس کے ایک جلسے کا ذکر کرتے ہیں جس میں معین احمد بھی شریک تھے۔

''عین وقت جلسہ سے کچھ پہلے اچانک آسمان ابر آلود ہو گیا۔ موسم کا رنگ دیکھ کر منتظمین جلسہ سراسیمہ ہو گئے۔ اسی دوران جامع الروایات غفرلہٗ (واقعہ نگار) کو جلسہ گاہ میں ایک برہنہ سر مجذوبانہ ہیئت کے غیر متعارف شخص نے علیحدہ لے جا کر ان الفاظ میں ہدایت کی کہ

''مولوی معین احمد سے کہہ دو کہ اس علاقے کا صاحب خدمت میں ہوں اگر وہ بارش بندوانا چاہتے ہیں تو یہ کام میرے توسط سے ہوگا۔

راقم الحروف اسی وقت خیمے میں پہنچا جس پر حضرت والا نے آہٹ پا کر وجہ معلوم فرمائی اور اس پیغام کو سن کر ایک عجیب پُر جلال انداز میں بستر استراحت ہی پر سے ارشاد فرمایا:

''کہہ دیجئے بارش نہیں ہوگی۔'' (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۴۰)

''بارش نہیں ہوگی'' کا جملہ بستر استراحت سے ہی ارشاد فرمانا' اس امر کا اظہار تھا کہ عالم کے تکوینی اختیارات اس مجذوب کے ہاتھ میں نہیں بلکہ میرے ہاتھ میں ہیں۔ جب چاہوں بارش برسا کر جل تھل کر دوں اور جب چاہوں بارش روک کر قحط سالی میں مبتلا کر دوں۔ میں بلاشرکت غیرے مالک ہوں بغیر آسمان کا رنگ دیکھے اس

فقرے کا ارشاد فرمانا اس غیبی کنجی کا اپنے ہاتھ میں لینا ہے جس کو اللہ نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔" ویسے حضرت کے فقرے میں جزم و یقین کس غضب کا ہے"۔

اسی طرح ایک دوسرے واقعے میں ان حضرات کا کاروبار عالم میں اقتدار و اختیار کا تماشا دیکھئے۔ رانی ساگری صاحب کی صاحبزادی نامنہ خاتون کی یادداشت سے نقیب کے اسی مصلح امت نمبر میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ موصوفہ بیان کرتی ہیں کہ

بارش پر کنٹرول

"جب ہمارا گھر بننے لگا تو والد صاحب قبلہ کی ہدایت کے مطابق سب سے پہلے پاخانہ میں ہاتھ لگا۔ وہ زمانہ برسات کا تھا۔ لیکن بارش نہیں ہو رہی تھی۔ دھان کی روپنی ہو چکی تھی۔

کسان سخت پریشان تھے میں نے والد صاحب سے درخواست کی کہ بارش کیلئے دعا فرما دیجئے فرمایا بارش کیسے ہوگی' اپنا پاخانہ جو بن رہا ہے خراب ہوجائے گا۔ میں نے پوچھا کب تک پاخانہ بن جائے گا - بولے دیوار مکمل ہوگئی ہے رات کو چھت کی ڈھلائی ہو جائے گی میں خاموش ہوگئی۔ دو دن بعد خوب زوردار بارش شروع ہوگئی۔ والد صاحب گھر پر ہی تھے. میں نے پوچھا بارش ہونے لگی اب تو پاخانے میں نقصان ہوگا۔ فرمانے لگے نہیں بیٹا اب فائدہ ہوگا۔ میں نے پھر پوچھا تو کیا پاخانے ہی کے لئے بارش رکی ہوئی تھی۔ والد صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا' صرف مسکراتے رہے۔ اس وقت والد صاحب تندرست تھے (نقیب کا مصلح امت نمبر ص ۴)

اس خود مختار تصرف پر ایک بریلوی عالم کا تبصرہ سماعت فرمائیں۔

یا پھر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ کاروبار ہستی میں ان کی ذاتی خواہش اتنی دخیل

اور با اثر تھی کہ اگرچہ زمین کا سینا تپتا رہا۔فصل جلتی رہی اور کاشتکار کی آہیں باب رحمت پر سرپٹکتی رہیں لیکن جب تک ان کا پائخانہ تیار نہیں ہو گیا بارش کو چاروناچار رکناپڑا ''بارش کیسے ہوگی'' کافقرہ بھی واضح طور پر اس رخ کو متعین کرتا ہے۔

''کاروبار عالم میں ان کے شیوخ کے اثر ورسوخ کا یہ عالم ہے''

دیوبندی عالم بارش پر کنٹرول ہونے کے بارے میں جامع الاولیاء کے حوالے سے شیخ ابوالعباس کے متعلق لکھتے ہیں ''وہ بارش پر اتنے قابو یافتہ تھے کہ بارش کو پیسے لے کر معاوضے میں فروخت کیا کرتے تھے۔ (انکشاف ص ۵۰)

عذاب قبر

عذاب قبر اللہ کے غیوب میں سے ہے۔ اگر یہ پردہ ہٹا دیا جائے تو کونسا ایسا شخص ہے جو اللہ پر ایمان نہ لائے۔اسی لئے غیب کا پردہ ہٹنے کے بعد توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے۔

﴿وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (المومنون ۱۰۰)

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے اس پردے کو چاک کیا۔ اور یہ معجزہ ہے ''امت محمدیہ کے سب سے بڑے اولیاء'' صحابہ کرامؓ بھی نبیؐ کے ساتھ موجود ہوتے۔مگر عذاب قبر پر مطلع نہیں ہوتے تھے۔اسی لئے آپ نے ایک موقعہ پر صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے کہا:۔

﴿فلو لا ان لا تدافنوا لدعوت اللّٰہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منہ﴾ (مسلم،مشکوٰۃ،باب عذاب القبر)

اگر اس بات کا ڈر نہ ہو کہ تم (مردوں کو) دفن نہ کرو گے تو میں اللہ سے دعا

کرنا کہ تم کو قبر کا عذاب سنائے جو میں سن رہا ہوں۔

یہ تو تھے علمائے امت جو عذاب قبر کے سننے اور دیکھنے سے عاجز تھے۔ لیکن داد دیجئے علماء دیوبند کو کہ ان کے لئے عذاب قبر ایسے ہی روشن ہے جیسے آسمان پر ابر نہ ہونے کی وجہ سے دن روشن ہوتا ہے۔ چند واقعات ملاحظہ فرمایئے۔

پہلے کڑوا پھر میٹھا

میر واجد علی قنوجی فرماتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ گنگوہ گیا۔ خانقاہ میں ایک کورا بندھنا رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا کر کنویں میں سے پانی کھینچا اور اس میں پانی بھر کر پیا تو کڑوا تھا۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کنویں کا پانی تو میٹھا ہے کڑوا نہیں ہے۔ میں نے وہ کورا بندھنا پیش کیا جس میں پانی بھرا تھا۔ حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اس کو رکھ دو یہ فرما کر ظہر کی نماز میں مشغول ہو گئے۔

سلام پھیرنے کے بعد حضرت نے نمازیوں سے فرمایا کلمہ طیبہ جس قدر جس سے پڑھا جائے پڑھو اور خود بھی حضرت نے پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ اس کے بعد بندھنا اٹھا کر پانی پیا تو شریں تھا۔ اس وقت مسجد میں جتنے نمازی تھے۔ سب نے چکھا کسی قسم کی تلخی اور کڑواہٹ نہ تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس بندھنے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب قبر ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۹۰ تذکرۃ الرشید ۲/۳۱۴)

اب زلزلے کے مصنف کی گرفت کا جواب بھی سنتے جایئے۔ دراصل حضرت گنگوہی کی قوتِ کشف کی بات ہے ممکن ہے کہ حضرت کے سامنے کشفاً پانی کی

کڑواہٹ کی وجہ یہی ظاہر ہوئی ہو اور اسکے لئے یہ تدبیر فرمائی ہو۔ (الکشاف ص۲۰۴)

اس طرح ایک تیر میں دو نہیں کئی شکار۔ قبر کا عذاب ہی نہیں بلکہ اس مٹی کا بھی علم ہو گیا۔ جس پر عذاب الٰہی ہو رہا ہے۔

تصرف کا یہ عالم کہ پانی کی تلخی اور کڑواہٹ دور کر کے اسے شیریں پانی میں بدل کر رکھ دیا۔ اسی طرح جیسے اللہ کے رسول نے قبر پر تازہ ٹہنیاں لگائیں تھیں اور ان کے خشک نہ ہونے تک عذاب میں تخفیف کی اطلاع دی۔ اسی طرح حضرت گنگوہی نے عذاب رفع ہونے کی خوشخبری سنا دی۔ نبیؐ سے بھی نمبر لے گئے۔

لیجئے توحید سے خالی اور شرک سے بھرپور ایک اور واقعہ سنیئے۔

دل لگی باز

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

''ایک صاحب کشف حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے بعد فاتحہ کہنے لگے 'بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ کسی مردہ پر پڑھیو، یہاں زندہ پر پڑھنے آئے ہو۔ یہ کیا بات ہے جب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں۔'' (ارواح ثلاثہ ص۲۴۳)

صاحب کشف کہہ کر رب کے ساتھ شریک کر دیا کہ جس طرح

﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ﴾ (یونس ۶۱)

''زمین اور آسمان میں کوئی ذرہ اور نہ اس سے چھوٹا یا بڑا تیرے رب سے پوشیدہ نہیں ہے''

کہ اللہ کی طرح ان کے سامنے زمین و آسمان کے پوشیدہ راز روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

اور پھر دوسری زبان بھی اہل بدعت کی استعمال کی۔ مزار پر فاتحہ پڑھنا کونسی شریعت ہے۔ کس حدیث سے ثابت ہے کہ مزاروں پر فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

اور صاحب کشف کی نگاہ باز سے بھی زیادہ تیز کہ منوں مٹی تلے دبے ہوئے بزرگ کو دیکھ لیا اور پھر دیکھا ہی نہیں بلکہ گفتگو بھی کر لی۔ ایک تو قبر کا حال معلوم کرنا معجزہ تھا اور پھر اللہ کی بات کو جھٹلایا کہ

﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (النحل: ٢١)

مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور ان کو تو اپنے اٹھائے جانے کا بھی علم نہیں۔

جب نبی کے لئے یہ فیصلہ ہے۔

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾

آپ نے فوت ہونا ہے اور مرنا انہوں نے بھی ہے۔

تو پھر کون ہے جو اس اصول سے مستثنٰی ہو۔

اور پھر لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے شہید کا ڈھونگ رچایا شہید اگر اس قبر میں زندہ ہیں اور وہ بھی دنیاوی لحاظ سے، پھر ان کو قبر کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں سے دنیا کی آزاد فضا میں کیوں نہیں لایا جاتا۔

شہید زندہ تو ہیں لیکن اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں جیسا کہ قرآن کہتا ہے۔

﴿بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران ١٦٩)

اور یہ زندگی ایسی زندگی ہے جس کے بارے میں اللہ کہتا ہے۔

﴿بَلْ أَحْيَآءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ﴾

اللہ کہتا ہے کہ تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے اور یہ حضرت ان سے گفتگو کر رہے ہیں اور دل لگی باز کہہ رہے ہیں یہ دل لگیاں کر رہے ہیں معلوم نہیں پھر مردہ کون ہیں۔ اگر یہ زندہ ہیں۔ ایسے چلتی ہیں عقیدہ توحید پر چھریاں .... لیجئے عقیدہ توحید کی مخالفت میں ایک اور قصہ۔

ادب کا طریقہ

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ جھنجانہ میں ایک صاحب کشف آئے اور حضرت میانجوؒ کے مزار پر حاضر ہوئے بعد میں انہوں نے کہا کہ افسوس کس ظالم نے ان کو امام سید محمود کے پاس دفن کر دیا۔ یہ یہاں ادب کی وجہ سے اپنے انوار روکے ہوئے ہیں۔ اگر کسی ویرانے میں ہوتے تو ضیاء ان کے انوار سے جگمگاتی۔ اگر فتنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کی ہڈیاں نکال کر دوسری جگہ دفن کرتا۔ پھر ان کے انوار و برکات کا مشاہدہ ہوتا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۹۱)

صاحب کشف کیلئے غیب کے پردے آئینے کی طرح ہوتے ہیں کہ نگاہ اٹھائی اور بے نقاب کر دیا۔ قبر میں مدفون شخص کو دیکھا اور اس مردہ شخص کے انوار و برکات کے روکنے کی وجہ بتلائی اور یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ یہ شخص ہڈیوں میں تبدیل ہو چکا ہے۔ جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو گیا۔ گوشت کیڑوں نے کھا کر ہڈیاں مٹی کے کھانے کو چھوڑ دیں پھر بھی اس کے انوار و برکات میں فرق نہیں آیا۔ عجیب ماجرا ہے۔

یہ تو صاحب کشف کا مشاہدہ اپنے لئے۔ اب لیجئے غیروں کو بھی، وہ کچھ دکھا دیا جو خود دیکھتے ہیں۔

دیواریں غائب

مولانا احمد حسین بیان کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں قبلہ دکھن جانب ہے۔قبہ خضراء پورب کے گوشہ میں واقع ہے۔ پچھم جانب باب الرحمۃ کے متصل دلان میں حضرت درس رہے تھے۔قبہ خضراء کی جالیاں سامنے تھیں۔تلامذہ میں سے ایک صاحب کو حیات النبی ﷺ کے متعلق کافی شکوک وشبہات تھے۔دوران درس انہوں نے ایک بار جو نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے نہ قبہ خضراء تھا اور نہ جالیاں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف فرما تھے۔انہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلباء کو متوجہ کرنا ہو) حضرت نے اشارے سے منع فرمایا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو وہی سابقہ حالت پر سب چیزیں تھیں۔(شیخ الاسلام نمبر ص ۷۷)

غیب کے پردے کو ہٹانے میں کتنی قدرت ہے کتنے صاحب تصرف ہیں کہ جب کسی کو غیب کے مسائل میں کوئی مسئلہ باطلہ سمجھا ہوا فوراً پردے کھینچ دیئے اور مسئلے کی حقانیت واضح کر دی صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی آپ کو اس حالت میں نہ دیکھ سکا اور یہ ہیں توحید کے ٹھیکیدار ایسے نظریات رکھنے کے باوجود بھی موحد اللہ کے رسول تو کہیں کہ میں دعا کروں کہ اللہ تمہیں وہ عذاب سنا دے (نہ کہ دکھاوے) جو میں سنتا ہوں لیکن یہاں تصرف کا یہ عالم ہے کہ دعا تو درکنار صرف اپنے طلباء کا عقیدہ حیات النبی پختہ کرنے کیلئے عالم برزخ سے پردے کھینچ دیئے اور یہ صرف ایک موقعہ نہیں بلکہ یہ کمال کہ برزخ کے پردوں میں شگاف ڈال کر طلباء کو دکھانا مستقل اور مسلسل ہے جیسا کہ ارواح ثلاثہ میں ہے۔"مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو لوگ علمائے دین کی توہین اور ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں ان کا قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے اور یوں بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔(ص ۳۴۴)

ننگا مُردہ

اس قسم کی کہانی مولوی عبد الرشید کی زبانی سنیئے۔

مجھ سے میرے محترم دوست اور حضرت کے خویش الحاج اشرف علی صاحب نے بیان فرمایا کہ حضرت نے ارشاد فرمایا ایک امیرزادہ نوجوان شخص تھے۔ ان کی زندگی بہت ہی لاابالی پن میں گزری۔ان کا جب انتقال ہوگیا تو میں ایک دن قبرستان گیا تو اس شخص کو دیکھا کہ قبرستان میں ننگا بیٹھا ہے اور بہت ہی حسرت ویاس کے عالم میں ہے۔ جب میں قریب پہنچا تو اس نے ہمیں دیکھ کر اپنی ستر دونوں ہاتھوں سے چھپالی۔ میں نے اس سے کہا اسلئے نہ میں تجھے کہتا تھا لیکن تو نے اپنی زندگی لاپرواہی میں گزار دی اور میری باتوں کی طرف دھیان نہ دیا۔ (تہذیب پھلواری کا مصلح امت نمبر ص ۱۹)

کمال ہے برزخ کے پردوں کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ یا مُردہ دفن ہونے کے بعد جہاں اس کا دل چاہے سیر کرتا پھرے۔ پھر بریلویوں کا کیا قصور۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہر جمعرات کو روحیں گھروں میں آتی ہیں اور یہاں تو روح بمعہ جسم کے سیر سپاٹے میں' اور پھر کپڑوں سے بھی ناراض یا ملنگ بننے کا ڈھونگ یا دوزخیوں کو لباس ہی میسر نہیں ہوتا حالانکہ قبر میں اللہ کا حکم ہے کہ گنہگاروں کے لئے "البسوهُ من النار" انہیں آگ کا لباس پہناؤ یا حضرت کی نظر اتنی دور رس تھی کہ کپڑوں کی چیرتی ہوئی اس کے ستر پر جا پہنچی اور نہیں سوچتا کہ جب حضرت کی نظر نے برزخ کے پردوں کو چاک کر دیا۔ تو ہاتھوں کی تو حیثیت ہی کیا ہے۔

لیجئے برزخ کے غیوب میں سے ایک غیب پر اطلاع کہ بغیر بتلائے مردے کا مدفن معلوم کر لیا۔

مُردے کا مدفن

حکیم مولوی محمد یوسف گنگوہی فرماتے ہیں کہ ایک درویش کا یہ طرز دیکھا کہ وہ

کسی بزرگ کے مزار کے اندر نہیں جاتے تھے بلکہ مزار کے قریب دروازے سے باہر کھڑے ہو کر رویا کرتے تھے۔ حکیم صاحب کو خیال آیا کہ ان کو مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لے چلیں اور ظاہر نہ کریں ایک مسجد جو مولانا رشید احمد کے مزار کے قریب بنی ہوئی تھی۔ فرش مسجد کے شمالی کنارے پر جس وقت یہ درویش پہنچے۔ نہایت زور سے اس درویش نے چیخ ماری اور کھڑے ہو کر شدت سے روتے رہے۔ جب درویش صاحب واپس ہوئے تو حکیم صاحب سے فرمایا ایسا نہیں کیا کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے میرے ساتھ کیا۔ بعض وقت ایسے موقع پر جان نکل جاتی ہے۔ انسان کو جب کسی بزرگ کے مزار کی خبر ہو جاتی ہے تو کچھ سنبھل کر چلتا ہے۔ یہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے کہ حضرت ممدوح نے شریعت کے پردے میں اپنی نسبت عالیہ کا اخفا فرمایا تھا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۲۲)

یہ ہیں ان کے عقیدے اور پھر ان عقائد پر اتنا مان۔

روحوں سے ملاقات

ایک دیوبندی عالم لکھتے ہیں:۔

مسلمانان ہند کی پوری تاریخ میں اکابر دیوبند نے عقائد کو جس انداز میں نکھارا ہے، اس کی تحسین آپ مجدد الف ثانی کی روح سے مراقب ہو کر معلوم کر لیں۔ (انکشاف ص ۲۶۳)

ایک جگہ دیوبندی عالم کا قلم ایسے چلتا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ اکابر دیوبند جیسے حضرت مولانا نانوتوی، حضرت مولانا گنگوہی مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا یعقوب صاحب، حضرت مولانا محمود الحسن وغیرہ اپنے زمانے کے عالم و محدث ہی نہیں تھے۔ بلکہ باطنی علوم کے بہت بڑے

امین و محافظ تھے۔ (انکشاف ص۴۴)

شافی اللہ کی صفت ہے جیسا کہ ابراہیم فرماتے ہیں:۔

﴿ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴾ (الشعراء: ۸۰)

جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اللہ مجھے شفا دیتا ہے۔

یہ بات نہیں کہ پہلی شریعت میں شفاء اللہ دیتا تھا اور ہماری شریعت میں شفا کے خزانے کا مالک کوئی اور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

﴿اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفا الا شفاء ک﴾

(بخاری۔ کتاب المرضیٰ)

بیماریوں کو لے جا اے لوگوں کے رب۔ شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفاء ہی شفا ہے۔

لیکن ان کے یہاں ان حضرات کی شان اتنی عظمت والی ہے کہ بیماری سے چھٹکارے کے اور شفاء کیلئے حضرت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور حضرت بھی کبھی کسی کو شفاء دے دیتے ہیں اور کبھی کسی کو ابتلاء میں ڈال دیتے ہیں اور بیمار کر دیتے ہیں۔ مختلف واقعات سنیے۔ تذکرہ رشید کے مصنف لکھتے ہیں۔

شفاء امام کے ہاں

حاجی دوست محمد خان دہلوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ایک نہایت مخلص خادم تھے۔ ایک بار ان کی اہلیہ کی طبیعت سخت خراب ہوگئی۔ ہاتھ پاؤں کی نبضیں چھوٹ گئیں، غشی طاری ہوگئی اور تمام جسم ٹھنڈا ہوگیا۔ حاجی صاحب کو اہلیہ کے ساتھ محبت زیادہ تھی، بے قرار ہوگئے۔ پاس آ کر دیکھا تو حالت غیر تھی۔ صرف

سینہ میں سانس چلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ رونے لگے اور سرہانے بیٹھ کر لیٰسین شریف پڑھنی شروع کر دی۔ چند لمحے گزرے تھے کہ دفعتہً مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور ایک لمبا سانس لے کر پھر آنکھ بند کر لی۔ سب نے سمجھ لیا کہ اب وقت اخیر ہے۔ حاجی دوست محمد خان اس حیرت ناک نگاہ کو نہ دیکھ سکے۔ بے اختیار وہاں سے اٹھے اور مراقب ہو کر حضرت امام ربانی کی طرف متوجہ ہوئے کہ وقت آگیا ہو تو خاتمہ بالخیر ہو اور زندگی باقی ہے تو یہ تکلیف جو متواتر تین دن سے ہو رہی ہے رفع ہو جائے۔ مراقبہ کرنا تھا کہ مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور باتیں کرنی شروع کر دیں۔ نبضیں ٹھکانے آگئیں اور افاقہ ہو گیا۔ دو تین دن میں قوت بھی آگئی اور بالکل تندرست ہو گئیں۔

حاجی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ جس وقت مراقب ہوا حضرت کو اپنے سامنے پایا اور پھر تو یہ حال ہوا کہ جس طرف نگاہ کرتا ہوں، حضرت امام ربانی کو بہ ہیئت اصلیہ موجود دیکھتا ہوں۔ تین شبانہ روز یہی حالت رہی۔ (تذکرہ ج ۲ ص ۲۳۱)

ان فقرات پر ذرا غور کیجئے "حالت غیر تھی" "زندگی سے مایوس ہو گئے" جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ جب مسلمان کی یہ حالت ہو جائے تو اس کے اعزہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن یہاں .... اور پھر حضرت کی اہلیہ کی یہ حالت کہ "نبضیں چھوٹ گئیں"، "سانس صرف سینہ میں چلتا ہوا محسوس ہوتا تھا اور اس قسم کی حالت کا ذکر اللہ نے یوں کیا ہے۔

﴿ كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ٥ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ٥ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ٥ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ٥ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴾ (القیامۃ: ۲۶-۳۰)

دیکھو جب جان گلے تک پہنچ جائے لوگ کہیں گے (اس وقت) کون جھاڑ

پھونک کرنے والا ہے اور (جان بلب) نے سمجھا کہ اب سب سے جدائی ہے اور پنڈلی سے پنڈلی چمٹ جائے' اس دن سمجھ کہ اپنے رب کی طرف چلنا ہے۔

اب واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ کا دعویٰ ہے۔

﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ o وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ o وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ o فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (الواقعہ ۸۳-۸۷)

بھلا جب روح گلے میں آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے پس اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو تو اگر تم سچے ہو تو روح کو پھیر کیوں نہیں لیتے۔

اب قرآن کی بات مانیں یا حضرات دیوبند کی۔

اور مخلص خادم کا مراقب ہو کر رشید احمد صاحب کی طرف متوجہ ہونا اور یہ عرض کرنا کہ وقت آ گیا ہو تو خاتمہ بالخیر ہو اور زندگی باقی ہے تو تکلیف رفع ہو۔ کس بات کی دلیل ہے کہ مرید جب پیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو پیر کو علم ہو جاتا ہے جو شرک ہے اور پیر کو مریض کی موت کا بھی علم ہے کہ تقدیر کا نوشتہ ان کے سامنے رکھا ہے یا موت و حیات کے خود مالک ہیں اور شفاء بھی ان کے ہی ہاتھ میں ہے۔ جس کا ثبوت یہ فقرات ہیں۔ مراقبہ کرنا تھا اور افاقہ ہو گیا .... بالکل تندرست ہو گئیں اور پھر کمال پیر صاحب کا ہر جگہ حاضر ناظر رہے۔

حسین احمد شافی

ایک دوسرا واقعہ جس کی سلسی خیزی سے آپ لطف اندوز ہوں گے جس کو حسین

احمد مدنی کے ایک مرید ڈاکٹر حافظ محمد زکریا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے پیر بھائی کی حالت نہایت سنگین ہو گئی میں بحیثیت معالج بلایا گیا تو دیکھتا ہوں کہ جسم بالکل بے حس و حرکت ہے آنکھیں پتھرا گئیں ہیں۔ آثار مرگ بظاہر نمایاں ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں پریشان اور بے چین سا ہو گیا۔ ناگہاں مریض رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اٹھا کر کسی کو سلام کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے حضرت یہاں تشریف رکھئے کچھ ہی دیر بعد اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنے والد وغیرہ سے کہتا ہے کہ حضرت کہاں تشریف لے گئے؟ جواب میں لوگ کہتے ہیں کہ حضرت تو یہاں تشریف فرما نہیں تھے وہ حیرت سے کہتا ہے کہ حضرت تو تشریف لائے تھے اور میرے چہرے اور بدن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا تھا کہ اچھے ہو جاؤ گے گھبراؤ نہیں۔ (ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے) کہ ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ دیکھتا ہوں کہ بخار ایک دم غائب ہے اور وہ بالکل تندرست اچھا ہے۔ جامع کہتا ہے کہ حضرت کی ادنیٰ کرامت ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کو اپنے خاص (مریدین) سے کیسا گہرا تعلق ہوتا تھا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۶۳)

حضرت کی تشریف آوری کو کوئی شخص مریض کا واہمہ قرار دے کر گزرنا چاہے تو دیوبند کے ارباب اختیار گزرنے نہ دیں گے اور شیخ کے آنے اور چشم زدن میں شفایاب کر کے چلے جانے کو ادنیٰ کرامت سے منسوب کریں گے اور پھر یہ تک نہ سوچا کہ یہ واقعہ عقیدۂ توحید سے کتنا متصادم ہے۔ سینکڑوں میل کی مسافت سے مرید کی مرض کی سنگینی معلوم کر کے چشم زدن میں وہاں پہنچ جانا اور ایسے لطیف پیکر میں کہ سوا مریض کے تمام لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رہنا علم غیب اور تصرف کے بغیر کیا ممکن ہے۔ شفا بخشی کی مسیحی کرشمہ سازی کہ ادھر مسیحا نے ہاتھ پھیرا اور اُدھر بیمار نیم جان بالکل تندرست اور اچھا ہو گیا۔ اگر اس کا نام بھی خدائی تصرفات نہیں تو پھر وہ

خدائی اختیارات کون سے ہیں اور اس شخص کی مسیحی قوت میں کیا کلام کہ جو اس جسم کو جو بالکل بے حس وحرکت ہو آنکھیں پتھرا گئیں ہیں اور آثار مرگ بظاہر نمایاں ہوں۔ یہ دعوے کر دے گھبراؤ نہیں اچھے ہو جاؤ گے اور متاخرین کی شیخ پرستی کی انتہا دیکھئے کہ جو غیبی قوت انکشاف اور تصرف و اختیار نبی کے حق میں ثابت نہیں وہی ان کے حضرت کی ادنیٰ سی کرامت تھی۔

حسین احمد مدنی صاحب کا بالکل اسی قسم کے تصرف کا ایک واقعہ سنئے:۔

مولانا احمد حسین بیان کرتے ہیں کہ "میری لڑکی ریحانہ کی عمر ۴'۵ سال تھی' گلسوئے نکلے اور تمام چہرہ متورم ہو گیا تھا۔ بخار بہت تیز تھا۔ ڈاکٹر نے مرہم لگا کر روئی کے پھل رکھ کر پٹی لگا دی تھی۔ لڑکی بخار کی شدت کی وجہ سے غافل تھی۔ دفعتہ اس نے چیخنا شروع کیا۔ کہ مولانا دادا آئے ہیں۔ مولانا دادا آئے ہیں۔ اٹھ بیٹھی اور پٹی نوچنی شروع کر دی ہم لوگ پریشان ہو گئے کہ سرسام ہو گیا ہے لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہائی نہ رہی جب تھوڑے عرصے کے بعد نہ بخار تھا اور نہ ورم ریحانہ بالکل اچھی تھی حالانکہ اسنے اپنے ہوش میں حضرت کو دیکھا بھی نہ تھا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۷۶)

اس معصوم بچی کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ مولانا دادا ہیں۔ یہ عقدہ تو ارباب دیوبندی کھول سکتے ہیں۔

شفایابی پر قبضہ

لیجئے ایک واقعہ سنئے جس میں شفاء کے محکمے پر ارباب دیوبند کے مکمل قبضے کا ثبوت ملتا ہے۔ ارواح ثلاثہ میں خان صاحب بیان کرتے ہیں۔ نواب لطف خان رئیس چھتاری بیمار ہو گئے۔ دعا کروانے کے لئے حبیب الرحمن نے مولانا گنگوہی کو

کہا تو فرمایا کہ مجھے تو ان کی صحت کی طرف سے مایوسی ہے۔ کیا کروں میرے دل میں ان کی صحت آتی ہی نہیں۔ چند مہینے بعد پھر دعا کے لئے کہا مگر یہی جواب دیا۔ لوگوں نے اصرار کیا اور عرض کیا کہ بس یوں فرما دیں کہ اچھے ہو جائیں فرمایا کہ بھائی ایک تو ایسا کہنا ہوتا ہے جیسا کہ ابھی مدرسے کے بارے میں کہا تھا (مولانا حافظ محمد نے مدرسہ دیوبند کے خلاف مخالفتوں اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا۔ مولانا سنتے رہے۔ آخر ایک دم تکئے سے اٹھ کر سیدھے ہو بیٹھے اور انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ اس پر مولانا اشرف علی خان صاحب حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ یہ جو مدرسہ دیوبند کے بارے میں فرمایا یہ ظہور تھا (شان کا ان **السکینة تنطق علی لسان عمر**) اور ایک کہلوانے سے کہنا' انہوں نے عرض کیا' نہیں حضرت بس یہی جملہ فرما دیں۔ فرمایا کہ اچھا بھائی تم کہتے ہو میں کہتا ہوں ان شاء اللہ اچھے ہو جائیں گے۔ تیسرے دن ہی خط پہنچا کہ لطف علی خان اچھے ہو گئے اور اگلے دن اطلاع آگئی انتقال ہو گیا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۱۴)

نواب صاحب کی صحت سے مایوسی کا اظہار اور پھر لوگوں کے اصرار پر مجبوراً کہنا پڑا تو فوراً کلمہ کن طرح عمل ہوا اور صحت یاب ہو گئے لیکن چونکہ مجبوراً کہا تھا اس لئے جو صحت یابی کلمہ کن کے کہنے سے ہوئی تھی۔ لیکن تقدیر کے نوشتہ میں جو موت منڈلاتی ہوئی حضرت کو نظر آ رہی تھی (جس کی وجہ سے دعا سے پس و پیش کر رہے تھے) نے آخر کار پنجے گاڑ ہی لئے۔

ایک اور کلمہ کن سے شفایابی کا واقعہ سنیے۔

اتفاق کی بات ہے کہ مولوی مظفر حسین کی والدہ سخت علیل ہو گئیں۔ ہر قسم کا علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب بالکل مایوس ہو گئے تو ایک فقیر ملا اور کہا حافظ

صاحب سے یہ کہلا دو کہ اچھی ہو جا۔ پھر اچھے ہونے کا میں ذمہ دار ہوں۔ سب لوگ حافظ ضامن کے سر ہو گئے۔ وہ انکار کرتے رہے۔ تفضیائی حافظ ضامن صاحب کی بہن تھیں۔ بہت اصرار پر آپ نے فرمایا کہ کاندھلہ سے اپنی لڑکی بی رحمت کو بلالو' جب کہوں گا۔ اوّل تو بہت پس وپیش ہوئی بعد میں مجبوراً بلانا پڑا۔ ان کے پہنچتے ہی خود بخود صحت شروع ہوگئی۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۳۰)

علاج سے مایوسی کے بعد دیوبندی فقیر کا یہ دعویٰ کہ حافظ ضامن کے اس کلمے ''کہ اچھی ہو جا'' کے کہنے کے بعد اچھے ہونے کا میں ذمہ دار ہوں کیا خدائی دعویٰ نہیں ہے؟ اور کیا یہ فرمان اللہ کے رسول ﷺ کا نہیں ہے؟

﴿ لکل داءٍ دواءٌ فاذا اصیب دواءُ الداءَ برأ باذن اللّٰہ ﴾ (رواہ مسلم)

ہر بیماری کی دوا ہے پس جب دوا بیماری کو پہنچتی ہے اللہ کے حکم سے آرام آجاتا ہے۔

دوا سے آرام تب آتا ہے جب اللہ کا اذن ہوتا ہے ورنہ دوائی جو شفاء کا سبب ہے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

معلوم نہیں کہ وہ فقیر جو ضامن صاحب کے کلمہ کن کے بعد اچھے ہونے کی ذمہ داری لیتا ہے وہ وحدت الوجود کے نظریے کے مطابق اللہ ہے یا شفاء کی ذمہ داری اس کے سپرد ہے۔ اور پھر بی رحمت کے پہنچتے ہی صحت خود بخود شروع ہوگئی یعنی کن کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ وہ بی رحمت عورت تھیں یا رحمت الٰہی۔

بیماری اور شفاء کے سلسلے میں حاجی امداد اللہ صاحب کے بتلائے ہوئے ذکر کا ایک عجیب تصرف بھی ملاحظہ فرمائیے۔

ارواح ثلاثہ کے مصنف لکھتے ہیں۔

عجیب تصّرف

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ایک شخص بیعت ہوا۔ اس شرط پر کہ نماز نہ پڑھوں گا اور ناچ دیکھوں گا۔ حاجی صاحب نے ایک شرط پر بیعت کر لیا کہ ”ہم تھوڑا سا ذکر بتلائیں گے اس کو کر لیا کرنا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اس ذکر کا ان پر یہ اثر ہوا کہ جب نماز کا وقت آیا تو دفعتہ بدن میں خارش شروع ہوئی۔ اب جو تدبیر بھی اس کے رفع کی گئی وہی الٹی پڑی۔ کہیں چنبیلی کا تیل مل رہے ہیں کہیں اور تدبیر کر رہے ہیں مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا۔ پھر جی میں آیا کہ لاؤ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ ہی دھوئیں۔ جو دھو چکے پھر خیال آیا کہ سب اعضاء تو دھل گئے لاؤ مسح بھی کر لوں۔ وضو کا تمام ہونا تھا کہ خارش آدھی رہ گئی۔ پھر جی میں آیا لاؤ نماز بھی پڑھ لوں۔ کوئی یہ شرط تھوڑا ہی تھی کہ بالکل ہی نہ پڑھوں گا نماز کا شروع کرنا تھا کہ خارش کا ندارد ہوا پھر جب اگلی نماز کا وقت آیا وہی خارش پھر شروع ہوئی اور نماز اسی طرح شروع کرتے ہی جاتی رہی۔ اب سمجھے کہ بڑے میاں نے یعنی حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز نے پہرہ بٹھایا ہے۔ نمازی ہو گئے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۰۱)

خارش کا شروع ہونا بتلائے ہوئے ذکر سے تھا اور اس کے پیچھے حاجی صاحب کا ہاتھ تھا۔ جبھی تو مرید کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ حاجی صاحب نے پہرہ بٹھایا ہے اور پھر وضو سے خارش کا آدھی رہنا اور نماز سے غائب ہو جانا۔ شفاء کے بارے میں حاجی صاحب کا تصرف نہیں تو اور کس کا ہے؟

اسی طرح خان صاحب حاجی محمد اسحٰق خان (جو مولانا نانوتوی سے بیعت تھے) کی بیماری کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ”کوئی چار روز سے ایک عذاب میں مبتلا

ہوں وہ یہ کہ جب کوئی گاڑی نکلتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے اوپر چل رہی ہے اور جب بیلوں کو سانٹا مارا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لگتا ہے اور جب کتوں میں آپس میں لڑائی ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجھے کاٹتے ہیں۔ جب چکی چلتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ گیہوں کے بدلے میں پس رہا ہوں۔لڑکے بھاگتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر دوڑتے ہیں' اس لئے سخت تکلیف میں ہوں اور باہر نہیں نکل سکتا اور نہ چکی کی آواز سن سکتا ہوں اور اس لئے میں چھپا ہوا بیٹھا ہوں اور میں نے کانوں میں روئی ٹھونس رکھے ہیں۔میں نے کہا اپنی اسی حالت کی مولانا نانوتوی کو اطلاع دو۔ اطلاع کا جواب آیا کہ اس کا جواب تحریر سے نہیں ہوسکتا۔تم ان کو کہہ دو وہ میرے پاس چلے آئیں چنانچہ یہ شخص گئے مولانا نے کچھ نہیں کہا صرف اوراد و اشغال کے اوقات بدل دیئے۔وہ شخص دوسرے ہی دن اچھے ہو گئے۔

(ارواح ثلاثہ ص ۲۴۰)

ہینگ لگی نہ پھٹکری 'صرف اراد بدلے اور شفایابی ہوگئی۔خان صاحب اسی قسم کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

''حکیم عبدالواحد جلیسر کے رہنے والے تھے۔کسی نقشبندی بزرگ سے بیعت تھے میں نے ایک مرتبہ ان کو دبلا پایا تو ان سے حالت دریافت کی۔انہوں نے فرمایا کہ میں چند روز سے سخت تکلیف میں ہوں ۔میرے اوپر بجلی گرتی ہے۔کبھی رات کو اور کبھی دن کو اور میں مر جاتا ہوں اور سخت تکلیف سے مرتا ہوں اور اس کے بعد زندہ ہوتا ہوں تو تکلیف سے ہوتا ہوں یہ بجلی اگر سوتے میں گرتی ہے تو بالکل خاکستر ہو جاتا ہوں۔ان کے پیر کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے مجھ سے مشورہ لیا۔ میں نے کہا مولانا گنگوہی کو لکھو مولانا نے خط کا جواب دیا کہ یہ باتیں تحریر میں

آنے کی نہیں ان کو میرے پاس بھیج دو ۔ اس پر وہ گئے اور جاتے ہی بلا کہے سنے اچھے ہو گئے۔ (ذرا اشرف علی تھانوی کا حاشیہ بھی سن لیں) اگر یہ تصرف ہے تو اس کے اخفاء کیلئے کسی حیلہ کا اہتمام نہ فرمانا بھی ایک مذاق ہے۔

یعنی شفایابی پر تصرف ہے ان کے حضرت کا ذرا ایک اور کرشمہ بھی سن لیں۔

عجیب آپریشن

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ نفاع نامی شخص کو مجھ سے بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ بدویوں سے لڑائی کے دوران گولی لگ کر اندر رہ گئی۔ باوجود دوا علاج کے کئی مہینے تک اچھا نہ ہوا۔ میرے پاس دعا کو کہلا بھیجا۔ پھر میرے پاس آیا میں نے اس کی بیماری کا حال پوچھا' جواب دیا کہ مجھ کو حالتِ یاس کی ہوئی تو آپ کی طرف ملتجی ہوا دیکھا کہ آپ نے میرا پیر پکڑ کر دبایا اور گولی کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ صبح کو گولی خود بخود نکل گئی۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۰۰)

کیسا عجیب آپریشن ہے کہ ڈاکٹر مریض کے پاس اور نہ مریض ڈاکٹر کے صرف مایوس ہو کر اللہ کی طرف نہیں اپنے پیر کی طرف ملتجی ہوا۔ انہوں نے پیر پکڑ کے گولی نکالی تو صبح گولی نکلی ہوئی تھی۔

لیجئے گولی لگنے اور پھر نکلنے اور آرام آنے کا ایک اور عجیب وغریب واقعہ سنیئے مولانا نجیب لکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا نانوتوی کو بھی گولی لگی تھی اور وہ بھی پٹ پڑی پر جو انتہائی نازک مقام ہوتا ہے اس سے داڑھی کے کچھ بال بھی جل گئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ شہید ہو گئے مگر ایک دم ہمت سے اٹھے اور چہرے پر ہاتھ پھیرا تو ایسا تھا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ (سوانح قاسمی ۲/۱۶۰)

اس واقعے کا تذکرہ مولانا عاشق علی صاحب نے ان الفاظ میں کیا کہ حضرت مولانا قاسم العلوم ایک مرتبہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ بعض نے دیکھا کہ کنپٹی پر گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی۔ اعلیٰ حضرت (مراد حضرت مولانا گنگوہی صاحب ہیں) نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کیا ہوا میاں؟ اسکے بعد عمامہ اتار کر سر جو دیکھا کہیں گولی کا نشان نہ ملا اور تعجب یہ ہوا کہ خون سے تمام کپڑے تر۔ (سوانح قاسمی ۲/۱۶۰)

اس واقعے کو مولانا یعقوب صاحب یوں بیان فرماتے ہیں جب قاسم نانوتوی کو گولی لگی تو پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا گولی لگی عمامہ اتار کر جو دیکھا کہیں گولی کا نشان نہ ملا اور تعجب ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔ (سوانح قاسمی ۲/۱۶۰)

اس واقعے میں تینوں راویوں کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ گولی سر میں لگی دیکھا گیا تو نام ونشان بھی نہ ملا مگر تمام کپڑے خون میں تر۔ اس واقعہ پر کیا خاک تبصرہ کریں خود دیوبندی علماء کا ہی تبصرہ سن لیں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں بہر حال حاصل یہی ہے کہ گولی کھانے کے بعد جو کچھ ہونا چاہیے تھا وہ نہ ہوا یہی لوگوں کا مشاہدہ ہے۔ اب اس کی توجیہ کچھ بھی کی جائے خواہ سیدنا امام الکبیر کے باطنی تصرف کا نتیجہ اس کو ٹھہرایا جائے جیسا کہ مولانا طیب صاحب کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے یا حضرت گنگوہی کی توجہ کو اس میں دخیل مانا جائے جس کی طرف مولانا عاشق الٰہی کے بیان میں ایما کیا گیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ حافظ شہید کے ساتھ بھی چاہا تو یہی کر کے دکھایا جا سکتا تھا۔ (سوانح قاسمی ۲/۱۶۲)

یعنی حافظ ضامن جو شہید ہوئے ان کے چاہنے کی وجہ سے اگر یہ انہیں شہید کروانا نہ چاہتے ہوتے اور انہیں زندہ رکھنا مطلوب ہوتا تو ان کو بھی شفایاب کر دیتے کیا خدائی تصرف میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ (استغفر اللہ)

طیب صاحب اس واقعہ پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

مصنف امام یعقوب صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ گولی کا بے اثر رہ جانا خود حضرت والا ہی کی کرامت تھی۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد بزرگوں سے سنا کہ حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک تعویذ بھی دیا کہ اسے پگڑی میں رکھیں۔ بعض ثقات سے مسموع ہوا ہے کہ حضرت حافظ صاحب شہید نے انگلی سے اپنا لعاب دہن پیشانی پر لگا دیا تھا۔ مولانا عاشق علی نے حضرت گنگوہی کے تصرف کی طرف ایما کیا ہے۔ (سوانح قاسمی ۲/۱۶۱)

انہیں یہ یحیی و یمیت والا تصرف ہی تو خدائی منصب کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ پہیلیاں بجھوانے کا کیا فائدہ۔ اس کی طرح سیدھا دعویٰ ہی کیوں نہیں کر دیتے کہ ''انا احیی و امیت'' میں زندہ بھی کرتا ہوں اور مارتا بھی ہوں جیسا کہ قاسم نانوتوی کو گولی دماغ کے آر پار ہونے کے باوجود زندہ بچا لیا اور حافظ ضامن کو مروا دیا اس لئے کہ انہیں زندہ نہیں رکھنا چاہتے تھے اور اگر زندہ رکھنا چاہتے تو انہیں بھی زندہ رکھ سکتے تھے یہ چاہت کتنی ذلیل ہے۔

رہبانیت

اللہ فرماتا ہے

﴿وَرَهْبَانِيَّةَنِ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ (الآیۃ)

رہبانیت (ترک دنیا) عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے یہ ان پر فرض نہیں کی بلکہ خود انہوں نے شروع کی۔

لا رهبانية في الاسلام (الحدیث)

اسلام میں رہبانیت نہیں۔

اب لیجئے جس اسلام کا اظہار علماء دیوبند کر رہے ہیں وہ کس قسم کا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

بعد ازاں گوشۂ قلب مبارک میں جذبہ الٰہیہ پیدا ہوا اور آپ آبادی سے ویرانے کو چلے گئے مخلوق سے نفرت فرماتے تھے اور جنگل پنجاب وغیرہ میں بسر فرماتے تھے اور اکثر دولت فاقہ سے کہ سنت نبویہ ﷺ سے مشرف ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آٹھ آٹھ روز اور کبھی زیادہ گزر جاتے اور ذرا سی چیز حلق مبارک میں نہ جاتی اور حالت شدت بھوک سے اسرار و عجائب فاقہ مکشوف ہوتے تھے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۱۰)

علماء کا کام مخلوقِ الٰہی کا تزکیہ کرنا انہیں تبلیغ کرنا ہے اور یہ ان پر فرض ہے اور جب مخلوق سے یہی لوگ نفرت شروع کر دیں اور جنگلوں چڑھ جائیں پھر امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کیا فرشتے کریں گے اور کمال ہے کہ آٹھ آٹھ روز تک ذرا سی چیز حلق سے نیچے نہ اتارتے ایسے لگتا ہے کہ معدہ جسم میں نہیں کیونکہ اس سے بھی عجیب قصہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ”شاہ عبد القدوس رحمہ اللہ علیہ نے اپنے رسالے میں تحریر فرمایا ہے کہ الحمدللہ میرے زمانے میں ایک بزرگ ہیں شاید متقدمین میں بھی ایسا مجاہد کرنے والا کوئی نہ ہو۔ چالیس سال سے ہر روز صرف ایک بادام کھاتے ہیں اسی پر گزارہ ہے اس کے سوا دنیا کی کوئی چیز نہیں کھاتے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۲۹)

نبی ﷺ اپنے بارے میں یہاں تک کہتے ہیں۔

و ھو یطعمنی ویسقینی (الحدیث)

کہ رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اس لئے بغیر افطار کئے روزہ رکھتا ہوں۔ اے

صحابہ تم نہیں کر سکتے۔ ان کو بھی اگر کھانا نہ ملے تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے ہیں اور صحابہ جن کی ولایت میں کسی کو شک نہیں ان کی بھی یہی حالت تھی حتیٰ کہ ابوہریرہؓ بھوک کی وجہ سے غش کھا جاتے تھے۔ یہاں آٹھ آٹھ دن تک اور دوسرے صاحب چالیس سال سے ایک بادام پر گزر راہ کر رہے ہیں غشی و بیہوشی کی بجائے اسرار و عجائب فاتح مکشوف ہوتے ہیں۔

گپیں ہانکتے وقت معلوم نہیں عقل کدھر گروی رکھ دی جاتی ہے۔ ایک واقعہ حاجی امداد اللہ صاحب کی زبانی سنیے۔

درندے کا مزے

فرماتے ہیں "ایک دن دیکھا کہ سات ڈھانچے ہڈیوں کے مسلم رکھے ہیں۔ دریافت ہوا کہ ایک درندے نے خدا سے دعا مانگی کہ مجھ کو اپنے دوستوں کا گوشت کھلا۔ساتوں آدمی پیش کئے گئے اور اس درندے نے گوشت ان مردانِ خدا کا کھانا شروع کیا جس وقت درندہ دانت مارتا وہ لوگ ہرگز دم نہ مارتے یہاں تک کہ تمام گوشت اپنا راہ مولا میں نثار کر دیا بصرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۴۴)

یہ دعا درندہ کی قرآن میں ہے یا حدیث میں اگر نہیں تو ان کے پاس خبر کیسے پہنچی۔

﴿ فَأْتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (الآیۃ)

جس طرح رہبانیت بدعت ہے اسی طرح ان کو بدعتیوں سے محبت ہے ارواحِ ثلاثہ میں ہے "ایک مرتبہ مولانا نانوتوی کے یہاں ایک بدعتی درویش مگر صاحب حال مہمان ہوئے تو آپ نے اس کا بڑا اکرام کیا" (ارواح ثلاثہ ص ۲۸۷)

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھول گئے۔

﴿من وقّر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام﴾ (الحدیث)

جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو گرانے میں مدد دی۔

قتلِ بنی آدم

جس قوت کا اظہار ابراہیمؑ اپنے رب کے لئے کر رہے ہیں کہ

﴿رَبِّیَ الَّذِی یُحْیِ وَیُمِیتُ﴾ (البقرہ: ۲۵۸)

میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔

اب اسی کا اظہار علمائے دیوبند میں دیکھئے۔

ایک جگہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب کے وعظ کا پروگرام بنا۔ شیعہ نے جلسہ کو ناکام بنانے کے لئے لکھنؤ سے چار مجتہد بلا کر ہر ایک کو دس دس اعتراض دے کر جلسہ گاہ کے چاروں کونوں میں بٹھا دیا۔ حضرت صاحب نے ہر مجتہد کے دل میں چھپے ہوئے اعتراضات کو اسی ترتیب سے بیان کر کے رد فرمایا جس ترتیب سے وہ اپنے دلوں میں چھپا کر لائے تھے۔ مجتہدین اور مقامی شیعہ چودھریوں نے اس سبکی کا بدلہ لینے کے لئے ایک نوجوان کا فرضی جنازہ بنایا۔" آگے کا واقعہ راوی کی زبانی سنیئے۔"

"پروگرام یہ تھا کہ جب حضرت دو تکبیریں کہہ لیں تو صاحب جنازہ ایک دم کھڑا ہو اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزا و تمسخر کیا جائے۔ حضرت والا نے کہا آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سنی ہوں۔ اصولِ نماز الگ الگ ہیں آپ کے جنازے کی نماز مجھ سے پڑھوانی جائز کب ہوگی۔ شیعوں نے عرض کیا کہ حضرت بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہوتا ہے۔ آپ تو نماز پڑھا ہی دیں۔ حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرما

لیا اور جنازے پر پہنچ گئے۔ مجمع تھا حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرے پر غصے کے آثار دیکھے گئے۔ آنکھیں سرخ تھیں اور انقباض چہرے سے ظاہر تھا۔ نماز کے لئے کہا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کر دی۔ وہ تکبیر کہنے پر جب طے شدہ پروگرام کے مطابق جنازے میں حرکت نہ ہوئی تو کسی نے ہونہہ کے ساتھ سکار دی مگر وہ نہ اٹھا حضرت نے تکبیرات اربعہ پوری کر کے اسی غصے کے لہجے میں فرمایا کہ اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اٹھ سکتا۔ دیکھا گیا تو مردہ تھا شیعوں میں رونا پیٹنا پڑ گیا۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۷)

اس واقعہ پر ایک بریلوی مولوی کا تبصرہ سنیئے ۔''غضب خدا کا نانوتوی صاحب کے لئے غیبی علم و ادراک کی وہ عظیم قوت ثابت ہوگئی ہے۔ جس کے ذریعہ انہوں نے الگ الگ مجتہد کے دل میں چھپے ہوئے اعتراضات کو اسی ترتیب سے معلوم کر لیا۔ جس ترتیب کے ساتھ وہ اپنے اپنے دلوں میں چھپا کر لائے تھے۔ قبیلے کے شیخ کے لئے جذبۂ اعتراف کی یہ فراوانی کہ دلوں میں چھپے ہوئے اعتراضات آئینے کی طرح عیاں ہو گئے۔ گھر کے بزرگ کے لئے نہ شرک کا کوئی قانون دامن گیر ہوا اور نہ مشرب توحید سے کوئی انحراف نظر آیا اور حضرت نے اسی قوت ادراک سے یہ معلوم کر کے کہ تابوت جنازے کا نہیں زندے کا ہے۔ فرط غیظ سے اپنی آنکھوں کو سرخ کر لیا اور پھر عقیدۂ توحید کے پرخچے اڑاتے ہوئے اسی غصے میں فرمایا کہ ''اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اٹھ سکتا۔ اس کی موت کا اعلان بغیر دیکھے ہی کر دیا کیونکہ اپنی قوت تصرف پر حضرت کو اتنا گمان تھا کہ یہ قتل نہیں۔ کیا حضرت قاتل نہیں۔ کیا اس فقرے کی تاویل ممکن ہے۔ اگر ہے۔

﴿ فَأْتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (الآية)

بریلوی تبصرہ نگار کا یہ فقرہ بار بار پڑھئے کہ ان حضرات کے ہاں شرک کی بحثیں صرف انبیاء واولیاء کی حرمتوں سے کھیلنے کے لئے ہیں ورنہ ہر شرک اپنے بزرگوں کے حق میں عین اسلام ہے۔

اس تبصرے کے بعد اب ذرا قرآن کی ان آیات کا سوچئے کیا ترجمہ کیا جائے تاکہ مدرسہ دیوبند کے ایک عالم کی یہ عظیم الشان کرامت بھی برقرار رہے۔ اور قرآن کی بھی جلی سی تاویل ہو جائے۔ رب العزت فرماتا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا﴾ (آل عمران: ۱۴۵)

کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے۔ موت کا وقت مقرر ہے اور لکھا ہوا ہے۔

موت تو اللہ کے اذن یعنی حکم سے آتی ہے اور واقعہ بول بول کر یہ کہہ رہا ہے کہ یہ شیعہ آدمی حضرت نانوتوی صاحب کے تصرف سے ہی مرا ہے ورنہ چہرے کا غصہ اور الفاظ کا جوش کیا معنی رکھتا ہے۔

ایک اور قتل

حضرت کے ہاں وہ تصرف بھی ہے جس سے موت تک واقع ہو جاتی ہے۔ حافظ احمد حسین کا ایک واقعہ جسے اشرف السوانح کے مصنف ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے کسی کے لئے بددعا کی تو وہ دفعۃً مر گیا۔ بجائے اس کے کہ اپنی کرامت سے خوش ہوتے' ڈرے اور بذریعہ تحریر حضرت والا (تھانوی صاحب) سے مسئلہ پوچھا کہ مجھے قتل کا گناہ تو نہیں ہوا؟

اب تھانوی صاحب کا ایمان شکن جواب سنئے۔

اگر آپ میں قوتِ تصرف ہے اور بددعا کرتے وقت آپ نے اس قوت سے کام لیا تھا یعنی یہ خیال قصد اور قوت کے ساتھ کیا تھا کہ یہ شخص مرجائے تب تو قتل کا گناہ ہوا۔ (اشرف السوانح ج ا ص ۱۴۵)

بتلایئے مولانا قاسم نانوتوی صاحب پچھلے واقعے میں اس کلیے کی رو سے قاتل بنتے ہیں یا نہیں زندہ کرنا اور مارنا حالانکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کوئی غیر اس میں شریک نہیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ روم: ۴۰)

اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا۔ تم کو موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے ذرا سا بھی کچھ کر سکے۔ اللہ پاک اور بلند ہے اس شرک سے جو یہ کررہے ہیں۔

یعنی موت و حیات میں بھی کوئی شریک نہیں پھر حافظ احمد حسین کے سوال پر تھانوی صاحب کا قوتِ تصرف کو استعمال کرنے کے بارے میں پوچھنا کیا معنی رکھتا ہے۔ یہی نا کہ یہ اس موت وحیات کے سلسلے میں اللہ کے شریک ہیں کیونکہ ان میں وہ قوتِ تصرف ہے۔

قتل ہی قتل

ارواحِ ثلاثہ کے مصنف ایک اور ایسا ہی واقعہ ذکر کرتے ہیں جس میں موت غیر اللہ کے قبضہ قدرت اور زیر تسلط نظر آتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ

''جس زمانے میں دیوبند میں ہیضہ پھیلا ہوا تھا تو اس زمانے میں حضرت

مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پیشین گوئی کی تھی اور لوگوں سے فرمایا تھا کہ یہاں وبا آنے والی ہے اگر ہر چیز میں صدقات کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ بلا ٹل جاوے۔ بعض اہلِ دیوبند نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ میں کچھ ضرورت ہوگئی ہے۔اس کی خبر کسی نے مولانا کو کر دی اس پر بہت غیظ آیا اور فرمایا یعقوب اور یعقوب کی ساری اولاد اور سارا دیوبند' یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند (اس جملے کا چند بار تکرار فرمایا) اس وقت حاجی محمد عابد صاحب حجرے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔اس کلمے کوسن رہے تھے وہ گھبرا کر باہر نکلے اور کہنے لگے کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں۔مولانا نے دریافت فرمایا کہ کیا کہا ہے۔حاجی محمد عابد صاحب نے وہی جملہ سنا دیا کہ یوں فرما رہے ہیں۔مولانا نے فرمایا اب تو یوں ہی ہوگا۔اس کے بعد اس کثرت سے وبا پھیلی کہ بیس پچیس جنازوں کی نماز ایک دفعہ ہوتی تھی۔ پس دیوبند ہی خالی ہوگیا۔ جب یہ وبا ختم ہوئی تو آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا کہ میرا وقت بھی آگیا۔کیا ابھی دیر ہے۔بس اسکے بعد اپنے وطن نانوتہ پہنچے اور وہیں جا کر مبتلائے مرض ہوکر واصل بحق ہوئے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۳۹)

اللہ فرماتا ہے۔

﴿وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا﴾ (نجم:۴۴)

بے شک اللہ ہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔

اور پھر بیس پچیس پچیس جنازوں کا نکلنا اور دیوبند کا اس وقت خالی ہو جانا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ مارنا بھی علمائے دیوبند کے ہاتھ میں ہے۔

موت کے اسباب تو معروف ہیں چند عجیب وغریب اسباب سماعت فرمائیں۔

تعویذ کشتۂ حیات

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ امروہے میں ایک ہندو تھا۔ وہ حضرت

عبدالباری سے کمال اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے تعویذ دیجئے ۔حضرت نے تعویذ دے کر فرمایا کہ ابھی تو اپنی بیوی کے بازو پر باندھ دو اور بعد تولد فرزند اس کے باندھ دینا۔تعویذ کی برکت سے اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ سن تمیز کو پہنچا باغوائے بعض ہنود اس تعویذ کو کھول دیا۔ اس میں اڑای بھیلسری ساون لکھا تھا۔ یہ پڑھ کر اس نے تعویذ پھینک دیا۔تعویذ پھینک کر وہ نہانے کو گیا۔ دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۵۵)

یعنی تعویذ کی برکت ہی سے اولاد ہوئی اور برکت بھی کن الفاظ کی ''اڑای بھیلسری ساون آیا'' نہ قرآن کی آیت نہ نبیؐ کی سکھلائی ہوئی دعا۔ ان کے نزدیک یہ الفاظ بھی برکت والے ہیں۔

اور پھر موت بھی ''اڑای بھیلسری ساون آیا'' والے تعویذ کو پھینکنے کی وجہ سے ہوئی اگر نہ پھینکتا تو پھر موت بھی نہ ہوتی ۔ اللہ کو تو پھر کوئی اختیار نہیں ۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے:۔

﴿ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ ﴾ (انعام ۹۵)

وہ مردے سے زندے کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے ۔ یہ ہے اللہ پھر تم کدھر بہکے ہوئے چلے جاتے ہو۔

اب موت و حیات کا مالک اللہ کو مانیں یا ''اڑای بھیلسری ساون آیا'' کو مانیں فیصلہ آپ کے ذمے ہے۔

وجہ وفات

موت و حیات کے بارے میں حاجی امداد اللہ صاحب کا عقیدہ سنیے۔فرمایا کہ

مشہور ہے کہ بوجہ دعائے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ان کے صاحبزادے محمود نے وفات پائی لیکن محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ بوجہ غائت محبت وشفقت پدری حضرت ابراہیم نے ان کو ایک دم سے بھر دیا ان سے تحمل نہ ہو سکا اس وجہ سے انتقال ہو گیا۔
(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۳۹)

حالانکہ اسلام میں انتقال کی وجہ یہ نہیں بلکہ اللہ موت وحیات کا مالک ہے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيتُ ﴾ (اعراف ۱۵۸)

اللہ کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے۔

﴿هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (یونس ۵۶)

اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹ کر جاؤ گے۔

﴿ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيتُ وَ نَحْنُ الْوَارِثُونَ﴾ (حجر ۲۳)

(اللہ فرماتا ہے) بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث ہیں۔

اللہ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيرُ﴾ (ق ۴۳)

بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

ایک جگہ فرماتا ہے

﴿وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيٰوةً وَلَا نُشُورًا﴾ (فرقان ۳)

وہ موت وحیات اور اٹھائے جانے کے مالک نہیں ہیں۔

لہذا غیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ موت وحیات کے مالک ہے صریحاً شرک ہے۔ حاضر وناظر کا مسئلہ اتنا مشہور ہے کہ بریلوی حضرات یہ کہتے ہیں کہ نبی حاضر ناظر ہے تو دیوبندی فتوے کی مشین گن کا رخ بریلویوں کی طرف ہو جاتا ہے۔ جس میں سے مشرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ نکلتی ہے لیکن جب اپنے گھر کی باری آئی تو ہر ایرے غیر کو حاظر ناظر تسلیم کر لیا گیا۔ حالانکہ جیسے ذات کے لحاظ سے ان کے مولانا ہر جگہ حاضر ہوتے ہیں رب بھی نہیں ہوتا۔

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہٰ ۵)

اللہ عرش پر ہے۔

﴿و اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا﴾ (انعام ۸۰)

(لیکن اس کا) علم ہر چیز پر محیط ہے۔

اب علماء دیوبند کی برتری کا عالم دیکھئے۔ مصنف درس حیات لکھتے ہیں۔

مولوی عبدالشکور صاحب مدرس شمس الہدیٰ اور خاص مرید مولانا بشارت کریم صاحب ایک بار اپنے شیخ کی بارگاہ میں یہ خیال لے کر روانہ ہوئے کہ حضرت سے دریافت کروں گا کہ بعض بزرگوں کے متعلق جو یہ سنا گیا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی جگہ موجود ہوتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے۔ باقی کا قصہ مرید صاحب کی زبانی سنیئے۔

عقیدے کی بنیاد

''جب (وہاں) پہنچا تو نماز کا وقت تھا اس زمانے میں خود حضرت صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے میں بھی جماعت میں شریک ہوا۔ نماز شروع ہوتے ہی مجھ پر ایک

پکڑ دھکڑ

اسی قسم کے تصرف کا ایک اور واقعہ پڑھ لیجئے۔ درس حیات کے مصنف اپنے والد کے تحصیل علم کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ ''کہ والد صاحب گھر سے چلے کئی دن چلنے کے بعد کرنال پہنچے مسجد میں نابینا حافظ صاحب نے کہا خیر الدین' السلام علیکم! میرے پاس آؤ۔ میں نے توجہ نہ دی۔ سرسری جواب دیتے ہوئے نکل گیا۔ انہوں نے پکڑنے کے لئے شاگرد دوڑائے۔ میں قوی تھا سب کو جھٹک کر دور پھینک دیا اور آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ میں شہر پناہ کے پھاٹک سے جیسے باہر نکلا۔ اچانک زمین نے میرے قدم تھام لئے۔ بہت کوشش کی لیکن قدم ذرا بھی آگے نہیں بڑھ سکا۔ میرے ساتھیوں نے مل کر بہت زور لگایا لیکن وہ بھی میرے قدموں کو زمین کی گرفت سے آزاد نہیں کرا سکے۔ یہاں تک کہ مجبور ہوکر شہر کی طرف واپس لوٹ آیا اور وہیں سے اپنے ساتھیوں کو رخصت کیا۔ شہر میں آنے کے بعد مجھ کو خیال ہوا کہ وہ نابینا حافظ کون تھے جنہوں نے باوجود ناواقف' اجنبی اور نابینا ہونے کے مجھ کو میرا نام لے کر پکارا۔ چلوں ان سے تحقیق حال کروں۔ میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ زور زور سے ہنسے اور کہا آخر آگئے بہت جان چھڑا کر بھاگے تھے۔

میں نے ان سے کہا ان باتوں کو چھوڑیئے۔ آپ یہ بتلایئے کہ آپ نے مجھ کو کیسے پہچانا اور میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے فرمایا کہ تمہارا نام! مجھ کو تو تمہارا حال معلوم ہے کہ کس غرض سے نکلے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ جس طرح تم ادھر رو کے گئے ہو ادھر نہیں رو کے جاؤ گے۔ تمہارا علم کا ایک حصہ اس شہر میں مقرر ہے۔ جب تک تم اس کو حاصل نہیں کرو گے اس شہر سے نہیں نکل سکتے۔ (درس حیات ص ۱۵۶)

نابینا شخص کا قدموں کی آہٹ پا کر ایک اجنبی کو پہچاننا اور اس کا مقصد سفر تک کا معلوم کرنا اور پھر تقدیر کا نوشتہ پڑھ کر بتلانا کہ تمہارے علم کا ایک حصہ مقدر ہے اس شہر میں یہ امور کس صفت الٰہی میں شرکت ہے اور پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ مسجد میں تو لڑکوں نے روکا اور شہر کے پھاٹک پر زمین نے قدم جکڑ لئے۔ کیا زمین بھی حافظ جی کے حکم کے تابع تھی اور پھر ان کا یہ دعویٰ کہ اُدھر رو کے نہیں جاؤ گے تصرف کے باب میں سے نہیں تو اور کس باب سے ہے۔ اس واقعے کی کڑیاں دیوبندی شاید سراقہ کے واقعے سے ملانا چاہتے ہیں کہ سراقہ کے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس گئے اس نے معافی مانگی واپسی ممکن ہوئی۔ اسی طرح ان کے قدم بھی زمین نے پکڑ لئے جب تک کہ واپسی کا ارادہ نہ کیا زمین نے کوشش کے باوجود نہ چھوڑا جیسے یہ نبیؐ کا معجزہ تھا ویسے ہی ان کے حضرت کا کمال تھا۔

اسی طرح کا ایک اور تصرف ارواح ثلاثہ کے مصنف بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے حافظ کی غزل شروع کی اور ایک آدھ شعر پڑھ کر خود رک گیا اور کہا کہ مولانا آپ تو مجھے پڑھنے نہیں دیتے اور بعد میں کہا جب ارادہ کرتا تھا تب ہی کوئی انگلی زبان پر آ کر رکھی جاتی اور اسے دبا دیتی تھی۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۵۹)

یہاں تو برائی سے روکنے کا تصرف دکھایا اب دیکھئے نیکی کی توفیق کا ڈپو بھی اپنے گھر رکھ لیا۔

توفیق پیر

حالانکہ مسلمان یہ پڑھتے ہیں۔

﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾

کہ نیکی کی توفیق دینا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔امداد المشتاق میں ہے
''کسی خادم نے حضرت سے بیان کیا کہ میں نے آپ کے چلہ کھینچا اور روزانہ سوا لاکھ اسم ذات پڑھا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا شاید حضرت مجھ سے ناراض ہیں ثمرہ نہیں ملا۔ فرمایا اگر میں ناراض ہوتا تو تمہیں سوا لاکھ پڑھنے کی توفیق ہی کہاں سے ہوتی۔(ص ۱۴۴)

یہ ہے وہ تصرف جس کا اظہار کئی جگہ پر دیوبندی علماء نے کیا ہے۔ اشرف علی تھانوی حاجی امداد اللہ کے مریدوں کی تربیت کے ایک واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یہ ہے تربیت اخلاق اور تصرف کی قوت اس سے ظاہر ہے کہ چالیس روز میں واصل بنا دیا۔ (امداد المشتاق ص ۱۶۱)

تصورِ شیخ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے حضرت باوجود اخفائے احوال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران رہ جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب داماد مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیرومرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہوکر عرض کرنے گئے کہ مجھے تصورِ شیخ کی اجازت دیجئے تاکہ تصورِ شیخ کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ جب محبت وعقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصورِ شیخ کون کرتا ہے غلبہ محبت سے تصورِ شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے۔ حضرت کے اس فرمانے سے ایسا تصورِ شیخ ان پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی۔ چلتے چلتے حیران ہوکر کھڑے ہو جاتے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورت شیخ موجود ہے۔ نماز میں سجدے کی جگہ صورت شیخ دیکھ کر

نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہوگئی ہے کس طرح پڑھیں۔ حضرت کی ادنیٰ توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی جاتی رہی اور دوسری حالت ہوگی۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۸۱)

دیکھا آپ نے ذرا سی توجہ (یعنی تصرف) سے تصویریں آگے پیچھے پھرنے لگیں۔ زیادہ توجہ سے معلوم نہیں کیا غضب ہو۔ ایک ہی شخص کو بہت سی جگہ پر دیکھنا کیونکر ممکن ہوا یہ کیسی کرشمہ سازی ہے۔

روشنی اندھیرا

امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت شیر خان صاحب جب حالت نوکری میں وقت شب ذکر نفی و اثبات کرتے تھے تو ان کے منہ سے ظلمت و نور دونوں نکلتے تھے۔ مدت تک کسی کو معلوم نہ ہوا۔ ایک دفعہ وہ مسجد میں ذکر کر رہے تھے ایک شخص کا ادھر گزر ہوا اس نے دیکھا کہ مسجد میں کبھی اندھیرا ہو جاتا ہے اور کبھی روشنی ہو جاتی ہے۔ متحیر ہو کر سبب دریافت کرنے مسجد کے اندر آیا۔ آپ کو دیکھا کہ ذکر میں مصروف ہیں جب لا الہٰ کہتے ہیں منہ سے تاریکی نکلتی ہے اور جب الا اللہ کہتے ہیں روشنی نمودار ہوتی ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۸۴)

یہ روشنی نہ صحابہؓ اور نہ نبیؐ کے منہ سے نکلی اور نہ تابعین اور آئمہ دین کے۔ یہ بجلی گھر کیا ان کے منہ میں ہی فٹ تھا۔ یہ گپ بھی بریلویوں سے سنی تھی کہ ہمارے بزرگ نے ادھر سلام پھیرا تو ادھر والے حافظ اور ادھر پھیرا تو ناظرے والے بن گئے۔

اب ذرا توحید کے ٹھیکیداروں کی بھی سن لیں۔ ارواح ثلاثہ میں ہے۔

''حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ روپوش* بجلاسہ میں مقیم رہے اور وہیں توجہ کا

حلقہ ہوتا تھا۔ اس پر عبداللہ شاہ فرماتے ہیں کہ میاں یہ کیا حلقے وغیرہ تم نے بنائے ہیں ہم نے اپنے بادشاہ (شاہ عبدالرحیم صاحب) کو دیکھا ہے کہ نماز میں جب داہنا سلام پھیرا تو ادھر کی صف ٹوٹ گئی۔ جب بایاں سلام پھیرا تو ادھر کے آدمی گر گئے۔ نہ حلقہ تھا نہ مجلس۔

ملنے سے زلزلہ

ارواح ثلاثہ کی ایک اور گپ سن لیں۔

''خان صاحب فرماتے ہیں کہ بلا مزامیر کے گانا ہو رہا تھا۔ مرزا غالب بھی تھے مومن خان کہیں سے مولوی محمد عمر کو پکڑ لائے وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو' مگر مومن خان نہیں مانتے تھے۔ آخر لا کر اس مجلس میں ان کو بٹھا دیا۔ گانا برابر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر میں مولوی محمد عمر نے ایک بہت ہی معمولی سی حرکت کی۔ اس کے اثر سے سارا مکان ہل گیا۔ اس پر سب کو شبہ ہو گیا۔ یہ بھی خیال ہوا کہ شاید ان کی جنبش کا اثر ہو اور یہ بھی کہ شاید زلزلہ ہو۔ اس پر سب کی توجہ مولوی محمد عمر کی طرف ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے دوبارہ حرکت کی جو پہلی حرکت سے زیادہ تھی۔ اس سے مکان پھر ہل گیا۔ اور پہلے سے زور سے ہلا اب تو یقین ہو گیا کہ یہ ان ہی کی حرکت کا اثر ہے تھوڑی دیر میں ذرا اور زور سے حرکت کی تو اس سے مکان کو اور زور سے حرکت ہوئی اور کڑیاں بھی بول گئیں اور طاقوں وغیرہ میں جو شیشہ آلات رکھے تھے وہ کھن کھن' کھن کھن کرنے لگے اس پر کسی نے یہ کہا مولوی محمد عمر یہ کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے مت بٹھاؤ اور یہ کہہ کر چل دیئے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۷۵)

معلوم نہیں حرکت سے زلزلہ ہوا اور اٹھ کر چلنے سے مکان کیوں نہ گرا۔ اسے کیا کہیے خود فیصلہ کر لیں۔

بادل کی چھتری

اس سے بھی عجیب واقعہ مولانا جمیل الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند کی زبانی سن لیں فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ ریاست علی خان حضرت مولانا مدنیؒ اور میاں سید بشیر الدین صاحب حضرت مولانا کے سسرال قتال پور ضلع اعظم گڑھ جارہے تھے تینوں آدمی گھوڑے پر سوار تھے۔ گرمی کی شدت سے پریشان تھے۔ میں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حضرت دھوپ کی شدت سے سخت پریشانی ہے حضرت مولانا خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور بڑھتے بڑھتے ہم لوگوں پر سایہ فگن ہو گیا اور نہایت آرام سے ہم لوگ چلنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دور سے پانی آرہا ہے۔ میں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حضرت وہ دھوپ ہی اچھی تھی اب تو بھیگتے ہوئے سسرال پہنچیں گے۔ حضرت مولانا پھر خاموش رہے یہاں تک کہ پانی سر پر آ گیا لیکن خدا کی قدرت ہر چہار طرف پانی برس رہا تھا۔ گھوڑے پانی میں چل رہے تھے۔ ہم لوگوں پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں پڑ رہا تھا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۱۹)

جس طرح صحابیؓ نے نبیؐ سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی تو نبیؐ کی دعا سے آسمان پر بادل نمودار ہوئے۔ ایسے ہی حضرت صاحب کی وجہ سے بادل نمودار ہوئے اور پھر آگے بارش آئی لیکن یہاں حضرت اور ان کے مریدین فضیلت لے گئے کہ نبیؐ اور صحابہ تو بھیگتے ہوئے گھر پہنچے اور یہ بارش کی موجودگی میں بھی بالکل سوکھے گھر

پہنچتے ہیں۔ یہ ہیں تصرفات کے کمالات۔

تقدیر کے کمالات

ہم نے موحد علماء کو اب تک اس شعر کا استہزا کرتے پایا کہ

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حدیث میں جف القلم'' کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ تقدیر بدلتی نہیں اور

﴿لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ﴾ (آل عمران ۱۲۸)

کی آیت بھی گواہ ہے کہ تقدیر کا معاملہ نبیؐ امام الانبیاء کے ہاتھ میں بھی نہیں۔

اسی طرح

﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (قصص ۵۶)

کی آیت بھی رُشد وہدایت میں صرف رب کے تصرف کا اعلان کررہی ہے نبیؐ کفار مکہ سے مایوس ہوئے اور ان کی تقدیر نہ بدل سکے۔تو اللہ نے یوں ارشادفرمایا۔

﴿ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا﴾

اے نبیؐ کیا تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے اس بات پر کہ یہ لوگ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

اسکے برعکس علمائے دیوبند کے تصرفات ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی محمد جمیل بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک لڑکا پڑھنے میں بدشوق تھا اور اس میں آوارگی بھی آنے لگی تھی۔میں نے حضرت سے بار بار شکایت کی۔ایک دفعہ حضرت نے اس لڑکے کے بھائی سے کہا کہ بھائی کو کیوں نہیں لائے میں سمجھ گیا خاص اشارہ ہے میں نے فوراً اس آوارہ

گر دلڑکے کو حضرت کی خدمت میں بھیج دیا۔ میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ حضرت شیخ کی ایک ہی نظر نے اللہ کے حکم سے لڑکے کی کایا پلٹ دی۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۴۲)

علم چھیننا اور دینا

ان کے حضرات کو اس پر کامل تصرف حاصل ہے کہ کسی سے علم چھین لیں اور کسی کو علم دے دیں۔ ایسے ماحول میں "ربّ زدنی علما" کہنا فضول نظر آتا ہے کیونکہ لینے دینے کا معاملہ ان کے اپنے گھر کا ہے۔ مندرجہ ذیل واقعات اس پر دلیل ہیں۔

مولوی عبد القیوم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ندا حسین جب اکبری مسجد کے نیچے سے نکلتا جس میں شاہ عبد القادر صاحب رہتے تھے تو بھاگ کر نکلتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ جب میں اس کے نیچے آتا ہوں تو جو کچھ میرے قلب میں ہوتا ہے سلب ہو جاتا ہے اور جب مسجد کی حد سے خارج ہوتا ہوں پھر آ جاتا ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۷۹)

مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں کہ جب ہم لڑکے تھے یہ (بزرگ) بھی ہمارے چاہنے والوں میں سے تھے اور یہ بھی ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ اس وقت ان کے ساتھ یونہی ہاتھا پائی ہوا کرتی تھی۔ جوں جوں ہم جوان ہوتے گئے ہمارے چاہنے والے رخصت ہوتے گئے مگر صرف یہ ایک شخص تھا جو برابر آتا رہا۔ اب خدا نے ہمیں ہدایت کی اور ہم سلوک کی طرف متوجہ ہوئے اور خدا کے فضل سے صاحب اجازت ہوئے۔ ایک روز ہمیں خیال ہوا کہ یہ شخص باوفا دوست ہے۔ اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ میں نے جو اس کی طرف توجہ کی تو میں اس کے عکس ہی میں دب

گیا اور میں نے اس کو اپنے سے بہت اونچا دیکھا۔ اب میں بہت پریشان ہوا اور میں نے اس کا نہایت ادب کیا اور اپنی جگہ اس کے لئے چھوڑی اور کہا میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں آپ میری جگہ تشریف رکھیں اور میں آپ کی جگہ۔ مگر اس نے نہ مانا۔ میں نے نہایت اصرار کیا مگر اس نے میرے اصرار پر بھی نہ مانا اور کہا تمہیں میرے ساتھ وہی برتاؤ کرنا ہوگا جو اب تک کرتے رہے ہو۔ اس کو میں نے نہ مانا۔ اس پر انہوں نے میری تمام کیفیت سلب کر لی اور میں کورا رہ گیا۔ اب میں بہت پریشان ہوا اور میں نے کہا کہ میری کیفیت دے دو۔ اس پر انہوں نے کہا اس شرط پر واپس کرتا ہوں کہ وعدہ کرو کہ مجھ سے ہمیشہ وہی برتاؤ کرتے رہو گے جو اب تک کرتے رہے ہو اور یہاں نہیں بلکہ جامع مسجد میں سب لوگوں کے سامنے۔

لگتی ہیں گالیاں بھی تیرے منہ سے کیا بھلی
قربان تیرے پھر مجھے کہہ دے اسی طرح

یہ شعر خان صاحب نے اپنی طرف سے پڑھا۔

میں نے ناچار اس کو منظور کیا اور اس مجبوری سے ایسا کرتا ہوں۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۵)

امیر شاہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بخاری بزرگ عبدالقادر صاحب کی خدمت میں گئے۔ وہاں ہیبت زدہ بیٹھے اور تھوڑی دیر بیٹھے۔ وہاں سے واپسی میں میں نے ان کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ ان کی حالت میں کچھ نہیں بیان کر سکتا۔ کیونکہ جب میں نے اکبری مسجد کی سیڑھیوں پر قدم رکھا تو جو کچھ میرے پاس تھا سلب ہو گیا اور میں کورا رہ گیا اور جب واپس ہو کر سیڑھیوں پر آیا تو پھر مجھے مل گیا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۴۴)

اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ثقات سے سنا ہے کہ دونوں بزرگ

(عبد الرحیم صاحب اور سید احمد صاحب) ایک دوسرے کی طرف ہو کر کیفیات و نسبت کا مبادلہ کیا کرتے تھے۔(ارواح ثلاثہ ص۱۸۳)

یہ تو تھا علم سلب کرنا اور ذرا عطا کرنا بھی دیکھئے۔

''ایک دفعہ مولوی صاحب یعقوب صاحب نانوتوی مہتمم مدرسہ دیوبند فرمانے لگے۔ بھائی آج صبح کی نماز میں ہم مرجاتے پس کچھ ہی کسر رہ گئی۔ لوگ حیرت سے پوچھنے لگے۔ آخر کیا حادثہ پیش آیا۔ سننے کی بات یہی ہے جواب میں فرما رہے تھے کہ آج صبح میں سورۃ مزمل پڑھ رہا تھا کہ اچانک علوم کا اتنا عظیم الشان دریا میرے قلب کے اوپر گزرا کہ میں تحمل نہ کر سکا اور قریب تھا کہ میری روح پرواز کر جائے کہتے تھے کہ وہ تو خیر گزری کہ وہ دریا جیسا کہ ایک دم آیا ویسا ہی نکلا چلا گیا اس لئے میں بچ گیا۔ کہتے تھے کہ علوم کا یہ دریا جو اچانک چڑھتا ہوا ان کے قلب پر سے گزر گیا یہ کیا تھا (خود ہی اس کی تشریح بھی انہی سے بایں الفاظ اسی کتاب میں پائی جاتی ہے) کہ نماز کے بعد میں نے غور کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا تو منکشف ہوا کہ حضرت مولانا نانوتوی ان ساعتوں میں میری طرف میرٹھ میں متوجہ ہوئے تھے۔ یہ ان کی توجہ کا اثر ہے کہ علوم کا دریا دوسروں کے قلوب پر موجیں مارنے لگے اور تحمل دشوار ہو جائے (اصل واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) خود ہی بتایئے کہ فکری و دماغی علوم والے بھلا اس کا کیا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔ کہاں میرٹھ اور کہاں چھتہ کی مسجد میرٹھ سے دیوبند تک کا مکانی فاصلہ درمیان میں حائل نہ ہوا۔(سوانح قاسمی ۱/۳۴۶)

علم دینے اور لینے کا یہ عجیب وغریب طریقہ' نہ پڑھنے کا تصور نہ پڑھانے کا خیال توجہ کی تو سیاہی چوس کی طرح علم سلب کر لیا اور توجہ کی تو علم کا دریا بہنے لگا۔ یہ معمہ بھی گیلانی صاحب اور ان کی جماعت ہی حل کر سکتی ہے کہ دیوبند سے میرٹھ تک

کا فاصلہ نانوتوی صاحب پر حائل کیوں نہ ہوا۔

تصرف کا ایک اور انداز ملاحظہ فرمائیں۔

سیّد نور الحسن حاجی امداد اللہ صاحب کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ قاری نے ایک شعر پڑھا اور میرے قلب میں من کل الوجوہ اس کی شرح آگئی اور یہ تصور کیا کہ یہ تو بہت ہی سہل ہے چنانچہ اسی شرح کو حضرت نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا جب نسخہ لے کر جائے اقامت پر پہنچا اور مثنوی شریف کو کھول کر دیکھا تو کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا تھا سخت حیرت ہوتی تھی کہ یہ تو بالکل میرے ذہن میں قبل از تشریح حضرت صاحب آگئے تھے۔ اب کیا ہوا جب حاضر درس ہوتا تو انشراح قلب کی وہی حالت پاتا۔ اس وقت یقین ہوا کہ یہ محض تصرف شیخ ہے۔ (امداد المشتاق ص ۱۸۰)

یہ تو شرح تھی جو توجہ بتصرف سے آئی۔ اب ایک اور حالت ملاحظہ فرمایئے۔

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ صحرا میں پھر رہا تھا ایک جھاڑی میں کچھ آثار آدمی کے معلوم ہوئے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہی مجذوب صاحب ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر بیٹھ گئے میں بھی بیٹھ گیا۔ مجھ کو توجہ جذب کی دینا شروع کی۔ جب مجھے آثار جذب معلوم ہونے لگے میں نے حضرت پیر و مرشد کا تصور کیا۔ اس وقت حضرت میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ مجذوب صاحب تبسم کرنے لگے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۸۷)

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زباں میری ہے بات ان کی

کا سا تصرف ملاحظہ فرمائیں

مولانا نانوتوی نے تقریر فرمائی۔ بعض لوگ دفتری نہ آ سکے بعد میں آ کر دوبارہ فرمائش کی تو آپ نے مولانا احمد حسن صاحب امروہی سے فرمایا کہ مولوی احمد حسن تم سنا دو اب میں بہت حیران تھا اس لئے کہ میں نے ٹھیک طور پر مولانا کی تقریر سنی بھی نہ تھی مگر مولانا کا حکم اس لئے میں نے بیان کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے کہا۔ صاحبو! مولانا کی مثال دریا کی سی ہے اور میری مثال کوزہ کی سی۔ جو بات سلجھی ہوئی کہوں۔ اس کو مولانا صاحب کا مضمون سمجھا جائے اور جو الجھی ہوئی ہو اس کو میری طرف سمجھا جائے اس کے بعد میں نے تقریر بیان کی مگر مجھ کو تقریر کے دوران میں کچھ خبر نہ رہی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں مگر تقریر کے بعد لوگوں نے بیان کیا کہ من وعن وہی تقریر تھی جو مولانا قاسم صاحب نے فرمائی تھی۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۹۴)

جب ان باتوں پر ارشد القادری صاحب نے دیوبندیوں پر گرفت کی تو انہوں نے یوں پیچھا چھڑانے کی کوشش کی فرماتے ہیں۔ ”علم لدنی وہ علم ہے جو بغیر خارجی اسباب وسائط کے دل میں خود بخود پیدا ہو جائے“ (انکشاف ص ۲۰۴)

ایک جگہ یوں جواب دیا:

اگر بقول مولوی ارشد القادری اس الزام کو تسلیم بھی کر لیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے ایسے علم (علم لدنی) کا ثبوت تو قرآن و حدیث میں موجود ہے اور من جانب اللہ اولیاء اللہ کیلئے تو ایک انعام ہے لہٰذا اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو اس نعمت عظمیٰ سے محروم اور علم لدنی کی حقیقت سے بالکل نا آشنا ہو۔ (انکشاف ص ۲۰۳)

رلانا - ہنسانا

اسی طریقے سے اللہ کی یہ صفت ہے۔

﴿ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی ﴾

وہی رلاتا ہے اور وہی ہنساتا ہے۔

اب اسی صفت کے مالک حاجی امداد اللہ کی سنیے۔فرماتے ہیں۔

کہ ایک یار نے شکایت کی کہ اب تو روتے روتے میری پسلیاں پھٹنے لگی ہیں۔ اس کا علاج کیجئے۔ جب ان کی وہ حالت بدل گئی پھر شاکی ہوئے کہ میری حالت عنایت کیجئے ہم نے کہا پھر پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی بلا سے ۔ جو مزہ اس گریہ وزاری میں تھا دوسری چیز میں نہیں۔

کتنا زبردست غلبہ اور تصرف ہے جب چاہا رلادیا اور جب چاہا ہنسا دیا۔

تھانوی صاحب حاجی امداد اللہ کے تصرف کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

''حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ تمہاری خالہ تمہارے لئے اولاد کی دعا کرنے کو کہتی ہیں۔ میں نے کہہ دیا میں دعا کروں گا لیکن میں تمہارے لئے اسی حالت کو پسند کرتا ہوں کہ جیسا میں خود ہوں یعنی بے اولاد''

(افاضات الیومیہ جزو۲ ششم ص ۲۵۰)

تصرف کے بارے میں دیوبندی عالم جامع کرامات اولیاء کے حوالے سے لکھتے ہیں

''اولیاء کرام تصرف کے مقام پر فائز کئے جاتے ہیں اور اس سلسلے میں بزرگان دین سے بہت سی چیزیں منقول ہیں۔ (انکشاف ص ۲۳۶)

جس طرح اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کی صفاتِ الٰہیہ میں کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی جو صفات ہیں ان میں کوئی شریک نہیں۔ نبی ﷺ کی صفات سے ایک صفت جس کا اظہار رسول اللہ ﷺ کی زبان یوں کرتی ہے۔

لا یخرج منھا الاحق ۔ (الحدیث)

میری زبان سے ہمیشہ حق ہی نکلتا ہے۔

اور یہی اللہ فرماتا ہے۔

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى o إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ﴾ (نجم ۳-۴)

میرا نبی خواہشات سے نہیں بولتا بلکہ وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول ﷺ ہی کی گارنٹی دی ہے حتیٰ کہ کسی صحابی کی گارنٹی نہیں دی۔ لیکن یہاں علمائے دیوبند کا دعویٰ دیکھئے۔ فرماتے ہیں۔

نابینے کا دعویٰ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ مسئلہ شامی میں تو ہے ہی نہیں۔ فرمایا کیسے ہوسکتا ہے۔ لاؤ شامی اٹھالاؤ۔ شامی لائی گئی حضرت اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے۔ شامی کے دو ثلث (دو تہائی) اوراق دائیں جانب کر کے اور ایک ثلث (ایک تہائی) بائیں جانب کر کے اندر سے ایک کتاب کھولی اور فرمایا کہ بائیں طرف کے صفحے پر نیچے کی طرف دیکھو۔ دیکھا تو وہ مسئلہ اسی صفحے پر موجود تھا۔ سب کو حیرت ہوئی حضرت نے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۱۰)

اس واقعہ پر مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا حاشیہ پڑھیے۔

''وہی مقام نکل آنا گو اتفاقاً بھی ہوسکتا ہے مگر قرائن سے یہ بات کشف معلوم ہوتا ہے ورنہ جزم کے ساتھ نہ فرماتے کہ فلاں موقعہ پر دیکھو۔ (حاشیہ ارواح ثلاثہ ص ۳۱۰)

اس بات سے قطع نظر کہ علم غیب کا تجربہ کروایا۔ اپنے متعلقین کو اور اسے انہوں

نے کشف کروانا۔ اصل قابل گرفت بات یہ ہے کہ گنگوہی صاحب کا یہ فرمانا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔ سوچئے یہ وعدہ کہاں ہوا۔کیا معراج پر گئے تھے محمد ﷺ کی طرح وہاں ملاقات ہوئی اور وعدے وعید ہوئے یا موسیٰؑ کی طرح اس دنیا میں ہمکلام ہوئے یا انبیاء کی طرح جبرئیل وحی لے کر آئے تھے کہ اللہ نے تم سے یہ وعدہ کیا ہے۔ یا وحی کے اور طریقوں کے ذریعے اطلاع ہوئی۔ اب ہم کیا عقیدہ رکھیں کہ وحی بند ہوگئی جیسا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا۔ "انقطع الوحی" یا ....

کیا حضرت گنگوہی نے اللہ تعالیٰ پر یہ بہتان نہیں باندھا۔

﴿یفترُون علَی اللّٰهِ الْکَذِب﴾ (یونس ۶۹)

یہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

لیجئے نبوت کا دعویٰ جو گنگوہی صاحب نے کیا ہے۔

نئے نبی کی اتباع

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں کہ بارہا آپ کو اپنی زبانِ فیض ترجمان سے یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے "سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بہ قسم (سے) کہتا ہوں کہ کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میری اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید ۲/ ۱۷)

اب دیکھئے مالک کائنات فرماتا ہے۔

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ﴾

حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔

اور جو رب کی طرف سے اترے وہ کلام الٰہی ہے اور وہ نبی پر اترتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ رشید احمد گنگوہی صاحب نبی تھے۔ اسی لئے تو "صرف گنگوہی صاحب کی زبان سے نکلنے والا کلمہ حق ہے۔" اور پھر اتباع کا دعویٰ بھی خالصتاً انبیاء والا دعویٰ ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں۔

﴿ أَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ﴾

یہ کہ میرا راستہ صراط مستقیم ہے اس کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں کی اتباع نہ کرو

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ﴾ (آل عمران ۳۱)

اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ہر زمانے میں ہدایت اور نجات موقوف ہوتی ہے اس زمانے کے نبی کی اتباع پر جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں۔

من اطاعنی دخل الجنة و من عصانی فقد ابیٰ

جس نے میری اطاعت کی وہ تو جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

جب اس بات "کہ سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے" پر گرفت کی گئی تو دیوبندی عالم نے اس کا یوں جواب دیا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک متبع سنت اور کامل التقویٰ کی زبان لمحہ حق کو ہوتی ہے اور مقصد صرف یہ ہے کہ حق ہی نکلتا ہے باطل نہیں۔ (المکشاف ۱۷۹)

اسی طرح "بریلوی فتنے کا نیا روپ" کے مصنف لکھتے ہیں کہ "بقول امام غزالی

بعض علماء کا قول ہے کہ حکماء کے منہ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ان کے منہ سے صرف وہ حق ہی نکلتا ہے جو اللہ ان پر کھولتا ہے۔(الکشاف ص ۱۵۹)

اسی لئے مرثیہ ص ۱۲ پر ہے۔

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جا

جاگر ہوا گمراہ وہ میزاب ہدایت تھے

کہیں کیا نص قرآنی۔

دوسرے فقرے کہ ''ہدایت ونجات میرے اتباع پر موقوف ہے'' کی گرفت کا ان الفاظ میں جواب دیا۔ ''دراصل یہ استعارہ ہے چونکہ حضرت گنگوہی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قرآن و حدیث کی صحیح اتباع میں ڈوب چکا ہے اس لئے آپ کی اتباع دراصل قرآن و حدیث کی اتباع ہوگی۔ (الکشاف ص ۱۸۰)

اب جب اس زمانے میں ہدایت ونجات رشید احمد گنگوہی کی اتباع پر موقوف ہے تو گنگوہی صاحب کے نبی ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے کیونکہ نجات تو نبی ہی کی اتباع میں ہے۔

توہین نبی

اور قاری طیب صاحب کا یہ بیان بھی نبوت کی طرف پیش قدمی ہے۔ لکھتے ہیں ''حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہوگیا۔ (آفتاب نبوت ص ۱۹)

اسی لئے خاتم النبیین کی تشریح مولانا قاسم نانوتوی اس طرح کرتے ہیں کہ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی

میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس ص ۲۵)

اور جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے معنوں کی تشریح میں اسی مسلک پر قائم ہے جو ہم نے سطور بالا میں جناب قاسم نانوتوی کے حوالہ جات سے ذکر کیا۔

ایک جگہ نانوتوی صاحب نے یوں فرمایا ' انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۵)

لیجئے اس کے بعد گنگوہی صاحب کی ایک اڑان جو انہیں امتی سے نبی کی طرف محو پرواز ہے۔

پُر اسرار دنیا

ارواح ثلاثہ میں ہے۔

ایک دفعہ حضرت گنگوہی صاحب جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ در پیش تھا۔ فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے پھر فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے۔ پھر فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا فرمایئے تو فرمایا تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر اور جوش آیا فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا کہ حضرت ضرور فرمایئے۔ فرمایا کہ اتنے سال حضرت ﷺ میرے قلب میں رہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا پھر اور جوش آیا فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا حضرت ضرور فرمایئے مگر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا بس رہنے دو۔ اگلے دن بہت سے اصراروں کے بعد فرمایا کہ بھائی پھر احسان کا مرتبہ رہا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۰۸)

اب اشرف علی تھانوی کی تاویل بھی سماعت فرمائیے۔

''صورت کا حاضر رہنا اوراس سے مشورہ لینا یہ اکثر تو تخیل کی قوت ہے اور کبھی خرق عادت کے روح کا تمثل بہ شکل جسد ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں لزوم دوام نہیں۔''

روح کا تمثل بہ شکل جسد کیسے جب کہ اللہ کے رسول تو خواب میں آنے کی اطلاع دے رہے ہیں اور پھر تھانوی صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ لزوم دوام نہیں۔

حالانکہ گنگوہی صاحب کہتے ہیں تین سال کامل امداد اللہ صاحب اور اتنے سال۔ یہ اتنے سال قلب میں رہنا لزوم دوام نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ کبھی خرق عادت والی بات تو نہیں تھی اور پھر مرتبہ احسان کو پہنچے ''کانک تراہ'' گویا رب کو دیکھ رہے تھے یا تجلیات الٰہیہ کی کوئی تجلی تھی۔

جب زلزلے کے مصنف نے اس واقعے پر کہا کہ معاذ اللہ کیا پھر اللہ کا چہرہ رہا دل میں'' تو اس کا ان الفاظ میں جواب دیا ''کس قدر جاہلانہ بات ہے۔ اگر آدمی جاہل مطلق نہ ہوتو اس میں معاذ اللہ کی کیابات ہے۔کیا معاذ اللہ خدا کا چہرہ' اس آدمی کے نزدیک شیطان کا چہرہ ہے جسے مؤمن کے دل میں نہیں ہونا چاہیے۔ بریلوی فتنے کا نیا روپ ص ۱۶۵)۔

پردے ہٹا کر کی یا پردے میں رہ کر اگر پردے ہٹا کر کی تو اللہ کا یہ کہنا ''لن ترانی'' غلط ہوا اور ''لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار'' کا معنی کچھ اور کرنا پڑے گا اور اگر پردے میں رہ کر کی۔تو کلیم اللہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے کیونکہ ان کے ہاں کلیم اللہ ہونا بھی آسان ہے اور حق تعالیٰ کو دیکھنا بھی ممکن - یہ واقعہ اس پر دلیل ہے۔

دیدارِ الٰہی

مولانا اشرف علی نے استفسار کیا کہ رویت حق کی اس عالم میں ممکن ہے یا نہیں فرمایا ممکن ہے معنی آیت "لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار" کے یہ ہیں کہ اس بصارت ظاہری سے رویت حق تعالیٰ ممکن نہیں ہے اور جب نظرِ بصیرت (باطنیہ) حاصل ہو جاتی ہے۔ بصارت (ظاہری) پر غالب آتی ہے۔ پس عارف حقیقت نظر بصیرت سے دیکھتا ہے اگر یہ سمجھتا ہے کہ آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اس کی غلطی ہے دلیل اس بات کی کہ اس نظر سے نہیں دیکھا یہ ہے کہ اگر آنکھ بند کرے رویت بدستور رہے۔ دوسرے یہ کہ یہ دید آنکھوں کی عارضی محتاج نور آفتاب کی ہے۔ بخلاف اس دید کے محتاج نور بصیرت ہے بدون پرتو اس نور کے غیر ممکن و محال ہے۔ پھر مولانا نے استفسار فرمایا کہ خطاب لن ترانی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیوں کیا گیا۔ ارشاد فرمایا کہ اس میں نفی رویت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور یہ درست ہے کہ عارف دیکھتا ہے' اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتا بلکہ دیدۂ حق سے دیکھتا ہے اور نیز اس میں نفی رویت ذات ہے کیونکہ فنائے عبد اس کو لازم ہے اور جب ہوا پھر رویت کی۔ (شمائم امدادیہ ص دوم ص ۴۸)

کیا نظر بصیرت (باطنیہ) اللہ کے رسول ﷺ کو بھی حاصل نہ تھی۔ کیا انہیں نور بصیرت حاصل نہ تھی اور کیا دیدہ حق انہیں حاصل نہ تھا۔ اس لئے اللہ کے رسولؐ سے پوچھا جاتا ہے۔

﴿هل رايت ربک قال نورانی اراه﴾ (مسلم)

کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے(آپؐ نے فرمایا) خدا تو نور ہے اس کو

کیونکر دیکھوں نبی تو دیکھنے سے مجبور اور ان کے کرتوت سنیں۔

قابل داد بات یہاں یہ ہے کہ جتنے سال محمد ﷺ گنگوہی صاحب کے قلب میں رہے۔ گنگوہی صاحب سے جتنے گناہ غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئیں۔ وہ سب انہوں نے رب و رسول کے کھاتے میں ڈال دیں۔ قیامت کے دن اگر پوچھ گچھ ہوئی بھی تو رسول اللہ کو مجرم بنا کر کہہ دوں گا کہ ان سے پوچھ کر کی تھی۔ ان کا اجازت نامہ ساتھ تھا۔ کتنی بڑی جسارت ہے حضرت کی'' کہ اپنے جوارح اور قرطاس کی تمام اغلاط کو نبی کی طرف منسوب کر دیا کہ خلاف اسلام امور انہوں نے نبی کے ایماء پر ہی کئے تھے۔

نئے کلیم اللہ

اس واقعے میں رب کے نبی ﷺ سے ہمکلام ہوئے' رب کو گویا دیکھا۔ لیجئے! اب کلیم اللہ بننے کی طرف پیش قدمی۔ ارواحِ ثلاثہ میں ہے کہ ''خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مدرسہ میں اپنی درسگاہ میں پریشان اور خاموش بیٹھے تھے۔ میں اور چند اشخاص بھی اس وقت پہنچ گئے۔ مولانا نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ فوراً مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی۔ میں نے حق تعالیٰ سے کچھ عرض کیا حضور نے کچھ جواب ارشاد فرمایا میں نے پھر کچھ عرض کیا (جو کہ ظاہراً گستاخی میں داخل تھا) اس کے جواب میں ارشاد ہوا بس چُپ رہو۔ بکو مت! ایسی گستاخی۔ یہ سن کر میں خاموش ہوگیا اور بہت کچھ استغفار و معذرت کی۔ بالآخر میرا قصور معاف ہوگیا۔ اس کے بعد آسمان سے ایک بیڑھا یا اڑن کھولا (یہ مجھے یاد نہیں کہ کیا فرمایا تھا) اترا جس کی پٹیاں' سیر و پائے سب الگ

الگ تھے۔ میں نے عرض کیا حضور میں سمجھ گیا۔ حضور نے فرمایا ہاں (انتہی کلام)
خان صاحب نے فرمایا یہ وہ زمانہ تھا جس زمانے میں حضرت مولانا نانوتوی بمرض
موت علیل تھے۔ مولوی فخر الحسن نے اس واقعے کو حضرت مولانا کی خدمت میں بیان
کیا تو آپ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور گھبرا کر فرمایا کہ اگر مولوی یعقوب صاحب نے ایسا
کیا تو بہ توبہ' بھائی یہ انہی کا کام تھا' کیونکہ مجذوب ہیں۔ اگر ہم ایسی گستاخی کرتے تو
ہماری گردن نپ جاتی۔(ارواح ثلاثہ ص ۳۳۴)

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ گفتگو اللہ کے ساتھ کہاں ہوئی عرش پر یا فرش پر
ارواحِ ثلاثہ کے مصنف لکھتے ہیں۔

رب کا پیار

مولانا شاہ فضل الرحمن اپنے مرید سے مختلف باتیں فرماتے رہے۔ بعض بعض یاد
بھی ہیں مثلاً فرمایا کہنے کی بات تو نہیں لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں
تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے پیار کر لیا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ بھائی ہم تو
قبر میں نمازہی پڑھا کریں گے۔ دعا ہے کہ ہمیں تو اللہ میاں قبر میں یہ اجازت دے
دیں کہ بس نماز پڑھتے جاؤ۔ تیسری بات یہ فرمائی کہ جب جنت میں جائیں گے (اور
یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو کہ جنت میں ضرور جائیں گے حق تعالیٰ سے ایسی قوی
امید تھی کہ کچھ شک نہ تھا) اور حوریں آئیں گی تو ہم صاف صاف ان سے کہہ دیں گے
کہ بی بی اگر قرآن سنانا ہو تو سناؤ ورنہ جاؤ اپنا رستہ لو۔(ارواح ثلاثہ ص ۲۵۸)

جب رب سے ایسی یاری ہے کہ نعوذ باللہ رب سے گویا پیار کرواتے ہیں تو پھر
جنت میں نہ جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ان کے ذہن کی پرواز ہی ہو سکتی

ہے ورنہ کسی نبی کے منہ سے بھی یہ بات نہیں نکلی کہ گویا سجدے میں رب نے پیار کر لیا ہو۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

کہ حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے مرشد سے شکایت عدم رویۃ حق تعالیٰ کی کی۔ جواب دیا کہ اس وقت نماز عشاء کی نہ پڑھو۔ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اس کو تعجب ہوا اور فرض ترک کرنا گوارا نہ ہوا۔ صرف سنت نہیں پڑھی۔ رات کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کو دیکھا (خواب میں) کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے کیا کیا تو نے میری سنت ترک کر دی۔ صبح کو اس مرید نے مرشد سے کیفیت بیان کی انہوں نے کہا کہ اگر فرض (نماز) ترک کرتے خدا کا دیدار ہوتا۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۶۵)

دیکھ لیا کتنا آسان طریقہ ہے دیدار الٰہی کا۔

قیامت قائم

کوئی کہہ سکتا ہے یہ تو خواب کا واقعہ ہے جس میں نبیؐ کو عالم الغیب بھی ثابت کیا گیا ہے۔ لیجئے یہ شک بھی رفع کر لیجئے حضرت بشارت کریم صاحب کے مرید پنڈت کی کہانی سنیئے۔

مصنف درس حیات ایک معتبر روای سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت کے حجرۂ خاص میں میرے اور پنڈت جی کے سوا کسی کو بھی باریاب ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک دن بعد مغرب اپنے حجرۂ خاص میں حضرت تلاوت کر رہے تھے۔ ایک گوشے میں پنڈت جی مراقب تھے اور دوسرے گوشے میں میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک پنڈت جی چیخے' پھر تڑپے' پھر بے ہوش ہو گئے۔ حضرت تلاوت روک کر

ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب انہیں ہوش آیا تو دریافت کیا کیا بات ہے کیا دیکھا۔

پنڈت جی نے عرض کیا بادشاہ میں نے دیکھا قیامت قائم ہے میدانِ حشر میں حق تعالیٰ عرش پر جلوہ گر ہے حساب کتاب ہو رہا ہے مخلوق کا بے پناہ ہجوم ہے آپ بھی ہیں میں بھی ہوں۔ آپ مجھ کو پکڑے ہوئے عرشِ الٰہی کی طرف بڑھ رہے ہیں جب قریب پہنچے تو آپ نے مجھ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور عرشِ الٰہی کی طرف بڑھایا۔ میں حق تعالیٰ کے جلال ہیبت وعظمت سے چیخ اٹھا۔ حضرت نے یہ سن کر حسب عادت تھوڑا سا سکوت فرمایا اور ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا مبارک ہو نور اللہ (پنڈت جی کا نیا نام) اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتے ہو۔ (درسِ حیات ص ۳۰۴)

ایک عام آدمی بھی اس واقعے کو دیوانے کی بڑ کہہ کر گزر جاتا ہے کیونکہ اس نے قیامت سے پہلے قیامت' حساب وکتاب اور اللہ کو دیکھ لیا۔ حالانکہ نہ تو قیامت قائم ہوئی کہ مبارک ہو اور نہ لوگوں کا اژدحام ہوا لیکن دیوبندیوں کے حضرت جی کی اس تصدیق کو کیا کیا جائے کہ نور اللہ اور کیا چاہتے ہو۔ یہ پنڈت جی کا کمال سمجھیں یا حضرت کے فیضانِ محبت کا عروج کہ ایک نومسلم جیتے جاگتے اپنی دنیا کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھ رہا ہے جس کا انکار قرآن کی یہ آیت کر رہی ہے۔

لا تدرکہ الابصار

اور جس کو حضرت عائشہ بہتان کہہ رہی ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اللہ کو دیکھا وہ بڑا بہتان باندھتا ہے۔ (ترمذی)

اور ان لوگوں کی دنیا میں صرف پنڈت ہی نہیں بہت سے لوگ آسمان کی سیر کر آتے ہیں۔

نئی معراج

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا روم مادر زاد ولی تھے۔ ایک بار عالم طفلی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ لڑکوں نے کہا کہ آؤ آج اس مکان سے دوسرے مکان پر جست لگائیں۔ آپ نے فرمایا یہ کھیل تو بندروں' کتوں اور بلیوں کا ہے۔ انسانوں کو چاہیے کہ زمین سے جست لگائے۔ یہ کہہ کر غائب ہوئے لڑکوں میں شور وغل پیدا ہوا اور ان کے والدین کو بھی اضطراب ہوا۔ تھوڑی دیر بعد آپ ظاہر ہوئے اور بیان کیا کہ جیسے ہی میں نے وہ کلمہ کہا۔ مجھے دو فرشتے چہارم آسمان پر لے گئے۔ مجھے وہاں کے عجائب وغرائب دیکھنے سے گریہ طاری ہوا۔ میری حالت دیکھ کر پھر زمین پر چھوڑ گئے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۱۰۵)

ایسا لگتا ہے کہ مولانا روم کا کہنا حکم الٰہی تھا۔ جس کے فرشتے بھی پابند ہیں اور اگر حضرت کی حالت غیر نہ ہوتی تو پتہ نہیں کب تک آسمان پر بسیرا کرتے اور سیر سپاٹے کرتے۔

عرش کے نیچے

لیجئے عالم اسفل سے عالم بالا کی طرف ایک رنگین مزاج شاگرد کی پرواز۔

مولانا قاسم نانوتوی کے ایک رنگیں مزاج شاگرد کو ایک لڑکے سے عشق ہو گیا اور عشق کی بیماری نے اس زور سے حملہ کیا کہ نانوتوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں۔

کہ حضرت میں سارے کاموں سے بیکار ہو گیا۔ نکما ہو گیا۔ اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا خدا کے لئے میری امداد فرمائیے۔ فرمایا بہت اچھا۔ بعد مغرب

جب میں نماز سے فارغ ہوں تو آپ موجود رہیں۔ شاگرد بیان کرتا ہے۔ میں مغرب کی نماز پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔ جب حضرت صلاۃ الاوابین سے فارغ ہوئے تو آواز دی۔ مولوی صاحب میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہوں میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ہاتھ لاؤ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے بان بٹے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے بالکل عیاناً (کھلی آنکھوں سے) دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے گویا میں دربار الٰہی میں ہوں۔ (ارواح ثلاثہ)

ہاتھوں کا لمس تھا یا الہ دین کا چراغ کہ آن واحد میں فرش سے عرش تلے پہنچا کے دم لیا۔ جہاں سرورکائنات کے علاوہ کوئی بشر نہیں پہنچ سکا تھا۔ اب تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ تمام پیش قدمیاں نبی بننے کی طرف ہیں ورنہ اشرف علی تھانوی یہ بات کبھی نہ کہتے

اشرف علی رسول اللہ

جب ان کا مرید یہ خواب دیکھتا ہے کہ وہ خواب میں کہہ رہا ہے

لا الہ الا اللّٰہ اشرف علی رسول اللّٰہ

اور پھر اٹھ کر بھی اس کے منہ سے درود پڑھتے ہوئے محمد ﷺ کی بجائے مولانا اشرف علی نکلتا ہے۔ (رسالہ امداد ص ۳۵)

تو بجائے اس کے اشرف علی صاحب اسے ڈانٹتے اور ایمان کی تجدید کرواتے وہ یہ بات کہتے ہیں۔ ”اس واقعے میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو

وہ بعونہ تعالیٰ قمع سنت ہے۔'' اور حاجی امداد اللہ صاحب یہ بات نہ کہتے '' مراقبہ فرمایا معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ قبر مقدس خود سے بصورت حضرت میانجو صاحب قدس سرہ نکلے اور عمامہ لپیٹا اپنے دست مبارک میں لئے ہوئے تھے میرے سر پر غائت شفقت سے رکھ دیا اور کچھ نہ فرمایا اور واپس تشریف لے گئے۔ راقم مسکین کہتا ہے کہ یہ عبارت اجازت مطابقہ آنجناب رسالت ﷺ کا جس طرح رسول خدا کے معجزات تھے بالکل اسی طرح ان لوگوں نے علماء کے بارے میں کیا ہے۔ جس سے نبی کے معجزے کی وقعت ختم ہو کر رہ جاتی ہے مثلاً اللہ کے رسول کے معجزات میں سے یہ معجزہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول نے ایسے کنویں میں وضو کیا جس میں سے پانی نچوڑ لیا گیا تھا تو پانی اتنا ہو گیا کہ لوگوں نے خود پیا اور جانوروں کو پلایا۔ (بخاری)

اور آپ کی انگلیوں سے چشموں کی مانند پانی بہا اور ۱۵۰۰ افراد نے وضو کیا اور پانی پیا۔ (متفق علیہ)

اسی طرح ام سلیم نے جو کی چند روٹیاں تیار کیں اور اس کو ریزہ ریزہ کر کے گھی ڈالا تو ۷۰، ۸۰ افراد نے اس سے پیٹ بھر لیا۔ (متفق علیہ)

اسی طرح غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر کو شدید بھوک نے آگھیرا۔ اللہ کے رسول نے بچا کھچا کھانا منگوایا۔ کوئی شخص مٹھی کھجور کی لاتا اور کوئی ٹکڑا روٹی کا۔ دسترخوان پر تھوڑی سی چیز جمع ہوئی۔ آپ نے برکت کی دعا کی۔ پورے لشکر نے اپنے برتن بھر لئے اور خوب پیٹ بھر کر کھایا اور باقی بہت سا بچ گیا۔ (مسلم)

اسی طرح حضرت ابوہریرۃ ؓ کے لئے نبیؐ نے چند کھجوروں میں برکت کی دعا کی۔ ان میں سے حضرت ابوہریرۃ ؓ کئی سال تک خود کھاتے رہے لوگوں کو کھلاتے رہے اور صدقہ کرتے رہے۔ حضرت ابوہریرۃ ؓ اس توشہ دان میں سے نبیؐ کی

نصیحت کے مطابق ہاتھ داخل کر کے کھجوریں نکالتے رہے اور اس کو کھولا یا جھاڑا نہیں۔(ترمذی)

الکل اسی قبیل کے واقعات ان حضرات کے بزرگوں کے بارے میں بھی پڑھ لیجئے۔ حسین احمد مدنی کانگریس کے مشہور لیڈروں میں سے تھے۔ مسلم لیگ کے سخت مخالفین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انہی کا حیرت انگیز تصرف سنیئے۔

نبیؐ سے مقابلہ

کانگریس کا جلسہ تھا جس میں حافظ محمد ابراہیم نے بھی شرکت کی۔ کھانا دس آدمیوں کے لئے پکوایا گیا۔ لیکن شب کے کھانے میں دسترخوان پر ۳۰-۳۵ آدمی ہو گئے اور تقریباً اتنی ہی مقدار زنانہ میں تھی گھر میں مخلف بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ۷۰-۸۰ آدمیوں کا کھانا نکالا۔ لطف یہ ہے کہ صبح کو کافی کھانا دیگچیوں میں بچا ہوا پایا گیا۔ یہ محض حضرت کا تصرف روحانی تھا۔(شیخ الاسلام نمبر ص ۷۶)

اسی طرح ایک موقع پر ۴۰-۴۵ آدمیوں کا کھانا ۵۰ سے زائد مہمانوں کو کھلایا۔ اور ۵۰-۶۰ آدمیوں کا کھانا سو' سوا سو آدمیوں کو کھلایا۔(شیخ الاسلام نمبر ص ۳۴۴)

کیا روحانی تصرف کہہ کر اپنے حضرت کو رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں بٹھا دیا کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ جو کی چند روٹیوں سے ۷۰-۸۰ افراد کا پیٹ بھر گئے تو ہمارے حضرت نے بھی تو ۱۰ افراد کے کھانے سے ۷۰-۸۰ افراد کا پیٹ بھر دیا۔ نبیؐ نے تو برابر برابر کیا تھا یہاں صبح کو کافی کھانا موجود تھا۔ سبقت کس نے لی اور پھر جلسہ بھی کافروں کی حمایت میں' انگریزوں سے مل کر اور مسلمانوں کے خلاف۔

اسی طرح حضرت جابرؓ نے جنگ خندق کے موقع پر جبکہ لشکر نے تین دن سے کچھ نہ چکھا تھا ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع (۲ کلوتقریبا) جو کی روٹی پکائی اور اللہ کے رسول ﷺ اور کچھ لوگوں کو دعوت دی۔ آپؐ نے اعلان عام کر دیا کہ اے اہل خندق جابرؓ نے تمہاری دعوت کی ہے جلدی کرو۔ آپؐ آئے، آٹے اور ہانڈی میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا کی اور ہانڈی چولہے سے نہ اتارنے کا حکم دیا۔ ۱۰۰۰ صحابہ نے کھانا کھایا لیکن سالن اور آٹا اتنا ہی باقی تھا۔ (متفق علیہ)

معجزات میں نقل

اسی طرح کا واقعہ حسین احمد مدنی کا بھی سن لیجئے مولانا جمیل الرحمان مفتی دارالعلوم دیوبند کہتے ہیں۔

ایک دعوت میں ۸۰ افراد کے لئے کھانا پکایا گیا۔ مگر اچانک مہمانوں کی تعداد ۳۰۰ ہوگئی میزبان نہایت فکر مند ہوا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو احساس ہوا۔ صورتحال معلوم کرنے کے بعد کھانے کے پاس تشریف لے گئے اور پلاؤ کی دیگ کا حضرت نے ڈھکن اٹھایا اور کچھ پڑھا۔ اور ایک لقمہ چاول دیگ میں سے نکال کر آدھے کھائے اور آدھے دیگ میں ڈال دیئے شوربے کے برتن سے کچھ شوربا پیا باقی دیگ میں ڈال دیا۔ روٹی کے ڈھیر میں سے ایک لقمہ توڑ کر کھایا مگر اس میں کچھ ڈالا نہیں اب مجھے حکم دیا کہ رومال لو اور دیگ پر ڈھانک دو اور یہیں رہو۔ تم خود کھانا نکالو مگر کوئی چیز کھلنے نہ پائے۔ اس طرح نکالو کہ تمہاری نظر بھی کھانے پر نہ پڑے۔ ہر مہمان کو خوب تقاضے سے کھانا کھلایا۔ الغرض وہی ایک دیگ جو معمولاً ساٹھ افراد کے لئے کافی ہوسکتی تھی اس میں تین سو سے زائد افراد نے خوب شکم سیر

ہو کر کھانا کھایا اور شوربا اور روٹی کا سامان یوں ہی بچ گیا جس کو اگلے دن ملکیا صاحب نے حضرت کے ہاں پہنچا دیا اور تمام مہمانوں کو ناشتہ کرایا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۴۰)

کیا نبی ؑ کی برابری میں کسی قسم کی کمی رہ گئی ہے۔ پھر کہنے والے کیوں نہ کہیں کہ ان کا اصل منصوبہ نبوت کا حصول ہے۔ صرف مرزا قادیانی کا انجام دیکھ کر ہونٹوں پر تالے ڈال رکھے ہیں ورنہ انتظامات تو مکمل کر لئے تھے۔

جیسے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں برکت تھی ''حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو آدھا وسق دیا۔ وہ شخص اس کی بیوی اور اس کے مہمان اس میں سے ہمیشہ کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس کو ماپا تو وہ ختم ہوگیا۔ یہ شخص رسول اللہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو نہ ماپتے تو تم اس میں سے ہی کھاتے رہتے اور وہ تمہارے لئے باقی رہتا۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے ہی روایت ہے کہ ام مالک رسول اللہ ﷺ کو کپی میں گھی بھیجتی۔ امّ مالک کے بیٹے اس سے کھانے کو مانگتے تو وہ اس کپی میں سے ان کو دیتی اور کپی میں ان کے لئے ہمیشہ گھی رہتا۔ یہاں تک کہ امّ مالک نے اس کو نچوڑا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے کہا اگر تو اس گھی کو نہ نچوڑتی تو وہ گھی ہمیشہ تیرے گھر رہتا۔ (مسلم)

اس سے ملتا جلتا واقعہ ان کے قبیلے کے ایک حضرت کا بھی سن لیجئے۔

''ایک دن فرمایا کہ خانقاہ خیلاسہ میں جو تالاب ہے اسکو حضرت حاجی صاحب شہید نے اپنے ہاتھ سے کھودا ہے۔ پیر جیو محمد جعفر صاحب سادھوری نے عرض کیا کہ حضرت پہلے تمام سال اس تالاب میں پانی بکثرت رہتا تھا۔ دوسرے تالاب سارے سوکھ جاتے تھے مگر اس کا پانی خشک ہوتا کبھی نہیں دیکھا۔ مگر اب دس بارہ برس ہوئے

اس تالاب کو گاؤں والوں نے صاف کیا اور مٹی نکال کر اس کو گہرا کر دیا ہے اس وقت سے یہ بات جاتی رہی اب تو برسات برسات پانی نظر آتا ہے اور بعد میں سوکھ جاتا ہے۔ برسات کے بعد ایک ماہ پورا بھی اس تالاب میں پانی نہیں رہتا۔حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں جو بات اس تالاب میں تھی وہ جاتی رہی۔(ارواح ثلاثہ ص ۱۹۰)

جیسے نبیؑ کے ہاتھوں میں برکت تھی ویسے ہی ان کے حضرت کے ہاتھ میں بھی تھی۔اب بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ یہ نبیؑ کی برابری کرنے والے ہیں۔

اسی طرح مولانا محمد جمیل الرحمن مفتی دارالعلوم دیوبند بیان کرتے ہیں۔

دیولہ ضلع بھڑوچ گجرات میں تقریبا تین چار سال ہوئے حضرت جب تشریف فرما ہوئے تو وہاں کے ایک کنویں کے کھاری ہونے کی حضرت سے شکایت کی حضرت نے علیحدہ پانی پر دم کیا جس کو کنویں میں ڈال دیا گیا اور دعا بھی فرمائی اس کے بعد کنواں شیریں ہو گیا۔(شیخ الاسلام نمبر ص ۳۲۱)

اللہ کے رسول ﷺ تو قلیل کو کثیر کرتے تھے یہ کھاری کو شیریں کر دیتے ہیں۔ یہ تو تھیں نبی بننے کی کاوشیں۔اب لیجئے صحابہ بننے کی کوششیں فوت شدہ انبیاء اور اولیاء سے ملاقاتیں تذکرۃ الرشید کے مصنف لکھتے ہیں۔

روحوں سے ملاقاتیں

ایک شخص بذریعہ خط آپ سے بیعت ہوئے اور تحریری تعلیم پر ذکر میں مشغول ہوئے چند روز میں ان پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ اولیاء سلاسل کی ارواح طیبات سے لقاء حاصل ہوا اور پھر یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام کی پاک روحوں سے ملاقات ہوئی رفتہ رفتہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ سر سے لے کر قدم تک رگ رگ بال

میں ارواحِ طیبات سے وابستگی ہے۔ اسی حالت میں ایک مدہوشی اور سکر کا عالم پیدا ہوتا ہے جس میں مغیبات کا انکشاف اور مجلس سرورِ عالمﷺ کی دربانی کا اعزاز حاصل ہوتا ۔(تذکرۃ الرشید ۲/۱۴۳)

پہلے اولیاء و انبیاء کی روحوں سے ملاقات اور پھر مغیبات کا انکشاف اور پھر دربانی رسول، پتہ نہیں نبیؑ کا کہاں دربار لگتا تھا جہاں یہ دربانی کے فرائض سر انجام دیتے تھے اور پھر عالم ارواح کی روحوں سے ایسے ملاقات ہوتی ہے جیسے بچپن کے لنگوٹی یاروں کے درمیان۔

کیا انبیاء سے ملاقات کے بعد کوئی شک کر سکتا ہے کہ اس کا مقام صحابی کے مقام کے برابر نہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ واقعہ خواب میں نبیﷺ کے آنے والے معاملے سے مماثلت نہیں رکھتا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ پڑھیے ۔ ارواحِ ثلاثہ کے مصنف لکھتے ہیں۔

نبیؑ اور خلفاء کا تشریف لانا

''دیوان محمد یٰسین مرحوم جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں سے تھے فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ چھتہ کی مسجد کے شمالی گنبد کے نیچے ذکر جہر میں مصروف تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں اسی شمالی جانب مراقب اور متوجہ تھے اور توجہ کا رخ میرے ہی قلب کی طرف تھا اسی اثناء میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے مگر چھت اور گنبد کچھ نہیں بلکہ ایک عظیم الشان روشنی اور نور ہے جو آسمان تک فضاء میں پھیلا ہوا ہے۔ یکایک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر جناب رسول

اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور خلفائے اربعہ ہر چہار کونوں پر موجود ہیں۔وہ تخت اترتے اترتے بالکل میرے قریب آ کر مسجد میں ٹھہر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء اربعہ میں سے ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا محمد قاسم کو بلالو۔وہ تشریف لے گئے اور مولانا کو لے کر آ گئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مولانا مدرسہ کا حساب لائیے عرض کیا حضرت حاضر ہے اور یہ کہ کر حساب بتلانا شروع کیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا اچھا مولانا اب اجازت ہے حضرت نے عرض کیا جو مرضی مبارک ہو۔اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔اب ذرا اس واقعہ پر حضرت تھانوی صاحب کا حاشیہ پڑھئے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

’’یہ واقعہ ایک قسم کا کشف تھا جس میں ممکن ہے کہ مولانا کی توجہ کو دخل ہو جو تصرف کی فرد ہے۔شاید تعبیر اس واقعہ کی یہ ہو کہ مدرسہ کی صحیح حساب صاحب واقعہ کو دکھلانا تھا تا کہ متردد ین اسے سن کر مطمئن ہو جائیں باقی معاندین تو وحی میں بھی شبہ ڈال دیتے ہیں۔‘‘ (ارواح ثلاثہ ص ۲۳۴)

یہ واقعہ کس دنیا سے تعلق رکھتا ہے کیا اسی دنیا سے جس دنیا میں نبی کو میلاد شریف میں بلانے والوں کو مشرک کہا جاتا ہے اور خود نبیوں کی طرح پائی پائی کا حساب دینے کے لئے نبی اور خلفاء کو اپنے در پر بلالیا اور پھر نبی کو عالم الغیب ثابت کیا کہ عالم ارواح سے عالم دنیا میں حضرت نانوتوی کو بری کرنے آرہے ہیں اور پھر تھانوی صاحب کا حاشیہ ان کے عقیدۂ توحید کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہے کہ جس کے چرچے ہر سو ہیں۔

ایک اسی قسم کا واقعہ اور سن لیجئے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اپنی رداء مبارک میں مجھے ڈھانپ کر کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں۔ سوتے اور جاگتے یہی منظر آنکھوں کے سامنے رہتا ہے کہ حضور رداء مبارک لئے رہتے ہیں اور الگ کرنا نہیں چاہتے۔ سب حضرات نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ ان مفسدوں کو مفسدہ پردازی اور شر سے تحفظ منظور ہے لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے اور حضور کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ جب لوگ اپنے ہو کر ایسے مفسد ہو گئے کہ خدا کے ایسے مقدس بندوں پر الزام لگانے سے نہیں شرماتے تو ہم بھی ایسی ہستی کو اب ایسے لوگوں میں رکھنا نہیں چاہتے کہ یہ لوگ اب اس قابل نہیں چنانچہ حضرت زیادہ زندہ نہیں رہے۔ قریب ہی زمانے میں وفات ہوگئی۔

مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ یہ ایک کشف صحیح ہے۔ (ارواح ثلاثہ)

یعنی یہ صرف خواب کا واقعہ نہیں بلکہ سوتے جاگتے یہی حالت ہے کہ اکثر نبی کو اپنے خادم کی حیثیت سے چادر اٹھائے دیکھتے ہیں۔ (**نعوذ باللہ من ذلک**)

اور معلوم نہیں اللہ کے رسول کو موت کے قریب موت کا پروانہ دکھانے کے لئے کیوں بلایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو مقتضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد تھا۔ اسی وقت جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ (تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری) پھر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۳)

معلوم نہیں گنگوہی صاحب کو شاہ صاحب کے اس واقعہ کا علم کیسے ہوا یا ان پر بہتان باندھا ایک تو نبی کو بلایا اور دوسرا نبی کو اولاد کی خبر گیری کرنے والا ثابت کیا۔ کیا اللہ کے رسول کے ذمے عالم ارواح میں یہ ڈیوٹی لگائی گئی ہے اور بقول گنگوہی کے پھر شاہ صاحب کو اطمینان ہوگیا'' کس بات کی طرف اشارہ ہے کہ

مُردوں سے تجھ کو امیدیں اور خدا سے ناامیدی
بھلا بتا تو سہی پھر اور کافری کیا ہے

خدا رازق ہے اور اللہ نے رزق دینے کا وعدہ بھی کیا ہے اس کا وہ وعدہ تو یاد نہیں اور اس پر اطمینان نہیں۔ رسول اللہ کو بلایا اور ان سے دلاسہ لیا اور بات صرف دلاسے والی ہی نہیں بلکہ بیعت وغیرہ کے سلسلے بھی جوڑے جاتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ

نبیؐ سے امداداللہ صاحب کی بیعت

میری بیعت باطن بلاواسطہ خود رسول اللہ ﷺ سے اس طرح ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ حضور ایک بلند جگہ پر رونق افروز ہیں اور حضرت سیّد احمد شہید کا ہاتھ آپ کے دستِ مبارک میں ہے اور میں بھی اسی مکان میں بوجہ ادب کے دور کھڑا ہوں حضرت سیّد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضور کے ہاتھ میں دے دیا۔ خدا نے مجھ کو کچھ اور بھی دکھایا ہے اگر ظاہر کر دوں تو تم لوگ کچھ کا کچھ کہو گے (پھر وہ کیفیت مجھ سے خفیہ بیان کی)۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۰۸)

صحابی بننے میں کیا کسر باقی ہے اور وہ خفیہ باتیں کس قسم کی ہیں۔
اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگالیں کہ اگر ظاہر کروں تو تم لوگ کچھ کا کچھ

کہو۔ ایک تو تھا خود زیارت کرنا۔ اب لیجئے لوگوں کو زیارت کروانا۔

وفات کے بعد زیارتِ نبیؐ

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی قلندر صاحب کو ہر روز زیارت رسول اللہ ﷺ کی ہوتی تھی۔ ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ سید تھا طمانچہ مارا۔ اس دن سے زیارت منقطع ہوگئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا۔ انہوں نے ایک زن والیہ مجذوبہ کے حوالے فرمایا جب وہ عورت مسجد نبوی میں آئی اور مولانا نے عرض کیا۔ سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"شف هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم"

پس (مولانا نے) بیداری میں چشم ظاہر سے زیارت کی۔ اس سے پہلے اس لڑکے سے خطاء بھی معاف کرائی تھی مگر کچھ مفید نہ ہوا۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۷۵)

اس واقعے کو بار بار پڑھ جایئے اور ان سوالات پر غور فرمایئے۔

کیا طمانچہ مارنے کی خبر نبی ﷺ کو ہوگئی تھی کہ زیارت نہ کروائی۔

نبی ﷺ فوت ہو جانے کے بعد مسجد میں کیا کر رہے تھے؟

اگر ان کے بقول نبی ﷺ وہاں تھے تو وہاں امامت کروانے والے کتنے بے ادب اور گستاخ تھے۔

عجب تیری دنیا کا تماشہ دیکھا

صاحب ارواح ثلاثہ لکھتے ہیں۔

ایک جگہ نانوتوی صاحب سے روافض نے کہا کہ اگر آپ بیداری میں ہم کو حضرت ﷺ کی زیارت کروا دیں۔ اور حضور اپنی زبان سے ارشاد فرما دیں کہ آپ

سچ کہہ رہے ہیں تو ہم اہلسنت والجماعت میں داخل ہو جائیں گے۔فرمایا کہ تم سب اس پر پختہ ہو تو میں بیداری میں زیارت کرانے کے لئے تیار ہوں مگر یہ روافض کچھ کچے ہو گئے۔

اشرف علی تھانوی صاحب حاشیہ میں کہتے ہیں۔

یا تو اس تصرف پر قدرت ہوگی۔یا لو اقسم علی اللّٰہ لا برہ پر اعتماد ہوگا۔

(ارواح ثلاثہ ص ۲۸۴)

کیا تصرف پر قدرت کا مطلب یہ سمجھیں کہ یہ جب چاہیں اللہ کے رسول کو قبر سے نکال کر لوگوں کے سامنے کھڑا کریں۔کتنا عجیب دعویٰ کیا کہ میں زیارت کرانے کے لئے تیار ہوں۔

لیجئے اک اور تماشا۔حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

"حضرت سید حسن دہلوی کہ ملقب بہ رسول نما ہیں دو ہزار روپیہ لے کر زیارت رسول ﷺ سے مشرف کرتے تھے۔(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۶۳)

یہ تو تھا نبی کی زیارت کرنا اور کروانا۔اب باری ملائکہ کی ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

میں مراقبے میں تھا سیدنا جبرئیل وسیدنا میکائیل علیہما السلام کو بغایت جلال ملکاتی ونہایت جمال نورانی سنبل کا کل سیاہ کندھوں پر ڈالے ہوئے اور سبزہ نہ اگے ہوئے دیکھا محو خود رفتہ ہوگیا۔(شمائم امدادیہ)

کیا انسان کا اس دنیاوی زندگی میں فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے سوچیں اور غور کریں۔

نبیؐ اشرف علی کے ہم شکل

ملاجیون طالب علم مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون نے تین خواب دیکھے اور وہ کہتا ہے

''میں نے حضور ﷺ کو آپ کی شکل میں دیکھا اور پھر میں اور آدمیوں سے کہتا تھا کہ حضور ﷺ ہمارے مولانا تھانوی کی شکل میں ہیں۔ (اصدق الرویاء ص ۲۵٬ ۳۵)

وحدت الوجود اور دیو بندی

دراصل عقیدہ وحدت الوجود جس کو دیوبندی اور بریلوی علماء تسلیم کرتے ہیں ان کو ان کے صوفیاء کی طرف سے وراثتاً ملا ہے اور یہ قسم شرک فی الذات کی ہے۔ شرک کی دوسری قسم شرک فی الصفات ہے اور دیوبندی حضرات شرک کی اس قسم میں اللہ کی صفات میں غیر اللہ کو شریک کر کے بھی موحد ہونے کے دعویدار ہیں۔

اب وہی جرم دیوبندیوں کا بھی ہے جس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو کافر قرار دیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾۔ (توبہ: ۳۰)

ترجمہ: یہودی کہتے ہیں کہ عزیزؑ اللہ کے بیٹے ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں جو کافر ان سے پہلے گزر گئے یہ ان ہی کی سی باتیں بنا رہے ہیں اللہ انہیں برباد کرے یہ کدھر بھٹکے ہوئے جا رہے ہیں۔

اسی طرح اللہ نے مشرکین کے اس عقیدے کا رد کیا کہ فرشتے اور جن اللہ کی بیٹیاں اور بیٹے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ (انعام: ۱۰۰)

اور ان لوگوں نے جنّات کو اللہ کا شریک بنالیا حالانکہ اللہ نے جنّات کو پیدا کیا ہے اور انہوں نے بغیر علم کے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بنا رکھی ہیں اللہ پاک اور بلند ہے ان باتوں سے جو یہ کرتے ہیں۔

اسی طرح دیوبندی خود بھی بریلویوں کے "نُورٌ مِّنْ نُورِ اللّٰہ" والے عقیدے (کہ محمد ﷺ اللہ کے نور میں سے نور ہیں) کو شرکیہ قرار دے کر ان کو مشرک گردانتے ہوئے واصل جہنم کرتے ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بریلویوں کی طرح دیوبندیوں کا بھی عقیدۂ وحدت الوجود پر کامل ایمان ہے اور عقیدہ وحدت الوجود کے اس معنی میں کسی کو اختلاف نہیں کہ کائنات میں دراصل ایک ہی وجود ہے اور مخلوق (انسان وحیوان) اس وجود کی مختلف شکلیں ہیں۔ جیسے برف اور بھاپ پانی کی مختلف شکلیں ہیں۔

صوفیہ کے مندرجہ ذیل اشعار سے بھی عقیدہ وحدت الوجود کا معنی واضح سمجھ آجاتا ہے۔ محمد یار گڑھی اپنی کتاب دیوان محمدی میں لکھتے ہیں:

خدا کی پاک صورت کو محمد میر کہتے ہیں
محمد بے کدورت کو خدایا پیر کہتے ہیں (ص ۱۳۱)

صورت ترجمان ہے تصویر میرے پیر کی
علم القرآن ہے تقریر میرے پیر کی (ص۱۳۴)

کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی (ص ۱۳۵)

خدا کہتے ہیں جس کو مصطفےٰ معلوم ہوتا ہے
جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے (ص ۱۴۵)

بجاتے تھے جو "انــــــــی عبــــــــدہ" کی بنسری ہر دم

خدا کے عرش پر "انی انا اللہ" بن کے نکلیں گے (ص ۱۴۹)

احمد احد میں فرق نہیں اے محمدا
مشتاق یار رکھتے ہیں ایماں نئے نئے (ص ۱۵۲)

گر محمد نے محمدؐ کو خدا مان لیا
پھر تو سمجھو کہ مسلماں ہے دغا باز نہیں (ص ۱۵۴)

خدا کو ہم نے دیکھا ہے مدا متھن کی گلیوں میں
خدا پردہ ہے جلوہ نما متھن کی گلیوں میں (۱۶۴)

احد احمد ہے لیکن میم کے پردے میں آیا ہے
پہن کر یا کا پردہ مروتھا متھن کی گلیوں میں

خرام ناز میں آیا تو دیکھا اور پہچانا
محمد مصطفیٰ یعنی خدا متھن کی گلیوں میں

خدا کو ہم نے دیکھا ہے مدا متھن کی گلیوں میں
خدا بے پردہ ہے جلوہ نما متھن کی گلیوں میں

فرید پاک کی صورت میں بے صورت کا جلوہ ہے
تو بے رنگی میں آصورت منا متھن کی گلیوں میں (ص۱۶۵)

بندگی سے آپ کی ہم کو خداوندی ملی
ہے خداوند جہاں بندہ رسول اللہ کا

احمد رضا صاحب فرماتے ہیں:

اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ
کہ نورِ باری حجاب میں ہے

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۸۰)

ایک بریلوی عالم اپنے جذبات کا یوں اظہار کرتے ہیں

پردۂ انسان میں آ کے خود دکھاتا تھا جمال

رکھ لیا نام محمدؐ تاکہ رسوائی نہ ہو (ص ۵۵)

حقیقت میں دیکھو تو خواجہ خدا ہیں

ہمیں در پر خواجہ کے سجدے روا ہیں

(فاتحہ کا صحیح طریقہ)

اٹھا کے میم کا گھونگٹ جو جھانکا تیری کملی کو

تو دیکھا ذاتِ احمد میں احد روپوش رہتا ہے

شریعت کا ڈر ہے نہیں تو صاف کہہ دوں

خود خدا رسولِ خدا بن کے آیا (ص ۵۶)

ایک اور صوفی یوں گویا ہوتے ہیں:

در پردہ نور قدیم توئی

بے پردہ رؤف رحیم توئی

(ذلت آفتاب ص ۱۴۴)

طالب وہی اللہ وہی احمد وہی نازک

اغیار کہاں سب یار کی جلوہ گری ہے

جو ہیں مشتاق نظارہ وہ میرے خواجہ کو آ دیکھیں

عیاں شانِ خدائی ہے فقط پردہ ہے انساں کا (ص ۱۵۴)

پنجابی ذوق رکھنے والے حضرات خواجہ غلام فرید کا کلام سماعت فرمائیں جس کا مجموعہ دیوانِ فرید کہلاتا ہے۔

اوّل آخر ظاہر باطن اس دا جان ظہور
آپ بنے سلطان جہاں دا آپ بنے مزدور (ص۵۰ کافی ۵۲)
گمراہی سب زہد عبادت شاہد مستی عین ہدایت
جس جا کیتا عین ظہور (ص ۵۳ کافی ۵۷)

احد تے احمد فرق نہ کوئی واحد ذات صفات نہیں
حسن پرستی تے میخواری ساڈی صوم صلوٰۃ نہیں
(ص ۹۰ کافی نمبر ۹۹)

ہر صورت آیا بن احمد آیا موہیں چھیں مچھین
حاکم ہو کر حکم چلاوے آپ بنے مسکین
(ص ۱۲۵ کافی نمبر ۱۴۰)

آپ کرے بہہ وعظ نصیحت آپ بجائے بین
خود عاشق خود معشوق بنیا سبحان اللہ سُبحان اللہ
خود بلبل تے پروانہ ہے گل شمع اُتے دیوانہ ہے
(ص ۱۳۷ کافی نمبر ۱۵۵)

سب صورت وچ ذات سبحانی حق باجھوں بیو غیر نہ جانی
نہ کوئی آدم نہ کوئی شیطان بن گئی اے سب کوڑ کہانی
(ص ۲۰۳ کافی نمبر ۲۲۶)

مظہر ذات صمد دا جانی   توں اے روپ صنم دا اے
(ص ۲۰۲ کافی نمبر ۲۲۵)

ہر صورت وچ آوے یار   کر کے نار ادا لکھ وار
ہر مظہر وچ آپ سماوے   اپناں آپ کرے دیدار
کڈیں شہانہ حکم چلاوے   کڈیں گدا مسکین سڈاوے
ایہو عقیدہ دین ایمانے   توڑے پکڑ چڑھاون دار
(ص ۵۶ کافی نمبر ۶۰)

حسن ازل دا تھیا اظہار   احدوں ولیں وٹا تھی احمد
(ص ۳۰ کافی نمبر ۳۰)

ہر صورت وچ یار کو جانیں   غیر نہیں موجود
سبھ اعداد کو سمجھیں واحد   کثرت ہے مفقود
(ص ۳۲ کافی نمبر ۳۲)

سمجھ سنجانی غیر نہ جانی   سب صورت ہے عین ظہور
رکھ تصدیق نہ تھی آوارہ   کعبہ قبلہ دیر دوارہ
مسجد مندر ہکڑو نور
(ص ۴۸ کافی نمبر ۵۰)

خواجہ محمد یار فریدی دیوانِ محمدی میں لکھتے ہیں

محمد دی صورت صورت خدا دی
میرے دل توں نقش مٹا کوئی نئیں سکدا (ص ۱۸۱)
احد نال احمد رلا کیوں نہ ڈیکھاں

حبیب خدا کوں خدا کیوں نہ ڈیکھاں (ص ۱۸۵)

خدا کوں ڈوھیوے محمدؐ دے اولے

محمدؐ کوں ڈھدیں ڈکھیدے گزر گئی (ص ۲۱۷)

نبیؐ سئیں تینڈے منہ ڈکھاوٹر توں صدقے

خدا سئیں محمدؐ بنڑاوٹر توں صدقے (ص ۲۱۹)

وتھی پردے پاڑتے ڈیکھ ہر جا حق موجودے

خود فرید الدین کوں سمجھو معبودے مسجودے (ص ۲۴۴)

ہیوں دلبر دے باندر دردے ایہا ذات صفات

بلبل ہاسے گل تھیاسے اللہ لات منات (ص ۲۳۲)

اللہ ڈوایا قوال مرید غلام از ڈیرہ غازیخاں اس طرح قوالی کیا کرتے تھے

خود احد ہے خود عیاں ہے خود نہاں

خود ازل ہے خود ابد ہے خود زماں ہے خود جہاں

بے چگوں ہے بے نموں خود بے مثل ہے خود بے مثال

جسم خود ہے جان خود ہے بے رنگ ہے خود بے نشان

کر بلائے جنگ خود ہے مظلوم ہے خود بے قصور

خود شہادت خود بغاوت ظلم ہے خود ظالماں

میکدہ ہے خمر خود مے خوار ہے خود مے فروش

خود مزہ ہے خود نشہ ہے مخمور ہے خود ہستیاں

خود عبا ابلیس بھی ہے خود تکبر خود غرور

خود مضل ہے خود ضلالت خود خطا ہے گمراہاں

سب بظاہر میں جاہلی اور جمالی ہیں غلام
جلوہ گر ذات مطلق ہر طرح ہے بے گماں
(نقل کفر کفر نباشد)

یہی عقیدہ جو ان اشعار سے واضح ہو رہا ہے دیوبندیوں کا ہے۔ مثلاً حاجی امداد اللہ صاحب (جو دیوبندیوں کے امام ہیں دیوبندی انہیں اپنا پیر و مرشد تسلیم کرتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء مثلاً رشید احمد گنگوہی' مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا یعقوب وغیرہم نے ان کی بیعت کی ہے۔) وحدت الوجود کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "مسئلہ وحدت الوجود حق وصحیح ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۴)

اوّل جس شخص نے اس مسئلہ (وحدت الوجود) میں خوض فرمایا۔ شیخ محی الدین ابن عربی ہیں قدس سرہ' ان کا اجتہاد اس مسئلے میں اور اثبات اس مسئلے کا براہین واضحہ سے جمیع موحدان (وحدت الوجود دینے) کی گردن پر روز قیامت موجب احسان ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اوّل ص ۳۳)

اور وحدت الوجود کا معنیٰ ہے ایک وجود۔ یعنی کائنات میں ایک ہی وجود دوسرا کوئی نہیں جیسا کہ ابن عربی کہتا ہے۔

ان الوجود المخلوق هو الوجود الخالق (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۵۵۶)

مخلوق کا وجود دراصل خالق کا وجود ہے۔ گدھا' گھوڑا' کتا' سوّر' انسان حیوان' نبی ولی دراصل سب خدا ہی کا وجود ہے اسی لئے ابن عربی جو اس عقیدے کا علمبردار ہے کہتا ہے۔

وفی کل شيء له آیة تدل علی انه عینه

اور ہر چیز میں اس کی نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کا عین ہے پھر اس کی تشریح یوں کرتا ہے۔

فما فی الوجود الا اللّٰہ

پس وجود میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

یعنی ہر وجود میں اللہ ہے۔(فتوحات کیہ ج ۱ص۲۷۲)

ایک جگہ ابن عربی یوں لکھتا ہے۔

انت تحسبہ' محمداً العظیم الشان کما تحسب السراب ماءً و ھو ماءً فی رائی العین فاذ اجئت محمداً لم تجد محمداً وجدت انہ فی صورۃ محمدیۃ و رایتہٗ برؤیۃ محمّدیۃ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۵۵۶)

تم محمد ﷺ عظیم الشان کو محمد گمان کرتے ہو جیسے کہ تم سراب کو دور سے دیکھ کر پانی سمجھتے ہو اور وہ ظاہری نظر میں پانی ہی ہے مگر حقیقتاً آب نہیں بلکہ سراب ہے اس طرح جب تم محمدؐ کے قریب آؤ گے تو تم محمدؐ کو نہ پاؤ گے بلکہ صورت محمدیہ میں اللہ کو پاؤ گے اور رؤیت محمدیہ میں اللہ کو دیکھو گے۔

حلوہ اور غلیظ کھانا

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ عقیدہ قابل عمل بھی ہے کہ خالق ومخلوق خدا وبت' انسان وحیوان' نور وظلمات' دن ورات' اچھا اور بُرا' پاک وناپاک کو ایک کر دیا جائے۔آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے تو اسے قابل عمل بنانے کی کوشش کی ہے۔اس لئے حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ''ایک موحد (وحدت الوجودیہ) سے کسی نے کہا کہ اگر حلوا وغلیظ ایک ہے تو دونوں کو کھاؤ۔

انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھالیا۔ اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۷۵)

تحریف قرآن

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کیا اس عقیدے کی دلیل قرآن وسنت میں بھی ملتی ہے تو حاجی صاحب نے قرآن وسنت میں تاویل کر کے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

اللّٰہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ۔ (الآیۃ)

اس آیت سے ایک راز مکنون پہلے نفی غیر کی فرما کر اثبات وحدت الوجود کا فرمایا۔ بعدہٗ فرمایا سوائے میرے جو کچھ ہے وہ اسماء صفات میری ہیں۔ جو کچھ غیر ذات اس کے معلوم ہو وہ سب مظہر صفات ہیں۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۷۰)

ایک جگہ فرمایا کہ چونکہ آنحضرت ﷺ واصل بحق ہیں۔ عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم

مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں مولانا اشرف علی (تھانوی) نے فرمایا کہ قرینہ بھی انہی معنی کا ہے۔ آگے فرمایا ہے:

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔

اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔
(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۷۱)

اور یہ تحریف معنوی کی شرمناک مثال ہے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ ان کے معنی کی تردید قرآن کس طریقے سے کر رہا ہے۔ فرمایا:

وما كان لنبيّ ان يوتيه اللّه الكتاب والحكم والنبوة ثم يقول للناس كونوا عبادالى من دون اللّٰه.

کسی نبی کے لئے یہ لائق نہیں کہ اللہ اس کو کتاب حکمت اور نبوت دے پھر وہ (لوگوں سے) یہ کہے اللہ کی بجائے میرے بندے بن جاؤ۔

خود سوچیں جو قرآن خود توحید پھیلانے آیا تھا کیا یہ اسی قرآن کی تحریف معنوی کر کے شرک پھیلانے کی دلیرانہ سازش نہیں ہے اور بعض لوگ حاجی امداد اللہ کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ امداد اللہ مہاجر مکی کا تو نہیں ہے حالانکہ اس نقطہ پر غور نہیں کرتے کہ جب انہوں نے قرآن کی تحریف معنوی کر کے وحدت الوجود کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور وحدت الوجود کے عقیدے کو درست تسلیم کیا ہے تو لازمی بات ہے کہ اس کے مخالف عقیدہ (کہ مخلوق نہ خدا کے پرتو ہیں اور نہ ذات وصفات) کو غلط تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ویسے امداد اللہ صاحب نے اپنے اس عقیدہ کا اظہار واضح الفاظ میں کیا ہے فرماتے ہیں: تاوقتیکہ ظاہر ومظہر میں فرق پیش نظر سالک ہے بوئے شرک باقی ہے اس مضمون سے معلوم ہوا عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔" (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۷)

یہ شرک کی عجیب قسم ہے جو نہ کبھی سنی اور نہ کبھی پڑھی۔ حالانکہ عابد ومعبود میں فرق ہی تو توحید ہے اور ان کی شرک کی تعریفیں بہت عجیب ہیں مثلاً ایک اور عجیب قسم شرک کی ملاحظہ فرمائیے۔ امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

ایک مرید نے کہا میرا ارادہ مدینہ طیبہ کا ہے، فلاں شخص کفیل زاد و سامان کا ہوا ہے اور وعدہ کیا ہے' فرمایا کہ یہ شرک کی باتیں مت کرو خاموش رہو۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ٦٧)

رگ رگ میں خدا

دیکھا آپ نے یہ کیسی عجیب قسم ہے شرک کی۔ جیسے ان کی یہ تعریفیں سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح ان کی گفتگو سمجھ سے ماورا ہے۔ ایک جگہ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ ''تکلم میں تفکر کرو۔ کہاں سے آتا ہے اور کون کہتا ہے آخر نوبت خدا تک پہنچ جائے گی اور ماسوا خدا انعدام وفنا معلوم ہوگا مجھ کو کہ رگ رگ میں وہی (خدا) نظر آتا ہے۔ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۷۱)

اب بتلایئے عیسائیوں کا کیا قصور ہے کہ قرآن پاک نے انہیں کافر ومشرک قرار دیا ہے جب کہ وہ اپنے نبی کو اللہ کا جزو بناتے ہیں۔ اللہ نے انہیں اس طرح منع کیا:

ولا تقولو ثلثة انتھوا تین خدا نہ کہو منع ہو جاؤ۔

اور یہاں رگ رگ میں خدا نظر آتا ہے۔ خود سوچئے جب محمد ﷺ واصل بحق ہیں تو عیسیٰ روح اللہ' اللہ کا جزو کیسے نہیں اور عزیر اللہ کا حصہ کیسے نہیں۔ جب عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں تو اللہ اور رسول میں تفریق کیسی؟ دونوں ایک ہی تو ہیں۔ حالانکہ ہر مسلمان نبی کے خدا ہونے کے عقیدے کا انکاری ہے اور یہاں ظلم یہ کہ جانور بھی خدا بنے بیٹھے ہیں جیسا کہ حاجی امداد اللہ لکھتے ہیں کسی گرو کا چیلہ توحید وجودی (وحدت الوجود) میں مستغرق تھا راستے میں ایک فیل مست ملا۔ اس پر فیل بان پکارتا تھا کہ یہ ہاتھی مست ہے میرے قابو میں نہیں ہے۔ اس (چیلہ کو) لوگوں نے بہت منع کیا مگر اس نے نہ مانا اور کہا وہی تو ہے اور میں بھی وہی ہوں۔ خدا کو

خدا سے کیا ڈر۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۹۰)

کتا صاحب کمال

سوچنے کا مقام ہے کہ کہاں جانور بے عقل اور کہاں خدا کی ذاتِ اعلیٰ۔ لیکن حاجی امداد اللہ صاحب کے نزدیک جانور بے عقل نہیں بلکہ صاحب کمال ہوتے ہیں کیونکہ خدا کے پرتو ہیں۔ حاجی امداد اللہ ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں:

حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا۔ آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ اس قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے۔ وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اس کے گرد بیٹھ کر مراقبہ کیا۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۶۷)

دیکھا آپ نے کیسے "نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں" اب لگے ہاتھوں اس واقعے پر اشرف علی تھانوی کا تبصرہ بھی سن لیں فرماتے ہیں:

"بزرگوں کا عجب اثر ہوتا ہے اور عجب برکت ہوتی ہے۔ ایک بزرگ کے پاس ایک کتا آنے جانے لگا اس کا نام انہوں نے کلوا رکھا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کتا کئی دن نہ آیا۔ بزرگ رقیق القلب ہوتے ہی ہیں اس کتے سے بھی تعلق ہو گیا تھا۔ دریافت فرمایا کہ کلوا کئی دن سے نہیں آیا۔ انہوں نے تو ویسے ہی معمولی طور سے دریافت کیا تھا لیکن مریدین و معتقدین اس کی تحقیقات اور تلاش کے درپے ہو گئے۔ دیکھا تو ایک کتیا کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے۔ ان لوگوں نے آکر یہی کہہ دیا کہ وہ تو ایک کتیا کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے۔ جب وہ کتا آیا تو ان بزرگ نے اس سے کہا کہ کیوں میاں تم بڑے نالائق ہو۔ ہمارے پاس آتے جاتے ہو اور پھر کتیا کے پیچھے پھرتے ہو۔ یہ سن کر وہ کتا وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں دیکھا گیا۔ ایک موری

میں سر دیئے ہوئے مرا ہوا پڑا ہے۔ دیکھئے جن کے فیوض جانوروں پر بھی ہوں۔ ان سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے۔ (امداد المشتاق ص ۱۵۸)

انسان خود خدا

بجائے اس کے کہ اس عقیدے کے حاملین سے برأت کا اظہار کیا جائے' دیوبندیوں کے پیر ومرشد ایسے لوگوں کی عظمت پر سر دھن رہے ہیں اور ان کی وکالت کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں ''جس وقت نظر سالک تقیدات وہستی ماسوا سے اٹھ گئی سوا خدا کے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے بے خبر ہو جاتا ہے بلکہ اس معنی کا شعور بھی جاتا رہتا ہے سب خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ ھوَ ھوَ کہنے کا کیا ذکر انا انا کہنے لگتا ہے اس کو مرتبہ فنا در فنا کہتے ہیں۔ آپ کی خاص امت میں سے بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ "سبحانی ما اعظم شانی" (میں پاک ہوں میری شان کتنی بلند ہے) اور منصور حلاج نے انا الحق کہا (میں خدا ہوں) یہ سب اسی باب (وحدت الوجود) میں ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۵)

پیر خدا اور رسول

مسلمان ویسے ہی یہودیوں عیسائیوں پر اپنے انبیاء کو خدا کا بیٹا بنانے کے جرم میں مشرک کا فتوٰی لگاتے رہے۔ یہاں تو خاص امت محمدیہ کے بایزید بسطامی اور منصور حلاج خود خدا بن گئے۔ بلکہ بقول ان کے خدا تمام انسانوں کی صورت میں فرش پر آ گیا ہے حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں کہ منٰی میں ایک فقیر حجاج کا منہ تکتا پھرتا تھا کسی نے پوچھا کہ شاہ صاحب کیا دیکھتے ہو۔ جواب دیا خدا کو دیکھتا ہوں۔ (حضرت صاحب نے) فرمایا کہ حضرت حق (اللہ) صورت وشکل سے پاک ہے۔

اس کی صورت اگر ہے تو یہی انسان کامل ہے۔ پس انسان کامل حق (اللہ) نہیں۔ صورت حق (اللہ) ہے اگر حق (اللہ) کی مجالست و مکالمت منظور ہو اولیائے کرام و عرفائے عظام کی صحبت اختیار کرے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۹۵)

یہ انسان کامل کو اللہ کی صورت بنا رہے ہیں اور قرآن یہ کہہ کر

لیس کمثله شیٔ کہ اللہ کی مثل کوئی نہیں۔

اس عقیدے کو غیر اسلامی بتلا رہا ہے۔

حاجی صاحب یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ ''حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہ صفت ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت حق (اللہ) کو آپ کی شکل وہیئت میں دیکھا ہے۔اسی طرح ایک جگہ فرماتے ہیں انسان کا ظاہر عبد ہے اور باطن حق۔(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۵۳)

اسی طرح حاجی امداد اللہ صاحب ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ ہر شکل میں کیا ہر وجود میں ہے فرماتے ہیں:

میں مسجد قبا کی زیارت سے فارغ ہو کر باہر آیا اور جوتے پہننے کا قصد کیا تو سُنا کہ اندرون مسجد ایک شخص کہتا ہے "یا الله یا موجود'' اور دوسرا جو بیرون مسجد ہے کہتا تھا "بل في كل الوجود" (بلکہ ہر وجود میں) اس کو سن کر مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی۔ بعدہٗ لڑکوں کو شغدف میں دیکھا کہ کھیل رہے ہیں اور ایک لڑکا کہہ رہا ہے۔ یا الله ليس غيرک (اے اللہ تیرے سوا کوئی نہیں) اس سے میں نہایت بے تاب ہوا اور کہا کیوں ذبح کرتے ہو۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۴۷)

یعنی یہ بات دل کو بہت لگی کہ اللہ کے سوا کوئی وجود ہے ہی نہیں پھر ان آیات کا کیا کیا جائے جن میں خالق ،مخلوق کا ذکر ملتا ہے اور انسان کی تخلیق کا ذکر ہے ﴿انا خلقنا الانسان من نطفة﴾ (الآیۃ) اور تخلیق بھی حقیر پانی سے اور حاجی

صاحب کا حال تو یہ ہے کہ اگر کوئی خدا کا عین بننے سے انکار کرتا ہے تو زبردستی بنا دیتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں فرمایا کہ

''میں نے ایک بار حضرت پیر و مرشد کی شان میں مخمس کہا چونکہ مجھ میں تاب سنانے کی نہ تھی کسی اور کی معرفت حضرت کو سنوایا۔ آپ نے فرمایا خدا اور رسول کی صفت وثنا بیان کرنا چاہیے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے غیر خدا اور رسول کی مدح نہیں کی۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۹۵)

دیکھا آپ نے پیر نہ غیر خدا نہ غیر رسول۔ یعنی عین خدا بھی بن گئے اور عین رسول بھی۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی بن مریم انما انا عبد فقولوا عبد الله ورسولهٗ (متفق علیہ)

مجھے اس طرح نہ بڑھانا جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ کو بڑھایا تھا میں بندہ ہوں پس مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔

اور پیر صاحب خاموش رہے عین خدا بن کر بھی۔

تلک اذاً قسمة ضیزیٰ

یہاں تو پیر صاحب مرید کو انکساری کے اظہار کیلئے مدح وثناء سے منع کر رہے ہیں ورنہ عین خدا اور رسول بنانے پر خاموش نہ رہتے۔ لیکن ایک دوسرے واقعہ میں حاجی امداد اللہ صاحب مدح وثنا خود کروا رہے ہیں ''ایک خادم (حضرت صاحب کے) نے کسی کتاب میں کلمہ امداد اللہ پڑھا اور کہا کہ نام نامی حضور کا اور مدح ثنا ئے حالی پہلی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ ہنس کر فرمایا جہاں نظر کرو امداد اللہ ہے ظہور تمام (عالم) کا امداد اللہ سے ہے اگر مدح وثنا امداد اللہ نہ کریں کم بختی آوے۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۶۷)

حاجی امداد اللہ صاحب نے بعض مقامات پر ظاہر ومظہر کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان کے معنی پر غور کیجئے ۔ کہ ظاہر ومظہر سے مراد صفات ذات الٰہی اور پرتو ہے جیسا کہ حاجی امداد اللہ کے اس بیان سے اسکے معنی ظاہر ہوتے ہیں ’’ابلیس نابکار نے ظاہر پر نظر کی اور نظر باطن پر نہ کی کہ آدم مظہر کس کے ہیں۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۶۴)

یہاں مظہر سے مراد پرتو ہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ حاجی امداد اللہ کی زبانی سنئے فرماتے ہیں ’’کہ حضرت شیخ ان عکوس میں معائنہ اصل کا کرتے تھے۔ پس یہ چیزیں انکے واسطے بمنزلہ آئینہ کے تھیں۔ فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی اور مرد حق (خدا) کا عورت آئینہ مرد کی اور مرد آئینہ حق (خدا) کا پس عورت مظہر وآئینہ حق تعالیٰ ہے اور اس میں جمال ایزدی ظاہر ونمایاں ہے ملاحظہ کرنا چاہیئے۔‘‘ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۷۰)

اسے کہتے ہیں ماہر حسابیات A=B and B=C So A=c

عورت = خدا = مظہر مرد (عورت) = (مظہر خدا) (مرد) خدا کا مظہر = خدا

یعنی عورت کے حسن کا دیدار کرنا چاہئے کیونکہ اس میں جمال ایزدی (اللہ کا) نمایاں وظاہر ہے اور پھر شیخ صاحب تو عکس میں اصل کا معائنہ کرتے تھے یعنی عورت کا حسن عکس الٰہی ہے اس لئے عورت کے حسن میں اللہ کو دیکھتے تھے کیونکہ عکس ان کے لئے بمنزلہ آئینے کے ہوتے تھے۔ چونکہ مظہر (مخلوق) جب ذات الٰہی کے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ مظہر قبل ظہور ذات الٰہی میں بھی موجود تھے۔ یہی نظریہ حاجی امداد اللہ صاحب کا ہے فرماتے ہیں’ بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ کنت کنزاً مخفیاً الخ اس پر دلیل ہے حقائق کونیہ کہ نتائج علم الٰہی ذات مطلق میں مندمج ومخفی تھے۔ صرف اپنی ذات پر ظاہر تھے۔ جب ذات نے چاہا کہ ظہور دوسری نہج پر ہو اعیان کو ان کے لباس قابلیات میں اپنی تجلی کے جلوے سے

ظاہر فرمایا اور خود شدت ظہور سے ان کی نگاہ سے مخفی ہو گیا۔

خدا بیج اور مخلوق درخت

مثل تخم کے کہ درخت مع تمام شاخوں اور پتوں و پھل و پھول کے اس میں چھپا تھا گویا کہ تخم بالفعل تھا اور شجر بالقوہ جب تخم نے اپنے باطن کو ظاہر کیا خود چھپ گیا۔ جو کوئی دیکھتا ہے درخت کو دیکھتا ہے تخم دکھائی نہیں دیتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو تخم بصورت درخت کے ظاہر ہوا تخم بالقوہ ہوا اور درخت بالفعل۔ ہر چند کہ ایک وجہ سے تخم و درخت ایک ہے جدائی نہیں ہے عینیت پائی جاتی ہے لیکن دلائل غیریت وجدائی کے بھی اس میں موجود ہیں اور واقعی ہیں۔ حفظ مراتب اس میں موجود ہے کیونکہ صورت وشکل و تاثیر وخواص تخم کے اور ہیں اور اجزائے درخت کے اور۔ وجوہات غیریت بھی بہت ہیں۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۸)

دیکھ لیا آپ نے۔ پہلے بندے کو خدا کا باطن بنا دیا اور اللہ کو بندے کا ظاہر۔ کیا یہ وہی عقیدہ نہیں جو بریلویوں کا ہے۔

چاچڑ وانگ مدینہ ڈسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

ظاہر دے وچ پیر فریدن تے باطن دے وچ اللہ

اور اس عقیدے کی کڑی مشرکین مکہ کے عقیدے سے بھی ملتی ہے۔ جس کا رد قرآن کرتا ہے۔

وجعلوا من عبادہٖ جزءاً انہوں نے بندوں کو اللہ کا جُز بنا دیا۔

اور پھر ظلم کی انتہا دیکھئے اللہ کو بیج سے تشبیہ دی اور مخلوق کو درخت سے اور کہہ دیا کہ درخت مع اپنی شاخوں اور پتوں و پھل و پھول کے اس (بیج) میں چھپا تھا پھر

اس سے نکلا کہاں گئی اللہ کی توحید اور یہ فرمان

﴿لم یلد ولم یولد﴾ (اخلاص)

نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

یہاں تو انسان حیوان تمام کے تمام اللہ میں سے نکل رہے ہیں اور اللہ، کتے، بلی، چوہے، سور، گدھے، گھوڑے کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ ﴿نعوذ باللہ من ذلک﴾۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ تخم بصورت درخت کے ظاہر ہوا۔ پھر ڈھٹائی کا یوں مظاہرہ کیا کہ ایک لحاظ سے درخت اور تخم عین ہیں غیر نہیں یعنی مخلوق خالق میں سے نکلی اور ایک لحاظ سے غیر کہ صورت، شکل وتاثیر وخواص تخم کے اور ہیں اور اجزائے درخت کے اور یعنی مخلوق کی شکل وتاثیر وخواص اور ہیں اور خالق کے اور۔

حاجی امداد اللہ صاحب عقیدہ وحدت الوجود ایک نئی مثال سے سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''عبد و رب میں عینیت (ایک ہونا) اور غیریت (علیحدہ ہونا) دونوں متحقق ہیں وہ ایک وجہ سے اور یہ ایک وجہ سے مثلاً ایک شخص اپنے اردگرد کئی آئینے رکھ کر لے تو ہر آئینہ میں ذات وصفات اس کی بعینہٖ نمودار ہو۔

نموداری صفات وہ ہیں کہ ہر حرکت وسکون مثل شادمانی وغمگینی وہنسی وگریہ شخص عکس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس سبب سے شخص عین عکس ہے عینیت حقیقت اصطلاحی ہے۔ اگر لغوی ہوتی تو کیفیت کہ عکس پر گزرتی۔ شخص پر گزرنا بھی واجب ہوتی کیونکہ عکس ہزاروں آئینہ میں ہے۔ اس کثرت سے وحدت شخص اس سے متضرر ومتجس نہیں ہوتا ہے بلکہ اپنے حال پر اور ان نقصانات سے مبراء منزہ ہے اس طرح سے غیریت حقیقی اصطلاحی ثابت ہوتی ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۸)

حاجی صاحب ایک جگہ اس عقیدے کی یوں وضاحت کرتے ہیں۔ ''ایک آدمی

نے پوچھا کہ ہمہ اوست اور لاموجود کے کیا معنی۔ فرمایا دونوں مترادف ہیں جو کوئی طالب علم ہو اس کے معنی سمجھ سکتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے مہندس نقش کسی عمارت کا ذہن میں خیال کرے اور تصور کرے۔ پس اصل میں وجود قیام عمارت کا ہوگا۔ بعدہٗ درو دیوار ظاہر ہوں گے وہ پرتو حاضر فی الذہن کے ہوں گے اسی طرح صفات اللہ کے ہیں۔ مثل علم وقدرت اور تمامی کائنات پرتو انہیں دوصفات کے ہیں۔ تمام مخلوق علم حق تعالیٰ میں تھی اسی کے موافق ظاہر ہوئی۔

پس یہ سب پرتو وظل علم الٰہی ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا کی صفات اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں۔ لامحالہ "لا موجود الا اللّٰہ" ہمہ اوست پیدا ہوا ہے۔

جملہ اوّل فانی آخر فانی اور درمیان میں جو کچھ ظاہر ہوا محض خیال وتصور ہے۔
(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۵۲)

دیکھا آپ نے پہلے تمام کائنات کو علم وقدرت کا پرتو بنایا اور چونکہ یہ صفات الٰہی ہیں اور صفاتِ ذات سے علیحدہ نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ "لا موجود الا اللّٰہ" (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں) یا ہمہ اوست (سب خدا ہیں) کا نظریہ حق ہے یعنی تمام مخلوق خدا کی صفت ہے۔ اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں "عالم قدیم ہے مرتبہ ایمان میں یہ پرتو صفاتِ الٰہیہ کا ہے اور صفات باری تعالیٰ کی قدیم ہیں۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۸)

عبادت ساقط

صفات (عالم یعنی مخلوق) بھی قدیم ہیں اور ذات (خدا) بھی قدیم۔ تبھی تو ان کے نزدیک عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب

فرماتے ہیں اور اس عقیدے کا اظہار حاجی امداد اللہ نے کئی جگہ کیا ہے فرماتے ہیں جب لوہے کو آگ میں ڈال کر سرخ کیا جائے اور اس وقت لوہا "انا النار" کہے بجا ہے یہ مرتبہ حق الیقین ہے۔ اس مرتبہ میں عبادت ساقط ہو جاتی ہے لیکن مرتبہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۸)

اب دیکھئے عبادت جب ساقط ہوتی ہے، جب بندہ اللہ کے مرتبے کو چھو لے اور پھر معبود کا معبود کی عبادت کرنا عبث ہے۔ جس طرح سونا آگ میں گر کر کندن ہوتا ہے ایسے ہی بندہ مرتبہ حق الیقین پر پہنچ کر معبود بن جاتا ہے۔

حاجی امداد اللہ ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿**من اراد ان یجلس مع اللّٰہ فالیجلس مع اھل التصوف**﴾

جو اللہ کے ساتھ بیٹھنا چاہے اسے چاہئے کہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے۔

(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۴۹)

یعنی یہ اللہ ہی ہیں یا اللہ کے پرتو ہیں۔

ایک جگہ نبی ﷺ کی ایک حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

"**من رأنی فقد راء الحق**"۔ (الحدیث)

اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ

"**من رأنی فقد رأ اللّٰہ تعالیٰ**"

جس نے مجھے دیکھا پس اس نے اللہ کو ہی دیکھا۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۴۹)

تحریف قرآن

موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ عطائے نبوت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"انی انا ربک فاخلع نعلیک" (الآیۃ) جو طور پر آواز آئی تھی وہ موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آئی تھی (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۵۹)

یعنی موسیٰ علیہ السلام ظاہراً بندہ اور باطناً اللہ تھے۔ جیسا کہ ایک شاعر اپنے پیر کے بارے میں کہتا ہے۔

ظاہر دے وچ پیر فریدن باطن دے وچ اللہ

حاجی امداد اللہ صاحب حدیث تخلیق انسان پر یوں گویا ہوئے

"خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ" (الحدیث)

نزد صوفیہ کے صورتہ کا مرجع اللہ ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۵۹)

یعنی مخلوق صورت خالق ہے اور رب کا یہ دعویٰ (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے کہ

"لیس کمثلہ شیئ" (الآیۃ) اللہ کی مثل کوئی نہیں

مندرجہ بالا فرمودات اور اس شعر میں

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

سوائے الفاظ کی ہیرا پھیری کے کوئی فرق نہیں۔ دیوبندی ویسے ہی بریلویوں کے پیچھے ڈنڈا لئے پھر رہے ہیں۔

حاجی صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا " تا وقتیکہ ظاہر و مظہر میں فرق پیش نظر سالک ہے بوئے شرک باقی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جس حالت میں کہ لوہے نے اپنے کو آگ کے سپرد کر دیا اپنے لوہے ہونے کے خیال سے گزر کر اس انتظار میں ہے کہ آتش مستولی ہو اور اپنا رنگ عطا کرے

اس تصور میں اگر دوسرا خیال گزرے اس کے لئے شرک ہے کہ مانع مقصود قاطع الطریق اس کا ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۹)

اولیاء میں صفات الٰہی

یعنی جب وقت مراقبہ "لا موجود الا اللہ" کے سالک کو یہ خیال بھی گزرا کہ میرے اور معبود میں کچھ فرق ہے تو یہ شرک ہو جائے گا کیونکہ یہ مانع مقصود وقاطع الطریق ہے۔ جس طرح لوہا آگ کا رنگ لینے اور اس میں فنا ہونے کے انتظار میں ہے۔ اسی طرح سالک اللہ میں فنا ہوکر اللہ بننے کے انتظار میں ہے۔

اسی لئے حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں "صوفیا نے اذکار اس لئے مقرر کئے ہیں کہ انسان صفات بشریہ سے نکل کر متصف بصفات اللہ ہو جائے پس کوشش کرنی چاہئے۔" (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۵۵)

یعنی کوشش کرنی چاہیے رب بننے کی اور یہ ممکن بھی ہے۔ اسی لئے حاجی صاحب مولانا روم سے روایت کرتے ہیں کہ "جب جنات کو یہ دخل ہو کہ اپنی صفات کو دوسرے میں ساری و طاری کر دیتے ہیں تو پھر اولیائے کرام کا صفات باری سے متصف ہونا کیا بعید ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۹۷)

اور ایک جگہ اس بُعد کو بھی دور کئے دیتے ہیں اور فرماتے ہیں " اس لئے کہ وہ اولیاء متصف بصفات الٰہی ہیں۔ ان کی مخالفت (گویا) مخالفت حق ہے۔
(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۷۱)

(رب بننے کی کوشش میں) بقول ان کے اولیاء کامیاب بھی ہوئے جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں" معلوم ہوتا ہے کہ

حضرت غوث اس وقت مرتبہ الوہیت میں تھے اور حضرت شیخ مرتبہ عبودیت میں۔

(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۴۳)

یعنی عبدالقادر جیلانی جنہیں غوث بنایا جو اللہ کی صفت ہے یعنی متصف بصفات اللہ کر کے کہہ دیا یہ مرتبہ الوہیت میں تھے اور ان کے بندے کون تھے تو فرمایا حضرت شیخ (معین الدین چشتی) مرتبہ عبودیت میں یعنی یہ بندے تھے۔

قم باءذنی

اسی طرح ایک اور واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ **قم باذنی** قرب نوافل ہے مرتبہ الوہیت میں کہ عروج سے پیش آتا ہے جیسا کہ شمس تبریز پر گزرا۔

(شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۵۸)

اور اس کی تفصیل یوں ہے کہ جیسے عیسیٰ معجزے کے طور پر **قم باذن اللّٰہ** کہہ کر مردے کو زندہ کیا کرتے تھے کیونکہ "**یحیی و یمیت**" زندہ کرنا اور مارنا اللہ کا کام ہے۔ شمس تبریز صاحب بھی مردے کو زندہ کرنے گئے تین مرتبہ "**قم باذن اللّٰہ**" کہنے کے باوجود مردہ زندہ نہ ہوا تو جلال میں آکر کہنے لگے "**قم باذنی**" مردہ فورا زندہ ہوگیا اللہ کے حکم سے تو زندہ نہ ہوا اور شمس تبریز کے حکم سے زندہ ہوگیا۔ رب العالمین سے بھی بڑھ گئے۔ جبھی تو حاجی امداد اللہ صاحب بایزید بسطامی کا یہ قول ذکر کرتے ہیں۔

"ملکی اعظم من ملک اللّٰہ"

میرا ملک اللہ کے ملک سے بڑا ہے۔

علماء دیوبند کا عقیدہ

شاید کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ شاید حاجی امداداللہ صاحب کا تو عقیدہ وحدت الوجود پر یقین ہو لیکن خام دیوبندی علماء اس عقیدے کے مخالف ہیں ان لوگوں کو بھی اپنا ذہن صاف کر لینا چاہیے کہ ان کا عقیدہ بھی اپنے پیر و مرشد کا سا ہے۔

حاجی امداد اللہ سے کسی شخص نے یہ سوال پوچھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب (نانوتوی) معتقدان وحدۃ الوجود کو ملحد و زندیق کہتے ہیں اور ان کے مرید مولوی احمد حسن کا بھی یہی نظریہ ہے۔ اسی طرح مولوی رشید احمد (گنگوہی) ومولوی محمد یعقوب اسی مسلک پر ہیں۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۹۷)

اب حاجی امداد اللہ صاحب کا جواب سنیے فرماتے ہیں'' مسئلہ وحدۃ الوجود حق و صحیح ہے اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ فقیر و مشائخ فقیر اور جن لوگوں نے فقیر سے بیعت کی ہے سب کا اعتقاد یہی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب' مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم فقیر کے عزیز ہیں اور فقیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ کبھی خلاف اعتقادات فقیر وخلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلک اختیار نہ کریں گے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۲)

شاید کوئی یہ سوچے کہ مرید اس مسئلہ کو ملحدیت اور زندیقیت کہہ رہے ہیں اور پیر اس کو اسلام کہہ رہے ہیں یہ تو پیر و مرید کا واضح تضاد ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں جس وحدت الوجود کو مریدان ملحدیت اور زندیقیت سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ پیر بھی ان کے ہمنوا ہیں جیسا کہ حاجی صاحب اس کی تشریح یوں کرتے ہیں۔'' جاننا چاہیے کہ عبد و رب میں عینیت حقیقی لغوی کا جو اعتقاد رکھے اور غیریت کا تجمع وجود

انکار کرے ملحد و زندیق ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۹۷)

عینیت حقیقی لغوی کفر ہے اور عینیت حقیقی اصطلاحی اسلام ہے۔

ویسے اگر کہیں اور جگہ آپ کو پیر امداد اللہ صاحب اور علمائے دیوبند میں اختلاف نظر آئے تو آپ ان کے اقوال میں تطبیق دے دیں۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب کا یہ بیان کہ مسئلہ وحدت الوجود میں یہ مریدان میرے ہم خیال ہیں" بالکل درست ہے اور مریدان نے تقیہ کیا ہے جس کی تلقین خاص کر اس مسئلہ وحدۃ الوجود میں خود حاجی امداد اللہ صاحب نے کی ہے۔ فرماتے ہیں" یہ مسئلہ وحدۃ الوجود ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں تصدیق قلبی وتیقن وزبان روکے رکھنا واجب ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ سوم ص ۹۷)

سوچئے اگر یہ اسلام ہے تو اس کی تبلیغ (بلغوا عنی ولو آیۃ .... الحدیث)

تو ہم پر فرض ہے کیونکہ کسی کو ایک مسئلہ بھی آتا ہو۔ اس کو پہنچانا تبلیغ کرنا اس پر فرض ہے نہ کہ زبان کو روکے رکھنا واجب ہے۔ کیا یہ ارشاد نبی ؐ کا نہیں ہے۔

"ما من رجل یحفظ علماً فیکتمہ الا اتی بہ یوم القیمۃ ملجماً بلجام من النار" (ابوداؤد ص ۲۳)

جس عالم نے علم کو چھپایا قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنا کر لایا جائے گا۔

کیا اللہ تعالیٰ نے حق چھپانے کی عادت یہودیوں کی بیان نہیں کی۔

تکتم الحق وانتم تعلمون۔

تمہیں علم بھی ہوتا ہے اور تم حق کو چھپاتے ہو۔

کیا مسئلہ وحدت الوجود حق نہیں کہ اس کا چھپانا اور زبان روکے رکھنا واجب ہے۔ حالانکہ ان کے نزدیک بھی یہ مسئلہ واقعی حق ہے لیکن ان کے ہاں بعض مسائل کو بیان کرنا کفر ہے جیسا کہ حاجی صاحب فرماتے ہیں۔

"من صرّح باسرار الربوبیۃ فقد کفر"

جس نے اسرار ربوبیت بیان کئے اس نے کفر کیا۔

فرمایا کہ چھپانا اس کا لازم ہے اور افشاء اسکا ناجائز ہے۔(شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۴)

سوچئے اگر یہ مسئلہ حق ہے تو حق کو چھپانے کی کیا وجہ ہے۔ حاجی صاحب اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اسباب ثبوت اس مسئلہ کے بہت نازک اور دقیق ہیں۔ فہم عوام بلکہ فہم علمائے ظاہر کہ اصطلاح عرفاء سے عاری ہیں اس کے ادراک کی قوت نہیں رکھتے۔

(شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۴)

سوچئے اللہ کے رسول تو فرماتے ہیں "الدین یسرٌ" دین آسان ہے یہاں عوام تو عوام علمائے ظاہر بھی اس کے ادراک کی قوت نہیں رکھتے۔ کیا یہ نظریہ اس نعمت کا حصہ نہیں جس کو اللہ نے مکمل کر کے فرمایا۔

﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی﴾

آج میں نے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا۔

حالانکہ یہ اس نظریئے کو اس نعمت کا حصہ تو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ خاص نعمت تندرست لوگوں کے لئے ہے جیسا کہ فرماتے ہیں "ہر چند نعمت خوش گوار ہو صحیح و تندرست کو اس سے لذت و حلاوت حاصل ہوتی ہے اور مریضوں کو تلخ ناگوار لگتی ہے بلکہ ان کے لئے زہر قاتل ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۴)

یعنی دین کا یہ حصہ (مسئلہ وحدت الوجود) صرف صوفیاء کے لئے ہے۔ وہی

تندرست ہیں وہی اس نعمت کو استعمال کر سکتے ہیں باقی تمام لوگوں کے لئے یہ نظریہ زہر قاتل ہے۔

یہ مسئلہ اتنا ٹیڑھا ہے کہ یہ تو ان کو سمجھ نہیں آتا۔ اسی لئے فرماتے ہیں "اگر انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور نظر تعمق سے اس مسئلہ کی حقیقت دریافت کریں سوائے حیرت در حیرت بدوں فنا در فنا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پھر بھلا خاک بیان کریں کہ ایسا ہے یا ویسا ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص۳۴)

ایسا دقیق مسئلہ انبیاء اپنی امت کو اور اللہ کے رسول محمد ﷺ صحابہ کو کیسے سمجھا سکتے تھے۔ اسی لئے علامہ محمد فضل حق خیر آبادی لکھتے ہیں اگر انبیاء وحدت الوجود کی دعوت دیتے تو ان کی رسالت کا فائدہ فوت ہو جاتا۔

ابن عربی اور وحدۃ الوجود

وہ اس اعتراض سے یوں جان چھڑواتے ہیں کہ اس نظریے کی تبلیغ اللہ نے نبیؑ کے ذمے اور نبیؑ نے یہ خدمت ابن عربی کے سپرد کر دی۔ چنانچہ ابن عربی لکھتا ہے کہ "جو کچھ میں نے "فصوص الحکم" میں لکھا ہے یہ سب کچھ میں نے منامی کشف کے ذریعے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ نے مجھے فرمایا:

هذا كتاب فصوص الحكم خذه واخرج به الى الناس ينتفعون به.
(فصوص الحکم ص۴۹)

ترجمہ: یہ کتاب **فصوص الحکم** ہے تم اسے لے جاؤ تا کہ وہ لوگ اس سے خوب فائدہ اٹھائیں

اب یہ کتاب عقیدہ وحدت الوجود سے بھری پڑی ہے۔ جس سے فائدہ اٹھانے

کے لئے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔

سوچئے جس نظریئے کی اشاعت عہد صحابہ میں تو گمراہی کا سبب بن رہی تھی مگر اب وہی گمراہی ابن عربی کے عہد میں نبوی حکم کے ذریعے ایمان کی اعلیٰ تکمیل کا باعث بن رہی ہے اور جس نظریئے کی اشاعت سے (عہد صحابہ میں بھی) رسالت کا مقصد فوت ہو جاتا۔ ساتویں صدی کے بعد اس کی وہ کونسی ضرورت تھی کہ اس نظریئے کو عوام وخواص میں بطور عقیدہ پھیلا دیا گیا۔ اسی طرح جس نظریئے کو نبی اکرمؐ سمجھانے اور صحابہ اکرامؓ سمجھنے سے قاصر رہے اب کون مائی کا لال نبی کے بعد ایسا پیدا ہوا جس نے اس نظریئے کو سمجھایا اور لوگوں نے سمجھ بھی لیا۔

ان کے بقول ابن عربی نے سمجھایا اور خاص خاص صوفیاء نے سمجھا۔ باقی سب جاہل ہیں۔ اسی لئے حاجی صاحب فرماتے ہیں نا اہل کو ہماری کتاب دیکھنا حرام ہے۔ (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۳۵)

یہ عقیدہ عوام کے ذہنوں کی سطح سے بلند ہے اس لئے ان حضرات کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر گفتگو کریں۔ (الروض المجود از خیر آبادی ص ۴۴)

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نظریہ وحدت الوجود انبیاء پر نازل ہوا پھر انہوں نے اس نظریہ کی تبلیغ اس لئے نہیں کی کہ یہ ان کے اصحاب کے ذہنوں سے بلند تھا اور ان کے زمانے میں گمراہی کا سبب بنتا اور رسالت کا مقصد فوت ہو جاتا۔ اس طرح اور انبیاء اور محمد ﷺ (نعوذ باللہ) خائن بن گئے اور رسول بھی نہ رہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔

﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالة﴾

اے رسول پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو تو نے رسالت کو نہیں پہنچایا۔

اسی لئے حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ کے رسول نے کچھ چھپا لیا ہے وہ نبیؐ پر بہتان باندھتا ہے۔ (بخاری)

اور (نعوذ باللہ) یہ آیت بھی محمد ﷺ کے مخالف پڑتی ہے۔

جس میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدیٰ من بعد ما بینّاہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللّٰہ ویلعنھم اللّٰعنون﴾

بے شک جو واضح دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کر دیا ان لوگوں پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت۔

اب بقول ان کے یہ نظریہ اللہ نے اتارا اور یہ ھدیٰ میں سے ہے اور اللہ کے رسول نے اس کی تبلیغ نہ کی۔ یہ تو نبوت و رسالت پر ڈاکہ زنی محض ہے۔ (نعوذ باللہ)

اسی طرح علماء دیوبند اس نظریے کے قائل ہیں جیسا کہ مولانا انور شاہ جو دیوبند کے مشہور ترین علماء میں سے ہیں' حدیث **فکنت سمعۃ الذی یسمع بہ** کے تحت لکھتے ہیں۔

"قلت و ھذا عدول عن حق الالفاظ لان قولہ کنت سمعۃ الذی" بصیغۃ المتکلم یدل علیٰ انہ لم یبق من المتقرب بالنوافل الا بجدہٖ و شبھہٖ وصار المتصرف فیہ الحضرۃ الٰھیۃ فسحب و ھذا الذی عنّاہ الصوفیۃ بالفنافی اللّٰہ تعالیٰ ای الانسلاخ عن

دواعی نفسہ حتیٰ لایکون المتصرف فیہ الا ھو وفی الحدیث لمعۃ الی وحدۃ الوجود وکان مشائخنا مولعون بتلک المسئلۃ الیٰ زمن الشاہ عبد العزیز اما انا لست بمتشدد فیھا۔ (فیض الباری ج۴ ص۴۲۸)

کنت سمعہ الذی کے یہ معنی بیان کرنا کہ بندہ کے کان آنکھ وغیرہ اعضائے حکم الٰہی کی نافرمانی نہیں کرتے حق الفاظ سے عدول کرنا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے قول **کنت سمعہ الذی** میں **کنت** صیغہ متکلم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متقرب بالنوافل یعنی بندہ میں سوائے جسد وصورت کے کوئی چیز باقی ہی نہیں رہی اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور یہی وہ معنی ہیں جن کو صوفیاء کرام فنانی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی بندہ کا دواعی نفس سے بالکل پاک ہوجانا۔ یہاں تک کہ اس بندہ میں اللہ کے سوا کوئی شے متصرف نہ رہے اور حدیث مذکور میں وحدت الوجود کی طرف چھلکتا ہوا اشارہ ہے۔ہمارے مشائخ شاہ عبد العزیز صاحب کے زمانے تک اس مسئلہ وحدت الوجود میں بڑے متشدد اور حریص تھے لیکن میں متشدد نہیں ہوں۔

مولانا زکریا اور وحدۃ الوجود

۲) اسی طرح دیوبندی عالم مولانا زکریا صاحب اپنی کتاب میں علامہ عبد الوہاب شعرانی کا قول نقل کرتے ہیں ''جاننا چاہیے کہ بندہ کا اپنی حد سے تجاوز کرنے کا باعث یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ تمام صفات جلالیہ 'تکبر' بزرگی' عزت وعظمت' شوکت وجلالت سے موصوف ہے تو اس کی صورت (انسان) میں بھی یہ امور ظلی طور پر سرایت کئے ہوئے ہیں۔ (ام الامراض ص ۷)

یعنی انسان اللہ کی ہی صورت ہے اور یہی عقیدہ وحدت الوجود کی بنیاد ہے۔

۳) مولانا زکریا صاحب فضائل صدقات میں اس سے واضح الفاظ میں عقیدہ

وحدت الوجود کا اظہار کرتے ہیں۔" اس جگہ دو واقعے اپنے اکابر کے' نمونے کے لئے لکھنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک تو وہ مکتوب گرامی جو شیخ المشائخ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ' نے اپنے پیر ومرشد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اعلی اللہ مراتبہ کی خدمت میں لکھا جو مکاتیب رشیدیہ میں بھی طبع ہو چکا ہے"

(خط کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیں)

پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔ یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے۔ میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔

﴿استغفر اللّٰہ استغفر اللّٰہ استغفر اللّٰہ ولاحول ولا قوۃ الاباللّٰہ﴾

(فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

ان الفاظ پر غور کریں تیرا ہی ظل ...... تیرا ہی وجود ...... جو میں وہ تو ...... میں اور تو خود شرک در شرک۔ کیا اس سے بڑا کفر بھی کوئی ہے۔

۱- اسی طرح تعلیم الاسلام کے حنفی مصنف مسئلہ وحدۃ الوجود کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"علم تصوف کا ایک نہایت باریک مسئلہ وحدت الوجود یا ہمہ اوست ہے یعنی تمام موجودات کو حق اللہ تعالیٰ کا وجود سمجھنا اور وجود ماسوا کو محض معتبر سمجھنا شمار کرنا جیسے موج حباب قطرہ اور برف کو پانی خیال کرنا چنانچہ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

لیس فی الکائنات غیرک شیٔ انت شمس الضحٰے وغیرک فیٔ

سایہ از روشنی جدا نبود ~~~ نفی چہ باشد جز سایہ

دو جہاں سایہ است و معنی تو　　　　نیست موجود صورتے بے تو

ترجمہ: کائنات میں تیرے سوا کچھ نہیں۔تو سورج ہے باقی ئی ہے۔

ئی کیا ہے فارسی میں سایہ ہے۔سایہ روشنی سے سب کچھ لیتا ہے۔

دو جہاں سایہ ہے نور صرف تو ہے۔ سایہ کے لئے ظہور کی وجہ تو ہے۔

یہ وہ سب کچھ صورتیں ہیں معنی تو ہے۔کوئی صورت تیرے بغیر نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ **لا موجود الا اللہ** کا قول درست ہے جیسا کہ مذکورہ بالا اشعار سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں۔(ص۵۵۴)

۴- امیر شاہ خان صاحب مولانا گنگوہی سے بیان کرتے ہیں کہ "عبد اللہ خان نے ایک روز شاہ عبد الرحیم صاحب سے عرض کیا کہ میں نے آپ کی اور سید صاحب کی نسبتوں کی طرف توجہ کی تو آپ کی نسبت میں نور و چمک معلوم ہوئی اور سید صاحب کی نسبت میں اندھیرا۔ اور یہ بات بیان فرما کر مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی ہم تو کچھ جانتے نہیں مگر جب حاجی صاحب کے یہاں اس قصے کا ذکر آیا تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب کی نسبت میں ذات بحت کی تجلی تھی اور ذات بحت کی تجلی میں اندھیرا ہی ہوتا ہے۔(ارواح ثلاثہ ص ۱۸۵)

ذات بحت ذاتِ الٰہی کو کہتے ہیں یعنی "ذات الٰہی کی تجلی" اور بقول حاجی امداد اللہ صاحب "تجلی ذاتی سیاہ ہوتی ہے۔(شمائم امدادیہ ص ۶۳)

شاہ عبد القادر اور وحدۃ الوجود

ایک اور واقعہ امیر شاہ خان صاحب کی زبانی اور سن لیں تا کہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے "مولوی عبد القیوم صاحب مولوی محمود چھلتی مولوی اظم علی صاحب

فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں کسی شخص پر جن آیا۔ اس کے قرابت دار اس کو شاہ عبدالعزیز صاحب' شاہ غلام علی صاحب اور دوسرے بزرگوں کے پاس لے گئے اور سب نے جھاڑ پھونک گنڈے تعویذ دیئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا اتفاق سے شاہ عبدالقادر صاحب اس وقت دہلی میں تشریف نہ رکھتے تھے۔ جب شاہ صاحب تشریف لائے تو ان کی طرف رجوع کیا۔ شاہ صاحب نے جھاڑ دیا تو اسی وقت اچھا ہو گیا۔ جب شاہ عبدالعزیز صاحب نے دریافت فرمایا کہ کسی خاص ترکیب سے' انہوں نے کہا ترکیب کوئی نہیں فقط یا جبار کی شان میں پڑھ دی تھی۔ (میں نے خان صاحب سے اس جملہ کا مطلب پوچھا انہوں نے فرمایا کہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا' راویوں نے یہی الفاظ فرمائے تھے) اب مولانا اشرف علی تھانوی کا حاشیہ پڑھئے۔ (حاشیہ حکایت)

تو مطلب میں بھی نہیں سمجھا۔ اقول احقر کے ذہن میں جو بے تکلف مطلب آیا اس کو بر سبیل احتیاط عرض کرتا ہوں کہ کاملین میں ایک درجہ ہے ابو الوقت کہ وہ جس وقت تجلی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کرلیں۔ **کذا سمعت مرشدی** پس عجب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے اس وقت اپنے پر جبار کی تجلی کو وارد کیا ہو اور اس کی مظہریت کی حیثیت سے اس کو توجہ سے دفع فرما دیا ہو۔ (ارواح ثلاثہ ص ۶۸)

دیکھا آپ نے جبار (اللہ) کی تجلی کو اپنے اوپر وارد کر لیا ان دیوبندی علماء کے لئے کتنا آسان ہے کہ جس وقت چاہیں تجلی وارد کرلیں اور بقول حاجی امداد اللہ اولیاء اللہ کا متصف بصفات اللہ ہونا ممکن ہے۔

تبلیغی جماعت اور وحدۃ الوجود

اور اس تالاب میں سب دیوبندی ننگے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب (جن کی

تعریف زکریا صاحب نے اپنی کتاب آپ بیتی نمبر ۷ پر ان الفاظ میں کی ہے کہ حاجی صاحب عالم گر تھے۔ ص۱۵۳) کے بقول عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں زکریا صاحب کے خاندان میں سے ایک بزرگ محمد ساجد صاحب کے پیر کا نام حضرت شاہ عبد الرسول بیجاپوری انبالوی تھا جن سے یہ بیعت ہی نہ تھے بلکہ انہیں والہانہ محبت بھی تھی۔ (ماہنامہ الفرقان ص ۶۶) شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نمبر)

اور مولانا منظور نعمانی جن کی تحریر پڑھنے کی تاکید تبلیغی عالم مولانا ابراہیم احمد صاحب مظاہری صدر مرکزی جمعیۃ العلماء نے بھی کی ہے۔(تبلیغ کی ضرورت ص ۹) نے شاہ عبد الرسول کو بقول مولانا محمد میاں مشہور اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے۔(شیخ الحدیث نمبر ص ۶۲)

اسی طرح مشہور وحدت الوجود یہ منصور کے بارے میں زکریا صاحب فرماتے ہیں

دی گئی منصور کو پھانسی ادب کے ترک پر
تھا انا الحق ۔ حق مگر اک لفظ گستاخانہ تھا

(ولی کامل از مفتی عزیز الرحمٰن ص ۲۴۹)

ایک جگہ زکریا صاحب وحدت الوجود کو تصوف کا ابتدائی دور قرار دیتے ہیں۔
(ذکر و اعتکاف کی اہمیت ص ۹۵)

تو دوسری جگہ اپنے مرید کو سمجھاتے ہیں کہ اب تو پورے تصوف کی زور سے دعوت دینے اور عمل کرنے کے لئے فضا سازگار ہوگئی ہے۔
(ذکر و اعتکاف کی اہمیت ص ۹۹)

یعنی ابتدائی دور بھی اس میں شامل ہو۔

ایک جگہ زکریا صاحب وحدت الوجود کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

حق سبحانہ وتقدس جو حقیقتاً ہر جمال وحسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے۔(تبلیغی نصاب' فضائل قرآن ص ۳۰۰)

یعنی ہر جمال وہی اللہ ہے۔

اسی طرح زکریا صاحب کے مرید خاص صوفی اقبال (مدینہ منورہ۔ جن کی کتابوں کی تعریف خود زکریا صاحب نے بھی کی ہے فرماتے ہیں۔

عشق ومعشوق عاشق اک کہہ کر سر وحدت سمجھا دیا کس نے (محبت ص ۷۰)

اللہ پر زنا کی تہمت

نظریہ وحدت الوجود میں ڈوبا ہوا ایک قصہ پڑھیے جو تذکرۃ الرشید میں ص ۲۴۲ پر پیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوری بیان کرتے ہیں۔تذکرۃ الرشید ۲۴۲ جلد نمبر ۲

ایک روز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ حافظ لطافت علی عرف حافظ مینڈھو شیخ پوری کیسے شخص تھے حضرت نے فرمایا ''پکا کافر تھا'' اور اسکے بعد مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ ''ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے''

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا میاں صاحب ہم نے اس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اس نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اسے لیکر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟ اس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی

ہوں۔ میاں صاحب بولے بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے رنڈی یہ سنکر آگ ہوگئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولاقوۃ اگر چہ میں روسیاہ و گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔ میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چلدی۔ (ازپیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوری)

استغفر الله من هذه الخرافات الكفرية.

یہ ہے وحدت الوجود کا عروج۔ چلیں ہم یہ اعتراض نہیں کرتے کہ رنڈیاں ان کی مرید اور وہ ان کے پیر رنڈیاں ان کی زیارت کو آئیں اور وہ رنڈیوں کے گھر قیام کریں۔ ہمیں اعتراض تو یہ ہے کہ آج تک مختلف امتوں نے اپنے انبیاء پر تو شراب خوری وبدکاری کا بہتان باندھا تھا لیکن اپنے رب کے بارے میں کسی کی زبان سے ایسی بات نہیں نکلی تھی۔

لیکن یہاں تو ضامن علی جلال آبادی جو توحید (وحدت الوجود) میں غرق تھے اس نے نعوذ باللہ زنا کرنیوالا اور کروانے والا اور جس کے حکم سے زنا ہو رہا ہے اللہ کو قرار دیا۔ (**نعوذ بالله من هذا الكفر**) نقل کفر کفر نباشد۔

یہ ہے دیوبندیوں کی اصل توحید۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی میں اپنی معروضات کا اختتام کرتا ہوں۔

اور مجھے قوی اُمید ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر ایک اہلحدیث یہ سوچنے پر ضرور مجبور ہوگا کہ جب حرم بریلویوں اور دیوبندیوں کا ایک سا ہے تو پھر ان سے سلوک روا رکھنے میں امتیاز کیوں!

ان کے پیچھے نماز ادا کرنا اور رشتہ ناطہ کرنا بھی ویسے ہی غلط ہے' جیسے بریلویوں سے اور ایک دیوبندی اس کتاب کو پڑھ کر یہ فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہوگا کہ علماء

دیوبند کے عقائد میں شرک کی ملاوٹ وافر مقدار میں موجود ہے۔

لہذا ان کے ساتھ ایک موحد کا چلنا ناممکن ہے اور اسے قرآن وسنت کا راستہ اختیار کرنے میں ذرا دقت پیش نہ آئے گی۔ اللہ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آمین۔